هو الباقی

معیار السلوک

و

دافع الاوہام والشکوک

مؤلفہ

حامی السنۃ حضرت مولانا الحاج

شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی جیپوری

رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام حاجی محمد بشیر صاحب چھاونی کانپور

در مطبع انتظامی کانپور طبع شد

قیمت دو روپے آٹھ آنے (عہ/۲)

ملنے کا پتہ: (۱) ابوبکر حاجی عبدالکریم بھائی مقام و ڈاک خانہ ہرسول ضلع سابر کانٹھا (۲) محمد الیاس ۔۔۔ کانپور

احسن التقویم

فی

اثبات ذات واجب القدیم

مصنفہ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد ثابت علی صاحب نقشبندی مجددی جے پوری رحمۃ اللہ علیہ

اس کتاب میں احسن التقویم کی تفسیر وحقیقت، انسان کی ماہیت، قدرت کاملہ کی حکمت فاضل مصنف نے ایسے دلکش اور سادہ طریقہ سے بیان کی ہے کہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔

اسی کیساتھ قدیم وحادث میں امتیاز، انسان کی تخلیق کا راز، سیدھی سادی سلیس اور عام فہم اردو زبان میں مصنف نے نہایت خوبی سے بیان کیا ہے۔ معرفت جزوی وکلی کے وسائل اثبات ذات واجب الوجود کیلئے عقلی ونقلی دلائل، اس پر طرفہ یہ کہ اس چھوٹی سی کتاب میں شریعت وطریقت کے چوٹی کے مسائل اس خوبی اور کامیابی کیساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ دریا کوزہ میں بند کرنیکی زندہ مثال ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب اور اس موضوع پر زبان اردو میں اولین اور کامیاب ترین تصنیف ہے

قیمت: فی جلد عہ

محمد الیاس پریڈ۔ کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

نیست خوف و غم برائے اولیاء ۔ ما خلقت الجن والانس بخواں
ایں چنیں فرمود حق جل و علا ۔ جز عبادت نیست مقصود از جہاں

کتاب

بزبانِ اردو بسلسلہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

جو

شارحِ احکامِ شریعت و کاشفِ نکاتِ طریقت و مصرحِ رموزِ حقیقت و مفتاحِ اسرارِ معرفت

و معیارِ صراطِ مستقیم و ضلالت ہے

یعنی

معیار السلوک و دافع الاوہام والشکوک

جسکی

ہر سالکِ راہِ طریقت کو ضرورت ہے اور اپنے حال و قال کے سمجھنے اور سمجھانے کے باعث تسلی ہے گویا یہ کتاب دستور العمل ولایت ہے

جسکو

کفش بردار ازلی ہر نبی و ہر ولی محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی جیپوری نے تالیف کیا ہے

جو

غلامانِ غلام الہام الاولیاء و پیشوائے اصفیا و رہنمائے اتقیا حضرت سید امام علیشاہ صاحب رتڑ چھتڑ کی

فہرست مضامین کتاب معارف السلوک و دافع الاوہام والشکوک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بیحد اُس ذات احد کو جس نے جمیع کائنات کو پیدا کیا اور انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز عطا فرماکر اسکو اپنے اسما و صفات کے عکس سے منور کیا اور اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ کا لقب عنایت فرمایا۔ اور اپنی ذات کو نہاں اور ظل اسما و صفات کو عیاں فرماکر بعض قلوب مبین کو بذریعہ کشف اور بعض کو بواسطہ آئینہ تعین اپنی ذات نہاں کا عارف بنایا۔ اور کنہ ذات میں تحت حیرت عطا فرماکر اپنا مقرب بنایا

اے برتر از خیال و قیاس و گمان وہم ۔۔۔ وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ۔۔۔ ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

[illegible]

اور درود نامحدود اُن سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کہ اسم پاک اُن کا محمد ہے اور ذات اُنکی باعث تخلیق اٹھارہ ہزار عالم ہے اور صفت ان کی رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین ہے۔ اور اُمت اُنکی خیر الامم اور علماء اُن کی اُمت کے مثل انبیائے بنی اسرائیل ہیں اور دین اُن کا ناسخ جمیع ملل و ادیان ہے اور تعریف میں ان کی توریت و زبور و انجیل و فرقان ہیں اور اُن کے مرتبہ کی تلاش میں تمام خلق حیران ہے۔ خدا کی حمد و ثنا کیواسطے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم اور آپ کی تعریف کے واسطے خدا کی تعریف کافی ہے۔ خلق خالق کی اور اُس کے حبیب کی کیا

تعریف کرسکتی ہے ۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

خدا در انتظار حمد ما نیست ۔ محمد چشم بر راہ ثنا نیست ۔ خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس ۔ محمد حامد حمد خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد ۔ بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد ۔ محمد از تو می خواہم خدا را ۔ الٰہی از تو حب مصطفیٰ را

اور ہزاروں رحمت خدا کی نازل ہوں اُن کے چار یار باوقار اور آلِ اطہار اور ازواج مطہرات اور اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کہ ہر ایک اُن میں سے آسمان ہدایت کے ستارہ ہیں اپنی ذات و صفات میں اور مقرب ہیں امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسے دانہائے تسبیح قریب ہوتے ہیں امام سے ۔ زبان عاجز ہے اُن کی تعریف میں اور قلم قاصر ہے اُن کے حالات لکھنے میں اور خیال سرگوں ہے اُن کے مرتبہ کی تلاش میں ۔ دوست اُن کا دوستِ خدا و رسول ہے اور دشمن اُن کا دشمن خدا و رسول ۔ اور اللہ پاک راضی ہو چاروں ائمہ شریعت و طریقت اور جملہ علمائے حقانی و عرفائے ربانی سے کہ ان بزرگواروں کی محنتوں اور برکتوں سے ہم کو راستہ خدا کی مرضی پر چلنے کا ملا ہے اور اُمت پر بڑا احسان ہے ان مبارک ذاتوں کا کہ جس کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکتا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

اس کتاب کے لکھنے کا سبب

سگِ آستانۂ درگاہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ محمد ہدایت علی حنفی نقشبندی مجددی عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ میں نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ سفر میں صرف کیا اور آٹھ نو برس کی عمر سے بعنایت خداوند تعالیٰ شوق علمائے ربانی کی خدمت میں حاضر ہونے کا اور کلمات شریعت و طریقت سننے کا رہا اور اکثر بڑے بڑے علما اور بابرکت درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُنکی صحبت کی برکت سے عقائد حقہ اور اُصول درویشی کے کان میں پڑے ۔ اللہ پاک اُن سے راضی ہو خصوصاً سیدی مرشدی جناب

حضرت محمد علی شیر خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت شریف میں اٹھارہ سال کے قریب مجھکو اکثر دو دن رہ حاضر ہونیکا اتفاق ہوا اور اُنکی تحقیقات ذاتی اور مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی و تصنیفات حضرت غوث الصمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی و حضرت مرزا مظہر جانجاناں و قاضی ثناء اللہ پانی پتی و شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و غلام علی شاہ صاحب و غیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اُن کی زبان مبارک سے سُنیں اور دیکھیں جس سے تصوف اور طریقت کے معاملات اپنی حیثیت کے موافق سمجھے۔ اللہ پاک میرے حضرت صاحب کا مرتبہ زیادہ کرے اور جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے حضرت ممدوح کا مختصر حال انشاء اللہ آخر کتاب میں لکھونگا۔ اس کتاب کے لکھنے کا یہ سبب ہوا کہ اس زمانہ میں بزرگان دین متقدمین و متاخرین کے خلاف طریقہ درویشی اکثر نام کے درویشوں نے جاری کیا ہے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سب سے بہترین ذریعہ نجات کا ہے اور اتباع اس کی سب خلق پر فرض ہے اس کو چھوڑ کر خود بھی اور اپنے مریدوں کو بھی چاہ گمراہی میں گرائے ہیں اور طرح طرح کی بدعتیں اور شرک کی باتیں بتلاتے ہیں بعض اپنا نام بجائے ذکر خدا کے تعلیم کرتے ہیں اور اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ اور وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِہَا (ترجمہ کیا اللہ بندہ کو کافی نہیں ہے؟ (ترجمہ) اور اللہ کے واسطے اسمائے حسنیٰ ہیں۔ پس اسکو انہی اسموں سے پکارو!) پر نظر نہیں کرتے۔ بعض پیر طواف اور سجدہ کو جو خدا کیلئے مخصوص ہیں اپنے اور مزارات متبرکہ اولیاء اللہ کے لیے جائز ٹھہراتے ہیں۔ بعض پیر اہل قال اہل حال اولیاء کی نقل کر کے "ہمہ اوست" کی تعلیم دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ دوست و دشمن روپیہ اور پیسہ اور بُری اور بھلی بات کی پوری تمیز کرتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ خالق اور مخلوق اور اوامر و نواہی میں تمیز نہیں کرتے۔ بعض رہنما ہو کر عورتوں کو بے پردہ بیعت کرتے ہیں اور اپنے کو باپ بیان کر کے ہمیشہ کے لئے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، حالانکہ پیر سے پردہ فرض ہے۔ فرض ترک کر کے سنت بیعت ادا کرنا چاہتے ہیں اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے خود عورتوں کو پردہ کا حکم فرمایا اور وقت بیعت

فتح کہ معظمہ عورتوں سے صرف زبانی اقرار لے کر بیعت فرمایا۔ مگر زمانۂ حال کے بعض پیروں کا طریقہ بیعت اس کے خلاف ہے اور اپنے نفس کو معصوم و مصفیٰ خیال کر کے اپنے واسطے ارتکاب ممنوعات کو روا سمجھتے ہیں نعوذ باللہ۔ مسئلہ: جو چیز خدا نے حرام کر دی ہے وہ کسی کے واسطے حلال نہیں ہو سکتی اور جو حلال ہے وہ حرام نہیں ہو سکتی۔ علمائے شریعت و رہنمایان طریقت کا اس پر اتفاق ہے۔ اکثر پیر اپنا نذرانہ مرید کے ماں باپ بیوی بچوں کے حق کے مقابلہ میں اپنا حق غالب بیان کر کے لیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کے گھر میں پہلے ہی خرچ کی تکلیف ہے نذرانہ دے مسئلۂ شرعی ماں باپ بیوی بچوں کی خدمت فرض ہے اور مرشد کی خدمت سنت یا مستحب ہے۔ افسوس اُن پیروں پر کہ جو خدمتِ فرض کو ترک کرا کے خود فائدہ ناجائز اُٹھائیں اور صد حیف اُس مرید کی عقل پر کہ جو خدمتِ فرض کو ترک کر کے خدمت سنت یا مستحب کو ادا کرے۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص نمازِ نوافل پڑھا کرے اور نمازِ فرض پنجگانہ ادا نہ کرے۔ حق بات یہ ہے کہ اگر مرید کے پاس ماں باپ اور اہل و عیال کی خدمت سے زائد بچ رہے تو پیر اور اُس کے اہل و عیال کی خدمت کر دے اور پیر کے اہل و عیال سے بچ رہے تو مرید کی خدمت کر دے۔ اگر پیر بیمار ہو تو مرید ہر قسم کی خدمت پیر کی کرے اور اگر مرید بیمار ہو تو اسی طریقہ سے مرید کی ہر قسم کی خدمت کرے اور یہی طریقہ صحابہ کبار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپؐ کا صحابہؓ کیساتھ بلکہ اس سے بھی بالاتر۔ بعض مرشد چند خواب گھڑنے اور سرور و خلیفہ کی وجہ سے مریدوں کو اعلیٰ مقامات پر پہنچنے کی خبر سنا کر اپنا خلیفہ بناتے ہیں باوجودیکہ نہ خود ذکر قلبی رکھتے ہیں نہ مرید اور یہ ذکر قلبی ولایت کا پہلا سبق ہے جیسے قرآن مجید پڑھنے کیلئے الف یا قاعدہ بچوں کو شروع کراتے ہیں جب ولایت کی الف با سے ہی خبردار نہیں تو ولایت کجا ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند کا اپنے آپکو مصداق بناتے ہیں۔ بعض پیر اپنے مریدوں سے کہتے ہیں کہ ہم تمہاری شفاعت کرینگے حالانکہ خود اپنے جنتی و جہنمی ہونے کی خبر

نہیں ایسے لوگوں کے: اسلئے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اپنی مثنوی میں خوب فرمایا ہے

میکنی از مکر عالم را مطیع ۔ میدہی تسکیں سنم فردا شفیع

تو کرے دنیا کو اپنا پیرو بنائے ہوئے کو (اور) تسکین دیتا ہے کہ میں حشر میں تمھاری شفاعت کروں گا

اے مخنث نے تو مردی نے تو زن ۔ مثل شیطاں راہ مرداں راہزن

اے مخنث نہ تو مرد ہے، نہ عورت ۔ شیطان کیطرح لوگوں کو گمراہ مت کر

بعض علمائے ظاہر کہ جو نور علم باطن سے محروم ہیں، علم باطن کے منکر ہوئے اور اُسکی نفی کرنے پر کمر باندھی اور علم طریقت کہ جو مغز شریعت مغز اسلام و مغز ایمان ہے ۔ اُسکو بے اصل سمجھ کر اس کے مجتہدین و متبعین پر زبانِ طعن کھولی اور بجائے تعریف کے اُن کی مذمت کو اپنا شیوہ بنالیا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے مصداق ہوگئے ۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

جب اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے ۔ تو اسکے دل میں اچھے لوگوں کی برائی کرنیکا خیال پیدا کر دیتا ہے

جب میں نے دونوں فریقوں کو افراط تفریط میں پایا تو دل میں یہ خیال آیا کہ ایک ایسی کتاب با محاورہ اور عام فہم اُردو میں تالیف کی جائے کہ جس سے ہر مسلمان کو فائدہ پہنچے اور وہ علماء اور درویش جو اپنے ذاتی فوائد کے واسطے ناواقف مسلمانوں کے ایمان، مال و عزت کو خراب کرتے ہیں ۔ اُن سے مسلمان آگاہ ہو جائیں اور سچے پیر اور مرید کو جو اکثر نفس اور شیطان دھوکہ دیتے ہیں اُس سے بچیں اور اپنے حال و قال کو اس کتاب سے مطابق کریں ۔ تاکہ اُن کو کھوٹے کھرے کی تمیز ہو اسی واسطے میں نے اس کتاب کا نام معیار السلوک ودافع الاوہام والشکوک رکھا ہے اس میں میں نے سات باب اور ہر باب میں سات فصلیں مقرر کی ہیں اللہ پاک سے دعا ہے کہ اپنے مقبول بندوں کی وجہ سے اسے قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچے

اور میری بخشش کا ذریعہ ہو ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم امین بحق طٰہٰ
ویٰس وبحق نبیک الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وآلہٖ واصحابہٖ
واولیاء امتہٖ اجمعین ۞

مناجات

من بخواب و پاسبان من توئی	من چو طفل و حرز جان من توئی
میں خواب غفلت میں ہوں اور میرا تو ہی نگہبان ہے	میں ایک بچے کی طرح ہوں اور میرا محافظ (تعویذ) تو ہی ہے
گر ہزاراں دام باشد ہر قدم	چو تو با مائی نباشد ہیچ غم
اگر قدم قدم پر ہزاروں جال بچھے ہوئے ہوں	تب بھی اگر تو ہمارے ساتھ ہے تو کچھ پرواہ نہیں ہے
کار ما سہو است و نسیان و خطا	کار تو غفاری و بخشش عطا
بھول چوک اور قصور کرنا ہمارا کام ہے ؛	اور بخشدینا اور مہربانی سے معاف کردینا تیرا کام ہے
سہو و نسیاں را بدل کن بعلم	من ہمہ جہلم مرا دہ صبر و حلم
یا اللہ میری فراموشی کو علم سے بدل دے	میں مجسم جاہل ہوں اپنے فضل سے مجھے صبر و بردباری عطا فرما

باب اوّل

فصل اوّل عقائد کے بیان میں

خداوند تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہے۔ کوئی اُس کی ذات وصفات اور افعال میں کسی قسم کی شرکت نہیں رکھتا، وہ سب کا خالق ہے اور سب اُسکی مخلوق ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے اور سب اُس کے محکوم ہیں۔ اُس کی مرضی کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

ہست سلطانی مسلّم مر ورا | نیست کس را زہرہ چون و چرا
اُس کی بادشاہت مانی ہوئی ہے | کسی کو اُسکے حکم میں چون وچرا کرنیکی مجال نہیں

سب اُس کی مرضی کے تابع ہیں جو کچھ فرشتوں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور اولیائے کرام میں علم وقدرت اور معجزات اور خرق عادات کشوفات طے ارض وغیرہ ہیں یہ سب خدا کی عنایت کی ہوئی ہیں۔ بذاتہٖ کوئی چیز کسی میں نہیں ما اصابك من حسنة فمن الله (ترجمہ: جو کچھ تمھیں نیکی حاصل ہو پس وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے) اس کی مصداق ہے۔ سب خلق حادث ہے اور خداوند تعالیٰ قدیم اور تمام نقصانات سے پاک ہے۔ اور جو کچھ قرآن پاک اور احادیث شریف سے ثابت ہے اُس پر ایمان لانا واجب ہے۔ خداوند تعالیٰ کے مرتبہ کے بعد تمام خلق میں جمیع ذات وصفات حمیدہ میں حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم بہترین ہیں۔ آپ کے مرتبہ کو خلق میں

کوئی نہیں پاتا۔ اور آنحضرت صلعم کے مرتبہ کے بعد اور تمام انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السّلام میں اور انکے بعد خلفائے راشدین ہیں۔ اور اُن کے بعد اہلبیت اور اصحاب کرام، اور اُنکے بعد تابعین اور تبع تابعین اور اُنکے بعد علمائے ربّانی اور اولیائے اُمّت ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

فصل دُوسری اثباتِ ولایت میں

ولایت دو قسم کی ہے، ایک ولایتِ عام ہے، دوسری ولایتِ خاص۔ ولایتِ عام میں سب مومنین شامل ہیں، بموجب آیت شریف اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (ترجمہ) اللہ ایمان والوں کا دوست ہے) اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (ترجمہ) اے مومنو! اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ) اس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں سے ایمان لانے کو ارشاد فرمایا جاتا ہے۔ پس ایمانِ ثانی کی تکمیل کے واسطے طریقت ہے، اور ایمان اولیٰ کے واسطے شریعت ہے۔ اور اسی ایمانِ ثانی کے کمال کو ولایت کہتے ہیں، میرا مقصد اس جگہ ولایتِ خاص کے ثابت کرنے کا ہے۔ اور اصطلاح صوفیہ میں ولایت کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ بلا کسی اُمید وبیم کے صرف رضائے مولیٰ کے واسطے خدا کی یاد دل میں ایسی مستحکم ہو اور ذات پاک کی محبت کیطرف دل کا لگاؤ مضبوط ہو جائے کہ کسی حالت، راحت وتکلیف میں اس میں غفلت نہ ہو اور اسی کو نسبت ومشاہدہ کہتے ہیں اور یہ بات بعد فنا وبقا کے حاصل ہوتی ہے۔ جسکی شرح ولایت صغریٰ میں آئے گی۔ کیونکہ اس زمانہ میں بعض عالم ظاہر اور بعض جاہل علم باطن اور ولایتِ خاص کے بوجہ محرومی نور علم باطن کے منکر ہیں، اور کہتے ہیں کہ سوائے علم ظاہر کے کوئی دوسرا علم نہیں، علم باطن کا ثبوت بہت سی جگہ قرآن پاک اور احادیث شریف سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے اگر منکرین علم باطن

قرآن پاک کو پڑھ کر اُس کے معنی اور تفسیر کو بنظر غائر دیکھیں اور احادیث شریف اور اقوال صحابہؓ اور ارشادات ائمۂ اسلام پر غور کریں تو کبھی علم باطن سے انکار نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جناب حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما السلام کا سورۂ کہف میں جس جگہ ذکر فرمایا ہے اور موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کو دریا کے کنارہ پر تشریف لے گئے ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے یوں فرمایا کہ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (ترجمہ: کیا میں تمہاری پیروی کروں اس خیال سے کہ تم مجھے سکھلاؤ گے وہ اُمور ہدایت جو تم کو سکھلائے گئے ہیں؟) اُس کے جواب میں حضرت خضر علیہ السلام نے عرض کیا۔ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (ترجمہ بیشک آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکتے اور (ہاں) آپ ان باتوں پر کیونکر صبر کر سکتے ہیں جو آپ کے تجربہ اور علم سے باہر ہوں) پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ چلے اور جس وقت بحکم خدا حضرت خضر علیہ السلام نے مزدوروں کی کشتی توڑی اور یتیم کی دیوار بنائی اور ایک بچہ کو مار ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی ہر ایک بات پر اعتراض کیا اور اعتراض فرمانا اُنکا بموجب شریعت موسوی بالکل درست تھا۔ ان اعتراضات پر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مفصل کیفیت تعمیل احکام الٰہی بیان کر کے یہ کہا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ (ترجمہ: بس اب آپکا اور میرا ساتھ چھوٹ گیا) پس اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ شریعت ظاہر کے ایک اور دوسرا علم ہے جس کو علم لدنی اور علم باطن کہتے ہیں۔ جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ میں دی ہے فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (ترجمہ: پس اُن دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جس پر ہماری رحمت نازل ہوئی تھی۔ اور ہم نے اس کو اپنے

پاس سے (خاص) علم سکھایا تھا) اگر شریعت موسوی کے سوا، دوسرا علم نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی پیری کی کیا ضرورت تھی جب از روئے عقیدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہتر ہیں اور احکام شریعت توریت کہ جو سراسر نور ہدایت میں خود خدا کے پاس لائے کہ جس کتاب مبین کی اتباع تمام خلق پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک فرض رہی، پس اس سے صاف ثابت ہو گیا، اور کوئی شبہ کی جگہ نہ رہی کہ علم شریعت کے علاوہ دوسرا علم لدنی بھی ہے۔

سوال : بیان مذکور الصدر سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہیں، کیونکہ اتباع ادنیٰ اعلیٰ کی کیا کرتا ہے، اور از روئے عقیدۂ حقہ یہ بات خلاف ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی اولوالعزم ہیں اور حضرت خضرؑ کی ولایت میں سب کا اتفاق ہے اور نبوت میں اختلاف ہے۔

جواب : اول یہ ہے کہ بزرگی اور برتری قرب حق پر منحصر ہے نہ علم پر، علم شریعت اور قرب حق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل ہیں کہ انہوں نے خطاب کلیم اللہ پایا، یہ شرف حضرت خضر علیہ السلام کو کہاں؟

جواب دوسرا : ایک علم ذات و صفات خالق کا ہے، اور دوسرا علم مخلوق کے متعلق ہے تو جسقدر فرق خالق و مخلوق میں ہے، اسی قدر علم خالق و علم مخلوق میں ہے، لہٰذا علم ذات و صفات حق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قدم حضرت خضر علیہ السلام سے غالب ہے اور حضرت خضر علیہ السلام کا قدم علم دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غالب ہے۔ یہی وجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے افضل ہونے کی ہے، علاوہ اس کے اور بہت سی جگہ قرآن پاک میں علم باطن کا ثبوت ہے اب حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے علم باطن کا ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اگر سب احادیث شریف جو علم باطن کے بارہ میں ہیں درج کیجائیں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائیگی۔ لہٰذا میں نہایت اختصار سے کام لوں گا جو اہل علم اور حق پسند اصحاب کیلئے کافی ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

ارشاد الطالبین میں ایک فصل اثبات ولایت میں تحریر فرماتے ہیں اسکو میں بعینہ لکھتا ہوں۔

فصل در اثبات ولایت: بدان اسعدک اللہ تعالیٰ کہ چنانچہ در انسان کمالات ظاہری

فصل ثبوت ولایت میں: اے عزیز جان تو خدا تجھے نیک کرے کہ جس طرح انسان میں کمالات ظاہری

ہستند آن اعتقادات صحیحہ موافق قرآن حدیث و اجماع اہلسنت والجماعت و اعمال صالحہ

ہیں اور وہ صحیح اعتقادات موافق قرآن و حدیث اور اجماع اہلسنت والجماعت اور نیک اعمال

و ادائے فرائض و واجبات و سنن و مستحبات و ترک محرمات و مکروہات و مشتبہات و بدعات

اور ادائے فرائض اور واجبات اور سنت اور مستحبات اور حرام چیزوں کا چھوڑنا اور مکروہات و مشتبہات اور بدعات کا

اند، ہمچنان در انسان دیگر کمالات باطنی می باشند، در صحیح بخاری و مسلم از عمر بن الخطاب

چھوڑنا ہیں اسیطرح انسان میں دوسرے کمالات باطنی ہوتے ہیں، صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عمر بن الخطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ کہ مردے ناشناختہ نزد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک اجنبی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر

پرسید کہ اسلام چیست؟ فرمود کلمہ شہادت و نماز و زکوٰۃ و روزہ ماہ رمضان و حج بشرط قدرت

پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کلمہ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور روزے رمضان کے مہینے کے اور حج بشرط قدرت

گفت کہ راست گفتی۔ پس تعجب کردیم کہ سوال می کند و تصدیق می نماید، پس از ایمان پرسید

اس شخص نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا، پس ہمنے تعجب کیا کہ سوال بھی کرتا ہے اور اسکی تصدیق بھی خود ہی کرتا، پھر ایمان کے متعلق پوچھا

فرمود آنکہ ایمان آری بخدا و فرشتگان و کتابہا و رسولاں و روز قیامت و آنکہ خیر و شر ہمہ

آپنے فرمایا کہ ایمان لائے تو خدا پر اور فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر اور تمام نیکی اور بدی

بتقدیر الٰہی است، گفت راست گفتی، پس تر پرسید کہ احسان چیست؟ فرمود آنکہ عبادت

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی ہوئی ہے، اس شخص نے کہا کہ سچ فرمایا آپنے، پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے یا رسول اللہ! آپنے فرمایا کہ تو خدا کی عبادت ایسی

کنی خدارا چنانکہ گویا اُو را می بینی۔ واگر تو اُو را نمی بینی بدانی کہ او ترا می بیند۔ پس تر از

کرے کہ جیسے تو اُس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو یہ جانے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر قیامت

قیامت پرسید، فرمود کہ از تو زیادہ نمی دانم۔ پس تر علامات قیامت پرسید دا ازاں

کے بارہ میں پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں تجھ سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر اُس نے قیامت کی نشانیاں پوچھیں آپ نے قیامت

نشان داد۔ پس تر فرمود کہ جبرئیلؑ بود، برائے آموختن دین شما آمدہ بود۔ ازیں حدیث معلوم

کی نشانیاں بتلائیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ جبرئیلؑ تھے، تمھیں دین سکھانے آئے تھے۔ اس حدیث شریف

می شود کہ سوائے عقائد و اعمال کمالے دیگر است مسمّی بہ احسان کہ آں را ولایت نام شد

سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے عقائد اور اعمال کے کوئی اور دوسرا کمال بھی ہے جس کا نام احسان ہے کہ جسکو ولایت کہتے ہیں

صوفی را چوں محبت الٰہی مستولی شود کہ در اصطلاح فنائے قلب گفتہ شود دل اُو بمشاہدہ محبوب

صوفی پر جب محبت خدا غالب ہوتی ہے کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اُسکو فنائے قلب کہا جاتا ہے۔ اُس کا دل محبوب حقیقی

حقیقی مستغرق و مستہلک می باشد و بغیر او متوجہ نمی شود دریں حالت خدارا می بیند کہ رویت او

(یعنی اللہ تعالیٰ) کے دیکھنے میں ہمہ تن مستغرق اور اُسی میں فانی رہتا ہے اور سوائے اللہ کے اُسکی کسی طرف توجہ نہیں

در دنیا عادتاً محال ست لیکن صوفی را دریں وقت حالتے ست کہ گویا خدارا می بیند و پیش

ہوتی اس حالت میں حق تعالیٰ کو نہیں دیکھتا کیونکہ دیکھنا اللہ کا دنیا میں محال ہے۔ لیکن صوفی پر اس وقت ایسی حالت طاری ہوتی ہے گویا وہ

ازیں حالت صوفی بتکلف خود را بریں حال میداد، رسول کریمؐ ازاں حالت خبر داد کہ بدانی

خدا کو دیکھ رہا ہے اور اس حالت سے پہلے درویش تکلف سے اپنے کو اس حالت پر رکھتا ہے۔ رسول کریم صلعم نے اس حالت کی

خدا ترا می بیند۔ دلیل دیگر آں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمود کہ در بدن انسان پارۂ

خبر دی کہ تو یہ جانے کہ خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ دلیل دوسری یہ ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں

گوشت است کہ اگر او صالح شود تمام بدن صالح شود و اگر فاسد شود تمام بدن فاسد شود

گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ اچھا ہے تو تمام بدن اچھا ہے، اگر وہ خراب ہو تو تمام بدن خراب ہو
و آں دل است و شک نیست کہ صلاحِ دل کہ سبب صلاح بدن باشد، آنرا صوفیاء فنائے
اور وہ دل ہے، اور شک نہیں ہے کہ اصلاحِ دل اصلاح بدن کا باعث ہے۔ اس کو صوفیہ فنائے
قلب می گویند، چوں در محبت الٰہی فانی شود و نفس در ہمسائگی او متاثر شود از امارگی باز آید
قلب کہتے ہیں جب محبتِ الٰہی میں فانی ہوتا ہے اور نفس اسکی ہمسائگی میں اس کے تاثیر پاکر اپنے مکر و فریب سے باز رہتا ہے
و حب فی اللہ و بغض فی اللہ کسب کند، لاجرم تمام بدن مطیع و فرمانبردار شرع شود، اگر
تو پھر محبت اور بغض اللہ کے لئے حاصل کرتا ہے۔ یقیناً تمام بدن تابعدار اور فرمانبردار شرع شریف کا ہوتا ہے اگر
کسے گوید صلاح قلب از ایمان و اعمال است لاغیر گفتہ شود کہ در حدیث صلاح قلب
کوئی کہے کہ اصلاح دل ایمان اور عمل سے ہے، اس کے سوا نہیں تو کہا جائے گا کہ حدیث شریف میں اصلاحِ دل
را سبب صلاح بدن فرمودہ و صلاح بدن عبارتست از اعمال صالح، پس صلاحِ قلب
کو اصلاحِ بدن کا باعث فرمایا ہے اور اصلاح بدن سے مقصود اعمال صالح ہیں، پس اصلاحِ قلب
اگر مجرد ایمان را گفتہ شود، مجرد ایمان غالباً بدون صلاح بدن ہم می باشد، و اگر مجموعۂ ایمان
اگر محض ایمان کو کہا جائے تو صرف ایمان غالباً بدون اصلاح بدن بھی ہوتا ہے، اور اگر مجموعۂ ایمان
و اعمال را صلاح قلب گفتہ شود، پس آں را سبب صلاحِ بدن گفتن درست نہ باشد،
و اعمال کو اصلاحِ قلب کہا جائے۔ پس اسکو سبب صلاح جسم کہنا درست نہیں ہوگا
دلیل سوم آں کہ اجماع منعقد ست بر افضلیت صحابہ بر غیر شاں و در علم و عمل
دلیل تیسری یہ ہے کہ اجماع منعقد ہے کہ صحابہ افضل ہیں ان سے کہ جو صحابہ نہیں ہیں اور علم و عمل میں
غیر صحابہ با صحابہ مشارکت دارند، و با ایں ہمہ رسول کریم فرمود کہ اگر دیگرے مثل جبل احد
صحابہ سے غیر صحابہ مشارکت رکھتے ہیں۔ باوجود اس کے رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص پہاڑ احد کے برابر

زر در راہِ خدا خرج کند برابر نیم صاع جو کہ صحابہ در راہِ خدا خرج کردہ باشند نمی تواند شد

سونا چاندی خدا کی راہ میں خرچ کرے، تب بھی میرے صحابہؓ کے آدھ سیر جو کے برابر نہیں ہو سکتا۔

پس ایں نیست مگر از سبب کمال باطنی کہ بسبب صحبت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم باطن ایشاں

کہ جو میرے صحابہؓ نے راہ خدا میں خرچ کیے ہیں پس نہیں ہو مگر بسبب کمال باطنی کے کہ جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت

از باطن پیغمبر خدا مستنیر شدہ۔ اگر اولیائے اُمت ایں دولت یافتند از صحبت پیراں یافتند

کیونکہ انکا باطن پیغمبر خدا صلعم کے باطن سے روشن ہو گیا تھا اگر اولیائے اُمت نے اس دولت کو پایا ہے تو پیرانِ عظام کی صحبت سے پایا ہے

و بوساطت از باطن پیغمبر خدا مستنیر شدند، و تفاوت میان ایں صحبت و آں صحبت ظاہر ست،

اور اُن کے وسیلہ سے وہ پیغمبر خدا صلعم کے باطن سے منور ہوئے ہیں اور اس صحبت اور اُس صحبت میں فرق ظاہر ہے

پس معلوم شد کہ سوائے کمالات ظاہری کمالیست باطنی کہ آں تفاوت درجات بسیار دارد،

پس معلوم ہوا کہ سوائے کمالات ظاہری کے کمال باطنی بھی ہے کہ وہ درجوں میں بہت فرق رکھتا ہے

چنانچہ حدیث قدسی برآں دلالت می کند کہ حق تعالیٰ می فرماید ہر کہ بمن یک وجب نزدیکی

چنانچہ حدیث قدسی اسپر دلالت کرتی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے ایک بالشت نزدیکی

جوید من بوے یک گز نزدیکی جویم، و ہر کہ بمن یک گز نزدیکی جوید من بوے یکباع ذکر رو

ڈھونڈھتا ہے میں اُس سے ایک گز نزدیکی ڈھونڈھتا ہوں، جو شخص مجھ سے ایک گز نزدیکی ڈھونڈھتا ہو میں اُسکی طرف

نیم گز باشد نزدیکی جویم۔ و فرماید کہ بندہ ہمیشہ بمن نزدیکی جوید بعبادات نافلہ، تا آں کہ من اُو را

ساڑھے تین گز نزدیکی ڈھونڈھتا ہوں اور فرماتا ہے کہ بندہ ہمیشہ مجھ سے عبادات نافلہ سے نزدیکی ڈھونڈھتا ہے، یہاں تک کہ اسکو

دوست می دارم و چوں اورا دوست می دارم بینائی و شنوائی و قدرت اُو من می شوم۔

میں دوست رکھتا ہوں اور جب دوست رکھتا ہوں تو اسکی بصارت سماعت اور طاقت میں ہی ہو جاتا ہوں۔

دلیل چہارم: آنکہ جماعتے بے نہایت کہ اتفاق شاں از کذب عقل محال می داند و آں

چوتھی دلیل یہ ہے کہ ایک بڑی جماعت کہ ان کا اتفاق علی الکذب عقل محال جانتی ہے

جماعت بہ قسمے است کہ ہر ہر فرد شان بسبب تقویٰ و علم بہ قسمے ست کہ تہمت کذب بر وے

اور وہ جماعت اس قسم کی ہو کہ ہر ہر شخص انکا تقویٰ اور علم کے سبب سے ایسا ہے کہ تہمت جھوٹ کی اُنپر کسی طرح

روا نہ باشد بزبان قلم و قلم زبان خبر می دہند کہ مارا بسبب صحبت مشایخ کہ سلسلۂ صحبت شاں

روا نہیں ہو سکتی۔ قلم کی زبان اور زبان کی قلم سے خبر دیتے ہیں کہ ہم کو صحبت مشائخ کی وجہ سے کہ انکی صحبت کا

برسول کریم صلعم می رسد در باطن حالتے پیدا آمدہ سوائے عقائد و فقہ کہ قبل از صحبت شاں بداں

سلسلہ نبی کریم صلعم تک پہونچتا ہے۔ باطن میں ایک حالت پیدا ہوئی کہ وہ سوائے عقائد و فقہ کہ انکی صحبت سے پہلے

متحلی بودند و ایں حالت کہ حاصل شدہ محبت با خدا و دوستان خدا و اعمال صالح و تیقنات

اس سے آراستہ تھے اور اس حالت سے کہ جو حاصل ہوئی محبت خدا کے ساتھ اور اُسکے دوستوں کیساتھ اور اعمال نیک

حسنات و رسوخ در اعتقادات حقہ زندہ شدہ ، و ایں حالت کہ البتہ کمال ست موجب کمالات

اور اچھی ترقیاں در اعتقادات حقہ کی پختگی زندہ ہوئی اور یہ حالت کہ بیشک کمال ہے ، کمالات کا سبب ہے

دلیل پنجم : خرق عادات و ایں دلیل ضعیف است ، مگر اینکہ بانضمام تقویٰ از

پانچویں دلیل : خرق عادات لیکن یہ دلیل ضعیف ہے ، مگر یہ کہ تقوے کے ساتھ مل جانے

سحر ممتاز می شود ، و بر کمال دلالت دارد ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اسمیں اور سحر میں امتیاز ہو جاتا ہے اور کمالات پر دلالت کرتا ہے ؛

اور نیز قاضی صاحبؒ موصوف مالابد منہ کے آخر کتاب الاحسان میں فرماتے ہیں ،

جان اے عزیز اللہ تعالیٰ نیک کرے تجھ کو یہ جو کچھ کتاب مالابد منہ میں کہا گیا ہے یہ صورت

ایمان اور صورت اسلام اور صورت شریعت کی ہے اور مغز اور حقیقت اسکی درویشوں کی

خدمت میں ڈھونڈھنا چاہیئے ۔ اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ حقیقت خلاف شریعت ہے کیونکہ بات

جہل اور کفر ہے بلکہ یہی شریعت ہے کہ خدمت نہ دوستوں میں جب تعلق علمی و حتی کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے رکھتا ہے۔ اس سے پاک ہوتا ہے۔ اور برائی نفس کی دور ہو کر نفس مطمئنہ ہوتا ہے اور خلوص حاصل ہوتا ہے۔ پھر یہی شریعت اس کے حق میں بامغز ہوجاتی ہے اور نماز اسکی اللہ کے نزدیک تعلق دوسرا ہم پہنچاتی ہے اور دو رکعتیں اس کی اوروں کی لاکھ رکعتوں سے بہتر ہوتی ہیں اور اسی طرح سے روزہ اُس کا اور صدقہ اُس کا " تمام ہوا کلام قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔

علاوہ دلیل مذکورۂ بالا کے یہ دلیل صریح علم باطن پر دلالت کرتی ہے کہ اگر صرف علم ظاہری ہوتا علم باطنی نہ ہوتا تو ازروئے انصاف عقل ظاہری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سب صحابہؓ سے بہتر ہوتے، کیونکہ علم حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے سب صحابہؓ سے زیادہ پھیلا ہے اور اگر ترقی اسلام پر انحصار بزرگی کا ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب اُمت میں بہتر ہوتے کیونکہ جسقدر اسلام نے آپکے زمانہ میں ترقی کی اُس نسبت پر کسی اور صحابی کے وقت میں ترقی نہیں کی۔ اور اگر کثرت محبت پر حصر ہوتا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہوتے، کیونکہ جس وقت انھوں نے سنا کہ جنگ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوگیا، تو انھوں نے اپنے سب دانت توڑ ڈالے، اور اگر دنیا سے دست برداری پر حصر ہوتا تو اصحاب صفہ خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر سبقت لیجاتے، لیکن بالاتفاق اُمت میں خیر البشر بعد الانبیا، بالتحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مانے گئے ہیں۔ اب میں ان کی بہتری کا سبب اور صحابہؓ کے مقابلہ میں بیان کرتا ہوں، اور وہ کیا چیز ہے کہ جس نے ان کو سب سے بہتر بنایا؟ ان کی شان میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایسا فرمایا ہے کہ مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ (ترجمہ، اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز میرے سینہ میں نہیں ڈالی مگر میں نے اُسکو ابوبکر کے سینہ میں ڈالدیا) اس حدیث شریف سے بیّن طور پر

یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علاوہ علم ظاہر کے ایک اور علم باطن ہے کہ جو سینہ میں پڑتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (ترجمہ: کیا ہم نے نہیں کھولا تیرے سینے کو تیرے (فائدہ کے لئے) علم ظاہر کا تعلق زبان، کان اور آنکھ سے ہے۔ یعنی زبان سے پڑھتے ہیں اور کان سے سنتے اور آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں چیزوں کو نہ فرمایا بلکہ یوں فرمایا کہ اللہ کی طرف سے جو چیز میرے سینہ میں پڑی وہ میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال دی۔ یہ شرف کسی صحابی کو حاصل نہیں، اور تعلق اس علم کا علم لدنی سے ہے۔ اگر تعلق اس کا علم ظاہر سے ہوتا تو حضرت رسول پاک صلعم یوں فرماتے کہ جو کچھ سنا میں نے اللہ کی طرف سے سنایا میں نے ابوبکرؓ کو۔ دوسری حدیث شریف میں یوں ارشاد فرمایا کہ عمرؓ کی تمام عمر کی نیکیوں سے ابوبکر صدیقؓ کی ایک نیکی بہتر ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تمام اُمت کا ایمان ایک پلہ میں رکھا جائے اور ابوبکرؓ کا ایمان دوسرے پلہ میں تو بھاری ہوگا ایمان ابوبکرؓ کا۔ ان احادیث نبوی صلعم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ علم ظاہر کے کوئی دوسرا علم ہے کہ جس کی وجہ سے ان کا ایمان ساری اُمت سے بھاری اور اُن کی ایک نیکی حضرت عمرؓ کی تمام عمر کی نیکیوں پر سبقت رکھتی ہے۔ اور تعلق اس کا قلب سے ہے۔ چنانچہ کسی شخص نے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ دعویٰ محبت کرتے ہیں، اور بدن آپ کا موٹا ہے اگر محبت ہوتی تو موٹے نہ ہوتے۔ اس سائل کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا (شعر)۔

احب قلبی و ما دری بدنی ولو دری ما اقام فی السمن

میرے دل نے محبت کی خدا سے اور میرے جسم نے نہ سمجھا، اگر جسم سمجھتا تو فربہ نہ ہوتا۔

اگر صرف علم شریعت ہی ہوتا اور علم باطن نہ ہوتا تو بہت سے علماء ان صحابہؓ سے بہتر ہوتے کہ جو عالم نہ تھے اور بہت سے مجاہدین ان صحابہؓ سے بہتر ہوتے کہ جن صحابہ کو جہاد کا موقع نہ ملا۔ تو عقل سلیم اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ ان پڑھ صحابہؓ سے عالم بہتر ہو اور غیر مجاہد صحابہ سے مجاہد بہتر ہو اور جن

صحابہؓ کی عمر نے وفا نہ کی۔ اور ان کو کثرت عبادات اور صدقات اور خیرات کا موقعہ نہ ملا اس کے امتی بہتر ہونا چاہیئے جو اس پر ان کے بعد ان اعمال خیر کا عامل ہوا۔ لیکن بنظر عمیق وازروئے عقل سواد اُمت کا اتفاق اس بات پر ہے کہ صحابہؓ کی شان تو کہیں بالاتر ہے۔ ان کے دیکھنے والے تابعین اور تابعین کے دیکھنے والے تبع تابعین اور وہ بھی دنیا کے لحاظ سے حسب نسب میں کم ہوں تو انکے مرتبہ کو اُمت میں امام شریعت ہو یا امام طریقت اور وہ بھی دنیا کے لحاظ سے حسب نسب میں بہتر ہوں تب بھی ادنیٰ تابعی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہ کیا ہے؟ یہ سب خاتم النبیین صلعم کی صحبت مبارک اور قرب زمانہ نبوت کا سبب ہے کہ جو خلوص اور نورانیت اور حقانیت ان کے دلوں میں آفتاب نبوت نے ڈالی اور اُن کے دلوں کو روشن کیا وہ کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ حضرت مولٰنا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی ارشاد کو اسی مطلب میں خواجہ عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں:

علم آموزی طریقش قولیست — حرف آموزی طریقش فعلیست

علم سیکھنے کا طریقہ قول ہے — حرفت سیکھنے کا طریقہ عمل ہے

فقر خواہی آں بہ صحبت قائم ست — نے زبانت کاری آید نہ دست

اگر تو فقر چاہتا ہے تو اسکا انحصار صحبت پر ہے — نہ تیری زبان اس میں کام آوے گی نہ ہاتھ

اور باوجود علم ظاہر میں کمل ہونے کے حضرت مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شمس تبریزؒ رحمۃ اللہ علیہ سے علم باطن اخذ کیا اور یہ فرمایا:۔

ہیچ چیزے خود بخود پیدا نہ شد! — ہیچ آہن خود بخود تیغ نہ شد

کوئی چیز اپنے آپ پیدا نہیں ہوئی — اور نہ کوئی لوہا اپنے آپ تلوار ہوا

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم — تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مولوی قطعاً اسوقت تک مولائے روم نہ ہوا — جب تک شمس تبریزی کا غلام نہ بنا

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے　　بندۂ اعیان بخارا خواجۂ نساج ما

اگر علم حال علم قال پر فوقیت نہ رکھتا تو کب ہوتا؟　　کہ بخارا کے سردار خواجۂ نساجؒ کے غلام بن گئے

اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پرورش یافتۂ آفتاب نبوت کے ہیں اور اولیائے کرام پرتو کے حاصل کرنے والے
اُمت . تو جس قدر آفتاب اور چراغ میں فرق ہے . اُسی قدر صحبت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم صحبت یافتہ
اولیاء میں فرق ہے . حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ صحبت اولیاء کی یہ تعریف فرماتے ہیں :

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ایک عرصہ تک اولیا کی صحبت میں رہنا　　سو سال کی خالص عبادت سے بہتر ہے

گر تو سنگ خارہ مرمر شوی　　چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

اگرچہ تو بے کار پتھر مرمر ہے　　لیکن جب کسی صاحبدل کے پاس پہونچیگا تو گوہر بن جائیگا

جب صحبت اولیاء کا یہ اثر ہے کہ ایک ساعت اولیاء کی صحبت سو برس کی عبادت خالص
و با اتقا سے بہتر ہو اور ٹھوکریں کھانے والا پتھر صحبت سے گوہر بنجائے تو پھر بھلا صحبت یافتہ خاتم النبیین
صلعم کے کمالات اور بزرگی اور خلوص کا کون اندازہ کرسکتا ہے ، اگر تمام انسان برسوں کا تیل جمع
کریں اور اُس کو ایک شب میں اور ایک ہی وقت میں جلائیں تب بھی اسکی روشنی مثل دن کے نہیں کر سکتے
اسی طرح آفتاب نبوت کے صحبت یافتوں کی بھی کوئی برابری نہیں کرسکتا . حضرت ابو ہریرہؓ سے
روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلعم سے دو علم پہنچے ہیں ، ایک تو یہ علم کہ جو تم کو پہنچایا اور ایک دوسرا علم ہے
اگر ظاہر کروں اُسکو تو حلق میرا حلق کاٹ ڈالے ، اس حدیث شریف سے علم ظاہر اور علم باطن الگ
الگ معلوم ہوگیا ، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب کرامؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و اولیائے
عظام رحمۃ اللہ علیہم اور عام مومنین کے علم اور عمل اور تفاوت درجات کا حال ہر ایک شخص کی عقل
میں یوں خوب آجائیگا کہ مکان کے اندر ایک طرف دیوار کے قریب چراغ جلا دیا جائے اور اُس کے مقابلہ

لہ حضرت مولانا کا اشارہ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی کیطرف ہے -

پر دوسری طرف دیوار کے قریب کوئی کھڑا ہو جائے تو جتنا اُس کا قد ہوگا اتنا ہی سایہ پس پشت دیوار پر پڑیگا اور جوں جوں وہ شخص چراغ سے قریب ہوتا جائیگا اُسیقدر اُس کا سایہ بڑھتا جائے گا اور جب وہ چراغ سے نہایت قریب جائیگا اور ہاتھ کا انگوٹھا چراغ کی لو کے قریب کردیگا۔ تو اُس کے انگوٹھے کا سایہ تمام مکان کو گھیرے گا۔ اسی پر قیاس کرلو، کہ جو شخص جسقدر خدا کی جناب میں زیادہ قریب ہوگا اُسیقدر اُسکا عمل زیادہ زبردست اور بھاری اور وسیع ہوگا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ اولیاء کے مقابلہ میں سبقت لیگئے ہیں اور اسی وجہ خاص سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صحابہؓ سے بہتر ہیں کہ قرب حق میں نہایت اقرب ہیں۔ لہٰذا اُن کا ایمان سب اُمت کے ایمان سے بھاری اور حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی تمام عمر کی نیکیوں سے اُنکی ایک نیکی بہتر ہے، مذکورہ بالا بیان سے یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ بزرگی اور برتری کسی کی صورت و شکل حسب و نسب مال جاہ اور علم پر نہیں ہے بلکہ جسقدر جو شخص خدا سے زیادہ ڈرنیوالا ہوگا، اُسی قدر وہ مقرب بارگاہ صمدی ہوگا اور اُسیقدر اُسکے فعل کی قدر خدا کے نزدیک ہوگی۔ اور اس امر کی تصدیق قرآن پاک سے ہوتی ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (ترجمہ: تحقیق تم میں سے خدا سے زیادہ ڈرنے والا (پرہیزگار) اللہ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے) اسی آیت کا ترجمہ مولانا محمد رمضان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کیا ہے،

جس گھر تقوی وہی ادلا ۔۔۔ ہو سید یا ہو گولا (غلام)

اور حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی ۔۔۔ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

غلام محبت خدا ہو اور اپنی بزرگی ذات کو چھوڑ دے اے جامی: کیونکہ راہ خدا میں حسب نسب کوئی چیز نہیں ہے۔

دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غلام ہیں، حبشی ہیں لیکن یہ تو کیا؟ ان جناب کے صحبت بابرکت

وہ بھی غلام ہوں کہ جنکو تابعی کہیں گے، ان غلام تابعی کے مرتبہ کو امت میں کوئی امام شریعت سوائے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کہ آپ تابعین میں سے ہیں اور کوئی امام طریقت کوئی قطب مدار کوئی قطب ارشاد نہیں پہنچ سکتا، یہ کیا ہے؟ یہ صرف خیر و برکت انوار رسالت کا سبب ہے بلکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعلین مبارک شاہان روئے زمین کے تاجوں سے افضل و بہتر ہیں۔ بقول مؤلف:-

کفشہا حضرت بلالؓ با صفا!
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جوتیاں

بہتر اند از تاج جملہ شہا!
تمام بادشاہوں کے تاجوں سے کہیں زیادہ اچھی ہیں

ہر کہ دید آں راد اُو شد تابعی
جس نے آپ سے ملاقات ساتھ ایمان کے کی وہ تابعی ہے

تابعی بہ از ولی و متقی
اور تابعی کا رتبہ ولی و متقی سے زیادہ ہے

در مراتب آنجناب خوشخصال
آپ کے مرتبہ کو ....

نے رسد صاحب نسب صاحب کمال
نہ کوئی صاحب نسب پہنچ سکتا ہے نہ صاحب کمالات

ایں بزرگی ہست ز قرب مصطفےؐ
یہ شرف قرب صحبت مصطفیٰ کی وجہ سے حاصل ہوا

نیست از ذکر و جہاد و اتقا
نہ کہ جہاد و عبادت و پرہیزگاری کی وجہ سے

سینہ از سینہ منور می شود
سینہ سے سینہ اسطرح منور ہوجاتا ہے

عضو دیگر در تحیر می شود
کہ دوسرے اعضاء حیران رہ جاتے ہیں

زیں سبب فرمود حق جل علا
اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

یارسول اللہ الم نشرح لک
کہ اے حبیب کیا ہم نے تمہارے سینہ کو نہیں کھولا

جائے دیگر گفت ستار و کریم
دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں کہا

نفع یابد صاحب قلب سلیم
کہ جو روز حشر میں قلب سلیم لائیگا وہ نفع اٹھائیگا

اگر صرف ظاہری شکل وقال وحسب ونسب حسن وجمال پر ہی حصر ہوتا تو حکمائے یونان اور اہل عرب لسّان وحسینان ترکستان خدا کے مقبول ہوتے اور صرف صورت انسان پر ہی بزرگی کا انحصار ہوتا تو سب انسان برابر ہوتے۔ اسی مطلب اور اسی معنی میں حضرت مولنا **رومی** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر
باصفاؤں کے کام میں اپنے قیاس کو دخل نہ دے — اگرچہ لکھنے میں شیر و شیر دونوں یکساں ہیں
شیر آں است آں کہ آدم را درد — شیر آں است آں کہ آدم می خورد
شیر تو وہ ہے جو آدمی کو کھا جاتا ہے (لیکن) شیر (دودھ) وہ جسکو آدمی کھا جاتا ہے
ہمسری با اولیاء برداشتن — انبیاء را ہمچو خود پنداشتن
ولیوں کی برابری کرنا .... — اور پیغمبروں کو اپنا جیسا جاننا
گفت شاں با ایشاں بشر ما و شاں بشر — ما و ایشاں بستہ اند در خواب و خور
اور یہ کہنا کہ ہم بھی آدمی ہیں یہ بھی آدمی — ہم اور وہ دونوں کھانے پینے میں برابر ہیں
ایں خیال جاہلان و ناقصاں — ہست باعث غی و گمراہی زیاں
جاہلوں اور ناکارہ لوگوں کا یہ خیال باطل — گمراہی بے راہی اور نقصان اٹھانے کا باعث ہے
ہر دو صورت گر بہم ماند رواست — آب تلخ و آب شیریں را صفاست
اگر دونوں کی صورت یکساں ہو تو کیا ہوا — میٹھے اور کڑوے پانی کی صفائی ایک سی ہوتی ہے
ہر دو یک گل خوردہ زنبور و نحل (مثل) — لیک شد زاں نیش و زیں دیگر عسل
(بھڑ اور شہد کی مکھی) ایک ہی پھول سے کھاتے ہیں تو دونوں برابر ہی — لیکن ایک سے ڈنک بنتا ہے اور دوسرے سے شہد حاصل ہوتا ہے
ہر دو گون آہو گیاہ خوردند و آب — زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب

بستاں اور ختن کے ہرن دونوں کھاتے گھاس ہیں — لیکن ایک سے مینگنی حاصل ہوتی ہیں دوسرے سے مشک

ہر دو نے خوردند از یک آب خور — آں یکے خالی و آں پر از شکر

گنا اور نرسل دونوں ایک جگہ سے پانی پیتے ہیں — لیکن ایک اندر سے خالی رہتا ہے اور ایک شکر سے بھرا ہوا

ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد — واں خورد آید ہمہ نور احد

اسی طرح ناقص آدمی جو کچھ کھاتا ہے اس سے بخل و حسد پیدا ہوتے ہیں — اور خاصانِ خدا جو کچھ کھاتے ہیں اس سے نورِ خدا پیدا ہوتا ہے

گر بصورت آدمی انساں بدے — احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

اگر صورتِ ظاہری ہی انسان کا شرف ہوتا — تو حضرت رسول مقبول صلعم اور ابوجہل یکساں ہوتے

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں — فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں

ایسی ہی لاکھوں ہم شکل چیزیں ہیں — لیکن اُن کے آپس میں کوسوں کا فاصلہ ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی ان انسانوں میں کہ جو جہنمی ہیں اور جو جنتی ہیں اور اندھے ہیں، اور آنکھوں والے ہیں، فرق فرماتا ہے لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ (ترجمہ: دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہیں) وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ (اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتا) فاعتبروا یا اولی الابصار۔

فصل تیسری اس بیان میں کہ علمِ باطن فرض ہے

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلب طریقت اور سعی کرنا واسطے تحصیل کمالاتِ باطنی کے واجب ہے۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ (اے مومنو! پرہیز کرو نارضیات، خدا سے کمال پرہیزگاری) یعنی ظاہر و باطن میں کوئی چیز خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے نہ ہو عقائد و اخلاق سے

ساتھ کمال تقویٰ کے، اور امر واسطے وجوب کے ہوتا ہے۔ اور کمال تقویٰ بغیر ولایت کے حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ذکر کیا گیا، رذائل نفس، حسد و حقد و کبر و ریا و سمعہ و عجب و منت اور سوائے اس کے کہ حرمت اسکی کتاب و سنت و اجماع سے ثابت ہے۔ جبتک زائل نہو کمال تقویٰ کا کیونکر درست ہو، اور یہ متعلق ہے ساتھ فنائے نفس اور ترک معاصی کے۔ تقویٰ عبارت اس سے ہے، اور معتبر ہے ساتھ اصلاح جسم کے کہ محل اصلاح دل کا ہے جیسے کہ حدیث شریف میں ذکر ہوا کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ صالح ہو تو تمام بدن صالح ہو اور اگر وہ خراب ہو تو تمام بدن خراب ہو۔ اور وہ دل ہے اور اسکو صوفی فنائے قلب کہتے ہیں، ولایت عبارت فنائے نفس سے ہے۔ صوفیا کہتے ہیں زلب کرما در صد آنیم ہمگی ہفت گام ست" یعنی فنائے لطائف خمسہ عالم امر قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ و فنائے نفس، تصفیہ لطیفہ قلب کہ عبارت صلاحیت بدن سے ہے۔ تقویٰ ساتھ کثرت نوافل کے تعلق نہیں رکھتا ہے اور تقوےٰ عبارت ہے خالی ہونا واجبات کا، اور پرہیز کرنا منہیات سے، ادا کرنا فرائض و واجبات کا بغیر خلوص کے اعتبار نہیں رکھتا ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (ترجمہ پس خدا کی عبادت اسکو شرک سے خالص کرکے) پس تحصیل کمالات ولایت از فرائض آمدہ) (ترجمہ: پس کمالات ولایت کا حاصل کرنا فرض ہوا) چونکہ حاصل کرنا ولایت کا ایک امر وہبی مقدور نہیں ہے یعنی انسان کے قابو اور طاقت سے باہر ہے اور تکلیف بقدر طاقت ہے، اسی واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (ترجمہ: یعنی پرہیز کرو تم ناراضمندی خدا سے جس قدر کرسکو تم) پس حکم کیا گیا، جان توڑ کر بذل (یعنی کوشش کرنا) و تبلیغ (یعنی دست دراز کرنا) اس کی تحصیل میں واجب ہے، دوسرے یہ کہ ولایت کے مرتبے بے نہایت ہیں۔ جیسے کہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں | بمیرد تشنہ مستسقے و دریا ہمچناں باقی

نہ اسکے حسن کی کچھ نہایت ہے اور نہ سعدی کی باتوں کا کچھ ٹھکانا | مریض عشق اگرچہ بہت ہے پیاسا رہتا ہے لیکن پھر بھی پیاسا رہتا ہے

اسی طرح تقویٰ بھی بے نہایت مرتبہ رکھتا ہے۔ حضرت رسول خدا صلعم فرماتے ہیں ان اعلمکم و اتقاکم باللّٰہ انا (ترجمہ: تحقیق میں تم سے زیادہ عالم و متقی ہوں) جس قدر انسان مراتب قرب حق میں ترقی کرتا ہے خوف خشیت اسپر غالب ہوتی ہے اور متقی زیادہ ہوتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (ترجمہ: تم میں کا زیادہ متقی اللہ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے) جب تقویٰ کی نہایت نہیں تو سعی ترقی مقامات قرب و تحصیل تقویٰ میں ہمیشہ واجب ہوئی اور طلب زیادتی علم باطن فرض ہوئی قال اللّٰہ تعالیٰ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (ترجمہ: کہہ اے نبیؐ! اے خدا میرا علم زیادہ کر) اور قناعت کرنا مراتب قرب میں حرام ہے کامل پر۔ جیسے کہ حرام ہے ناقص پر۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود	تا جان باقی ست در طلب باید بود
اللہ کی راہ میں تمام آداب پورے کرنے چاہئیں	جبتک جان میں جان ہے طلب میں رہنا چاہیئے
دریا دریا اگر بکامت ریزند	کم باید کرد و خشک لب باید بود
اگر کئی دریا تجھے سیراب کریں،	تب بھی تو کم سمجھ اور خشک ہونٹھ رکھ

مولٰنا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر بے نہایت درگہیست	ہرچہ بروے می رسی بروے مایست
اے بھائی بے انتہا درگاہیں ہیں!	جب کسی درگاہ پر پہنچے تو اسکو نہایت سمجھ اور آگے ترقی کر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ | یعنی ہمیشہ رہونگا میں سفر میں تا کہ پہنچوں میں اُس جگہ کہ جہاں دریا کھارا اور

اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ؕ | میٹھا جمع ہوتے ہیں کرد وہ مکان حضرت خضرؑ تعلیم آپکی علوم ہوا تھا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقی ہوئے تو فرمایا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (ترجمہ: کہا کہ متابعت کروں میں تیری اس واسطے کہ سکھائے تو مجھکو وہ علم کہ خدا نے تجھ کو دیا ہے) اتمام ہوا کلام قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا۔

جو کچھ حضرت قاضی صاحبؒ نے فرمایا بیشک درست ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں دو چیزیں ہیں ایک ظاہر اور ایک باطن۔ جسم ظاہر کا علاج شریعت ہے۔ اور باطن کا طریقت۔ لیکن علاج باطن کی نہایت ضرورت ہے کیونکہ جیسے کسی کے فساد خون ہو، اور فساد خون کی وجہ سے پھوڑے پھنسی وغیرہ جسم پر اُٹھیں تو زخم کے واسطے مرہم پٹی کیجائے تو یہ فائدہ سے تو خالی نہیں ہے۔ مگر کافی نہ ہوگی، بلکہ فساد خون کیواسطے مسہل اور ادویہ مصفیات کارآمد ہونگی۔ تاکہ مادہ فاسد اندرونی کو دفع کریں اور پھر ظاہر جسم پر کوئی پھوڑا پھنسی نہ اُٹھے، اسی طرح باطن کی خرابیوں کا علاج علم باطن ہے تاکہ پھر ظاہر اعضا آنکھ کان زبان ہاتھ پاؤں وغیرہ میں، مادہ فاسد معصیت کا نہ پھوٹے اور جان اور جسم دونوں پاک ہوجائیں اے عزیز اس جہاں میں ہر چیز کا ظہور پر تو ہے اسماء و صفات الٰہی کا چنانچہ ھوالظاہر ہے شریعت ہے ھوالباطن ہے طریقت ھوالظاہر ہے اقرار باللسان اور ھوالباطن ہے تصدیق بالقلب ھوالظاہر ہے جسم ہے ھوالباطن ہے قلب و روح ھوالباطن ہے لا الٰہ الا اللہ، ھوالظاہر ہے محمد رسول اللہ ھوالظاہر ہے شکل دوا ہے، ھوالباطن ہے اثر و شفا، ھوالظاہر ہے ظہور انبیاء علیہم السلام ھوالباطن ہے ملائکہ کرام۔ تو جس دوا میں شفا نہیں وہ کس کام کی اور جب جسم میں روح نہیں وہ جسم کس کام کا؟ اور جب دل میں نور تصدیق نہیں وہ دل کس کام کا؟ چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

چوں ندارد نور دل دل نیست آں ۔ چوں نباشد روح جز و گل نیست آں

جو دل نور باطن سے منور نہو وہ دل دل ہی نہیں ہے ۔ اور جب روح ہی جسم میں نہیں تو وہ جز ہے گل

علم باطن فرض ہے طالب حقیقت اور معرفت شناس کے

آں زجاجہ کو نہ دارد نورِ جاں | بول قارورہ ست قندیلش مخواں
جس شیشہ میں نور و روشنی نہ ہو | وہ قارورہ کی شیشی ہو اسکو قندیل نہ سمجھ

اور جس علم ظاہر کے ساتھ علم باطن نہ ہو تو وہ علم خلوص سے معرّیٰ ہوتا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عالم خشک کی صحبت سے بچا کو" عالم خشک سے وہی علماً مراد ہیں، جو علم باطن سے بے بہرہ ہیں، اسی واسطے قاضی صاحب نے فرمایا "علم باطن فرض ہے اور طلب طریقت واجب ہے اور بیعت ہونا سنت ہے"۔

فصل چوتھی تلاش مُرشد میں

اے عزیز جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ علم باطن فرض ہے تو تلاش اس علم کے عالم کی تجھ پر ضروری ہوئی۔ لہٰذا اب میں کامل مرشد کی کیفیت بیان کرتا ہوں تاکہ تو اسکو پہچان کر اس سے فائدہ حاصل کرے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب طلب کمالاتِ باطنی واجبات سے ہے، پس تلاش پیر کامل مکمل بھی ضروریات سے ہے کہ وصول بخدا بے توسط پیر کامل مکمل بس قلیل ہے اور بہت نادر، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

نفس را نکشد بغیر از ظلِّ پیر | دامنِ آں نفس کش محکم بگیر
نفس کو بغیر پیر کے سایہ کے نہیں مار سکتا (لہٰذا) اس نفس کے مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ

اور حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

نیست ممکن در رہِ عشق اے پسر | راہ بُردن بے دلیلِ راہ بَر
نہیں ہے چارہ راستہ محبت خدا میں اے عزیز | راستہ چلنا بلا راہبر کے (یعنی پیر کے)

اور دوسری جگہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ عقائد المرضیہ فی النصیحۃ والوصیہ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ بجائے طلب علم لدنی اور تلاش نسبت صوفیا ہیں کہ غنیمت کبریٰ ہے سب اور تلاش میں سب اہل دل اور شیخ کامل مکمل کی۔ حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر کامل کا ملنا محض بخشش ربیّ ہے۔ چنانچہ حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، و حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مرزا جانجاناں شہید و شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یہ سب بزرگوار اور علاوہ انکے ہزارہا اولیائے اُمت پیشتر محبت حق و نور اجتبیٰ (یعنی پیدائشی کشش ربانی با تعلیم ان کے دلمیں خدانے ودیعت فرمائی تھی) سے مشرف تھے کہ جن کے حالات میں کتابیں بھری ہیں، اور یہ بزرگوار سب عالم اجل ہوئے ہیں۔ مگر تکمیل علم ظاہر کسی نے ایک کسی نے دو کسی نے تین، کسی نے چار مرشد کیے ہیں اور جسطرح سلسلہ علم حدیث کا خاتم النبیین صلعم تک اپنے اُستادوں کا پہنچا ہے، اسیطرح اُستادوں (مرشدان) طریقت کا سلسلہ بھی یکے بعد دیگرے رسول اللہ صلعم تک پہنچا ہے جو اُن کی کتابوں میں مفصل درج ہے، اسی واسطے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :۔

ہیچ چیزے خود بخود پیدا نہ شد	ہیچ آہن خود بخود تیغ نہ شد
کوئی چیز اپنے آپ پیدا نہیں ہوئی	اور نہ کوئی لوہا خود بخود تلوار بن گیا!
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم	تا غلام شمس تبریزی نہ شد
مولوی قطعاً اُسوقت تک مولائے روم نہیں بنا	جبتک کہ حضرت شمس تبریزی کا غلام نہ بن گیا۔

لہٰذا طالب کو چاہیئے کہ اب اس بات کو تلاش کرے کہ جس خدا کے ولی کو ہم ڈھونڈھ کر اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں، اُس کا رب العٰلمین نے کیا کیا پتہ دیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی کیا کیا نشانیاں بتلائی ہیں۔ اور جن لوگوں سے ہم بچنا چاہتے ہیں، اُس کی علامت قرآن و حدیث

اور ائمہ شریعت وطریقت نے کیا بیان فرمائی ہے۔ اللہ پاک اپنے کلام مجید و فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے اِنْ اَوْلِيَاؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (اگر اُس کے ولی ہیں تو وہ متقی (ہی) ہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (بیشک تم میں جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو وہی خدا کے نزدیک زیادہ باعزت ہے) تیسری جگہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (بیشک اللہ متقیوں کو دوست رکھتا ہے) چوتھی جگہ بشارت ہے وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (اور جنت متقیوں کے لئے آراستہ کی گئی ہے اور قریب ہے) علاوہ اس کے اور بہت سی جگہ اللہ پاک نے متقیوں کو اپنا دوست فرمایا ہے۔ اور متقی اُسکو کہتے ہیں کہ جس کام کے کرنیکا حکم دیا گیا ہو اُس پر خلوص سے قائم ہو، اور جس چیز سے منع کیا گیا ہو اُس چیز کو چھوڑنے والا ہو جو متبع سنت ظاہر و باطن میں ہے وہی متقی ہے اور وہی خدا کا ولی ہے اور جو باوجود ہوش وتمیز ہونے کے پیروی چھوڑے ہوئے ہے، ہرگز خدا کا ولی نہیں ہوسکتا چنانچہ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبرؐ کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جس کسی نے نبی کریم صلعم کیخلاف راستہ اختیار کیا
وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا

اس زمانہ میں اکثر پیر اپنی وضع وقطع خلاف شریعت رکھتے ہیں، جیسے نماز نہ پڑھنا یا گا کے پڑھنا، داڑھی چڑھانا یا منڈوانا یا کتروانا، مونچھوں کا بڑھالینا، پائینچے ٹخنوں سے نیچے رکھنا وغیرہ وغیرہ، شریعت پاک میں چاروں ائمہ شریعت وائمہ طریقت کے نزدیک ایسا شخص فاسق ہے۔ امام طریقہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کتاب فیوض یزدانی میں فرماتے ہیں کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرے اور اپنے ایک ہاتھ سے آپکی شریعت کو اور دوسرے ہاتھ میں آپ کی کتاب قرآن کو جو آپ پر نازل ہوئی تھی نہ تھامے، اور آپ کے چلے ہوئے راستہ پر حق تعالیٰ کی طرف نہ چلے وہ ہلاک ہوا اور پھر وہ گمراہ ہوا اور پھر وہ بھی دونوں

قرآن و شریعت حق تعالیٰ کی طرف راستہ چلانے والے ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ فاسق کی تعریف کرنے سے عرش معلیٰ کانپتا ہے: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ" بیشک اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں کرتا" لیکن جاہل ایسے لوگوں کو خدا کا ولی جانتے ہیں اور وہ فاسق پیر اپنی ولایت کا اثبات جاہلوں کی زبان سے سُنکر خاموش بیٹھے رہتے ہیں، جاہل یہ کہتے ہیں کہ میاں صاحب نماز پنجگانہ مکہ شریف میں پڑھتے ہیں، یہاں انکو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، اور اپنے لباس ملامت سے اپنے آپ کو چھپاتے ہیں۔ میاں صاحب سے کوئی کچھ پوچھتا ہے تو کچھ مدہوش کچھ باہوش بنکر یہ مصرع فرمایا کرتے ہیں "نماز عاشقاں ترک وجود است" اللہ تعالیٰ ایسے گمراہ پیروں سے مسلمانوں کو بچائے، اور انکے ماننے والوں کو صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عبادتِ الٰہی سے کسی کو چارہ نہیں کیا انبیاء علیہم السّلام کیا اصفیا کیا ائمہ شریعت اور کیا ائمہ طریقت، کوئی بھی ہو، یہاں تک کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں "اگر ہوتے عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السّلام میرے زمانہ میں تو بلا میری پیروی کے انکو چارہ نہ ہوتا" اب وہ ہر شخص پیر فاسق اور فاسق پیر کے ماننے والے سمجھ لیں کہ جب انبیائے اولوالعزم کو بغیر اتباع حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چارہ نہ ہوتا، تو بھلا ان بیچارہ فاسق پیر کو کیسے چارہ ہو سکتا ہے؟ یہ عجب بے سمجھی اور بے عقلی ہے کہ جن متقیوں کو خدا اپنا دوست فرمائے انکی طرف بدظنی ہو، اور جن فاسقوں کو خدا اپنی ہدایت سے بے بہرہ ہونا فرمائے اُن کو خدا کا دوست بنایا جائے، خدا ایسے لوگوں کی پیروی سے منع فرمائے اور جاہل بے سمجھ ان کی پیروی کریں، اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے لَا تُطِعْ مِنْھُمْ اٰثِمًا اَوْ کَفُوْرًا" (پیروی مت کرو گنہ گار اور کافر کی) اگر دعویٰ محبت خدا اور رسول کا کسی کو ہے تو اس آیت کے موافق پیروی کر کے دکھائے۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو پس پیروی کرو میری:

اللہ تعالیٰ میری پیروی سے تم کو اپنا دوست کرلیگا) دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (جو کچھ میرا رسول تمھارے پاس لائے تم اسکو اختیار کرلو اور لیلو اور جس بات سے منع کرے اُس سے باز رہو) اس ارشاد ربّ العباد کیخلاف جس چیز کو رسول اللہ صلعم منع فرماتے ہیں اُسکو کرتے ہیں اور جس چیز کے کرنے کو حکم دیا ہے اسکو چھوڑتے ہیں ، لیکن دعویٰ ولایت اور مبدء ہدایت اپنے کو جانتے ہیں رَبَّنَا اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا . جن لوگوں کی طبیعت میں احکام شریعت کی وقعت نہیں ، مگر جاہلوں میں ان کی وقعت ہے . بعض لوگ اسپر جمے ہوئے ہیں کہ فلاں گدی میں ہمارے خاندان کے لوگ مرید ہوتے آئے ہیں ، ہم بھی اُسی جگہ مرید ہوں گے اور اکثر جگہ پیروں کا طریقہ بھی یہی ہے کہ باپ مرا اور اُنکا بیٹا اُن کی جگہ قائم ہوا ، اور دستار اُنکے سر پہ باندھ دی گئی ، اور وہ فوراً پیر بن بیٹھے ، نہ اُس نے سلوک طریقہ طے کیا ہے اور نہ اُس کو اجازت باضابطہ طریقت کی ملی ہے ، نہ وہ اتباع شریعت پر قائم ہوا ہے ، مگر مریدوں اور گھر والوں نے اسکو پیر ضرور ہی بنا دیا ، یہ طریقہ بلا سلوک طے کئے ہوئے اور بلا اجازت پیر بن کر گدی پر بیٹھ جانا ، ایسے لوگوں سے بیعت ہونا ! ایسے پیروں کا لوگوں کو مرید کرنا بالکل غلط اور سراسر عقل کے خلاف ہے . بزرگ کے انتقال کے بعد اس بزرگ کے اولاد میں سے یا اُسکے مریدوں میں سے جس کسی نے سلوک طے کیا ہو اور نہ اسکو اجازت بیعت کرنیکی مل چکی ہو اور اُنمیں بھی جو سب سے اچھا اور لائق موافق تحقیقات علمائے طریقت کے ہو اُس کے سر پہ دستار باندھنا چاہیئے . ولایت کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے ایک نعمت خداوندی ہے جاہے غلام کو عطا فرمائے یا آقا کو جسکو عنایت فرمادے اُسکی اتباع سب کو کرنی چاہیئے ، اور یہ مریدی کسی کے گھر کی غلامی بھی نہیں ہے ، بلکہ صراط مستقیم پر چلنے اور خلوص حاصل کرنیکا ذریعہ ہے ، یہ اور بات ہے کہ کسی بزرگ کے انتقال کے بعد اسکے سلسلہ کے لوگ

اس بزرگ کے اہل وعیال کی ہر قسم کی خدمت کریں، اچھی بات ہے۔ اور ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کی تعمیل ہے، پس اے عزیز! ایسے لوگوں سے کہ جو فاسق ہوں اور خدا اُنکو اپنا دوست نہ فرمائے، اُن سے بیعت نہ ہونا چاہیئے اور اُنکی صحبت سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ فائدہ مفقود اور نقصان ظاہر ہے۔ مولنا رومیؒ فرماتے ہیں:-

دست ناقص دست شیطانست و دیو ۔۔۔ زانکہ اندر دام تکلیف ست ریو

ناقص کا ہاتھ شیطان کا ہاتھ ہے ۔۔۔ کیونکہ اسمیں سراسر مکاری اور تکلیف ہے

اور صحبت میں ان کے نہ بیٹھنا چاہیئے، اگرچہ ان سے عجیب عجیب باتیں ظاہر ہوں۔ کہ شریعت میں اُسکو استدراج کہتے ہیں، جیسے دلوں کا حال بیان کرنا، دلوں پر اثر ڈالنا، غائب چیزوں کا بتا دینا، خود غائب ہو جانا، شیر کی شکل بنجانا، ہوا پر اڑنا، یہ سب صفات شیطان لعین وجوگیان اور برہمنان ہند اور فلاسفران یونان میں بھی ہوتی ہیں۔ اگر انہی چیزوں کا نام ولایت ہے تو شیطان کفار کو بھی ولی کہنا لازم آئے گا، اور صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ولایت کو پرانہ مانا جائیگا۔ کیونکہ کشف اور خرق عادات ان سے بہت کم ظہور میں آئے ہیں۔ مگر عقائد اصحابہ کبارؓ کی ذات مبارک تو کجا تابعین کے مرتبہ کو کوئی ولی یا امام وقت اگرچہ اُس سے کتنی ہی کرامتیں اور تصرفات ظاہر ہوئی ہوں نہیں پہنچ سکتا۔ ولایت قرب حق اور یقین کامل اور کثرت محبت خدا ورسول و اتباع حبیب خدا صلعم کا نام ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے دریافت کرنے پر ان کے شیخ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کامل کے کمال کی شناخت ایک جملہ میں فرمادی یقین ترکامل تر۔ اور حضرت مولنا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صاف شناخت ناقص اور کامل کی فرمائی ہے:-

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ۔۔۔ پس بہر دستے نباید داد دست

بہت سے شیطان آدمی کی شکل میں ہیں ۔۔۔ پس ایک ہاتھ میں بغیر تحقیق ہاتھ نہ دینا چاہیئے

هر کہ او از کشف خود گوید سخن
کشفِ او را کفش کن بر سر بزن

جو کچھ وہ اپنے کشف سے بات کہے
تو اسکے کشف کی جوتی اُسکے منہ پر مارے

ما برائے استقامت آمدیم
نے پئے کشف و کرامت آمدیم

ہم شریعت کے احکام پر مضبوط رہنے کو آئے ہیں
نہ کہ کشف و کرامت کے واسطے آئے ہیں

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحبت نا جنس مخالف سے بچ اور بدعتی کی صحبت سے بھاگ اور جو مسندِ شیخی پر بیٹھا ہے اور عمل اسکے سنت کے خلاف ہوں زنہار اُلف زنہار اُس سے دور ہو، بلکہ اُس شہر میں مت رہ شاید کبھی تیرا رجحان اُسکی طرف ہو جائے اور تیرے عقائد میں فرق آجائے، وہ پیر چور ہے چھپا ہوا، او دجال ہے شیطان کا اگر چہ اس سے خرقِ عادات طرح طرح کے دیکھے تو اور دنیا سے بے تعلق اسکو پائے تو بھاگ اُسکی صحبت سے جیسے کہ بھاگتے ہیں شیر سے مقصد شریعت طریقت حقیقت معرفت سب کا یہ ہو کہ بندہ خاکی کی بخشش ہو جائے اور اسکا پہلا ذریعہ شریعت کی اتباع ہے اور اعمال شریعت میں خلوص پیدا ہو جانا یہ طریقت ہے کسی کے حال و قال کشف و کرامت پر انحصار بخشش کا نہیں ہے جو حال یا کشف یا خرق عادات متقی سے ظاہر ہوں وہ نور ہے اور اُسکو کرامت اور برکت کہینگے، اور جو خلاف شرع لوگوں سے ایسی باتیں ظاہر ہوں اُسکو استدراج کہیں گے، اب میں اُن لوگوں کے حالات بیان کرتا ہوں جن پر للٰہیت کے آثار پیدا ہوں اور عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَائِیْل اور اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ کے مصداق ہوں اور اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سینہ کو نورِ باطن سے منور کیا جائے اور ہاتھ انکا گویا ہاتھ خدا کا ہو جیسے مولانا رومی فرماتے ہیں :-

چوں ید اللہ فوق ایدیہم بود
دست اُو را دست خود فرمود احد

جب اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہو
ایسے لوگوں کے ہاتھ کو خدا نے اپنا ہاتھ فرمایا

چوں قبول حق بود آں مرد راست　　دست او در کارہا دست خدا است

جس بندہ کو خدا اپنا مقبول کرے　　اسکا ہاتھ تمام کاموں میں گویا ہاتھ خدا کا ہے

ظاہر میں متبع سنت ہو، اُسکے دیکھنے سے خدا یاد آئے، اُس کی صحبت میں بیٹھنے سے محبت دنیا سرد ہو اور محبت خدا اور رسولؐ غالب ہو، وساوس شیطانی وخطرات نفسانی کم ہوں، وہ خدا کی عبادت میں اکثر مشغول رہتا ہو، اپنی تعریف نہ کرتا ہو، طامع نہ ہو قانع ہو، ضروریات کو لیکر مشغولیات کو چھوڑنے والا ہو، اسکی صحبت میں دنیا کی باتیں کم ہوتی ہوں، اکثر ذکر خیر ہوتا ہو اس کے مرید اکثر نیک ہوں اور خدا اور رسول کی محبت کا جذبہ رکھتے ہوں، جب یہ باتیں اُسمیں موجود ہوں تو اس سے قصد بیعت کرنا چاہیئے لیکن قبل از بیعت استخارہ کرنا چاہیئے، کیونکہ استخارہ کرنا سنت ہے اور پیران عظام کا یہی طریقہ رہا ہے اگر استخارہ میں بھی اس بزرگ کی خوبی معلوم ہو تو ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت ہوجائے، انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ضرور فائدہ پہنچے گا، اگر مقدر سے بوجہ شامت اعمال باطنی فائدہ نہ بھی پہنچا تو نقصان بھی نہ ہوگا اسکی محبت اور پیروی بخشش کے واسطے کافی ہوگی، حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں،

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر　　ہست بس پر آفت وخوف وخطر

اپنے لئے مرشد بنا کیونکہ بغیر پیر کے یہ سفر　　نہایت پر آشوب اور خطرناک ہے یعنی شیطان اور

دامن او گیر زوتر بے گماں　　تارہی از آفت آخر زماں

بلاشک اس بندہ خاص کا دامن جلد پکڑ　　تاکہ تو اس آخری زمانہ کی آفتوں سے بچے

فصل پانچویں در بارۂ اثبات بیعت!

اے عزیز! جب تجکو شیخ ان صفات کا ملجائے کہ جسکی شناخت فصل تلاش مرشد میں بیان کی جاچکی تو تجھکو اس سے بیعت ہوجانا چاہیئے، کیونکہ بیعت ہونا سنت ہے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل میں ایک فصل مفصل دربارۂ استدلال بیعت تحریر فرماتے ہیں کہ جو قرآن و حدیث سے استنباط کیا گیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ بیعت ہونا سنت ہے" اور اس میں تحقیق شاہ عبدالرحیم صاحب شاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ہے۔ اور رسالہ ارشاد الطالبین میں قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "علم باطن فرض ہے اور طلب طریقت واجب ہے اور بیعت ہونا سنت ہے" اور اکثر بزرگ علماء و صلحاء نے سلسلۂ طریقت میں بیعت کی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ جو ہندوستان میں علم حدیث کے مرکز ہیں، علم طریقت میں بیعت ہیں، اور علم طریقت میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور جس طرح علم شریعت کی سند یکے بعد دیگرے رسول اللہ صلعم تک پہنچائی ہے، اسی طریقے سے علم طریقت کی سند بھی عن فلاں عن فلاں تا بجناب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پہنچاتے ہیں۔

فصل چھٹی حقوق پیر و آداب مریدین

اے عزیز جب تجھکو معلوم ہوگیا کہ بیعت ہونا سنت ہے اور علم باطن کا حاصل کرنا فرض ہے تو بیعت ہو کر کچھ عرصہ تک اپنے پیر کی خدمت میں باادب رہ کیونکہ پیر حقیقی نائب پیغمبر ہے تاکہ تجھ کو فائدہ پہنچے اور نقصان سے بچے حضور نے ارشاد فرمایا ہے:۔ کہ بے ادب فضل حق سے محروم رہتا ہے" اور فرمایا ہے حضور نے "جس چھوٹے نے بڑے کا ادب نہیں کیا وہ نہیں ہے مجھ سے انسان علم و ادب سے بزرگی حاصل کرتا ہے۔ کسی شاعر نے عربی میں کہا ہے:۔

شرف الانسان بالعلم والادب ولا بالمال ولا بالنسب

انسان کی بزرگی علم و ادب سے ہے نہ کہ مال اور حسب و نسب سے

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

ادب تاجیست از فضل الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

ادب خدا کے فضل سے ایک تاج ہے (چنانچہ) ادب کا تاج سر پر رکھ اور جہاں چاہے جا

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں (کیونکہ) بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہتا ہے

اب میں اس رسالہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کا ترجمہ لکھتا ہوں، آپ رسالہ مبدء معاد میں فرماتے ہیں حقوق پیر کے تمام اہل حقوق سے بالاتر ہیں، بلکہ نسبت نہیں رکھتے ہیں، حقوق پیر کے دوسروں کے حقوق کے ساتھ بعد انعامات حضرت حق سبحانہ واحسانات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بلکہ پیر حقیقی ہمہ رسول ہے۔ پیدائش ظاہری اگرچہ والدین سے ہے، مگر پیدائش باطنی متعلق ساتھ پیر کے ہے، پیدائش ظاہری کو زندگی چند روزہ ہے اور پیدائش باطنی کو زندگی ہمیشہ کی ہے۔ اپاکی باطنی مرید کو پیر ساتھ قلب و روح اپنے کے صاف کرتا ہے اور پاک کرتا ہے اسکی بناء اس کے کو بیچ توجہات نسبت کے۔ بعض مریدین کے ساتھ واقعہ محسوس ہوتا ہے کہ باطن مرید کی صفائی کرنے میں مرید کی آلودگی پیر کی طرف دوڑتی ہے اور ایک عرصہ تک مکدر رکھتی ہے۔ پیر ہی سبب ہے جس کے ذریعہ اور وسیلہ سے مرید خدائے تعالیٰ تک پہنچتے ہیں، جو کہ تمام سعادات دنیوی و اخروی سے بہتر ہے۔ پیر ہی کے ذریعے سے نفس امارہ جو کہ بالذات خبیث ہے، پاک و صاف ہوتا ہے اور اماری کی طرف سے اطمینان ہوتا ہے اور جبلی کفر سے اسلام حقیقی پیدا ہوتا ہے ع

"گر بگویم شرح آں بیحد بود"

پس مرید کو اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں جاننا چاہیئے۔ اور اپنی شقاوت اسکے رد میں۔ نعوذ باللہ سبحانہ من شر ذلک حق سبحانہ کی خوشنودی پیر کے پردہ کے پیچھے رکھی ہے۔ جبتک کہ مرید پیر کی مرضی میں اپنے کو گم نہ کردے گا۔ اللہ سبحانہ کی مرضی تک نہ پہنچے گا۔ پیر کے آزار میں مرید کی آفت ہے۔ جو لغزش اس کے بعد ہو اسکا تدارک ممکن ہے۔ لیکن پیر کے آزار کی کوئی چیز تدارک میسر ہے۔ پیر کا آزار خاص مرید کے لئے شقاوت کی جڑ ہے عیاذاً باللہ سبحانہ من ذلک اور معتقدات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں فتور یہ اس کے نتیجے اور ثمرہ ہیں اچھے حالات کہ جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں؛ اُن کا کیا کہنا؟ اور اگر باوجود آزارِ پیر کے کوئی اثر باقی رہے تو اس کو استدراج خیال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ آخر خرابی کی طرف کھینچے گا۔ اور سوائے نقصان کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ انتہی اور نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اسی رسالہ مبدء و معاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ اعتقاد مرید کا ساتھ افضلیت اور اکملیت پیر کے محبت کثرت سے ہے اور نتیجہ ہے مناسبت کا کہ جو فائدہ کا سبب ہے۔ لیکن چاہیئے کہ پیر کو اس جہت پر فضیلت نہ دے کہ جن کی فضیلت شرع میں درج ہے، کہ باعث ہے افراط محبت کہ اور ایسی محبت مذموم ہے۔ شیعہ افراط محبت اہلبیت میں خراب ہوئے اور نصاریٰ فرط محبت عیسیٰ علیہ السلام میں کہ انھوں نے اللہ کا بیٹا کہا۔ اور خسارہ ابدی میں پڑے۔ لیکن اگر سوائے[1] ان کے فضیلت دے تو جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب؛ اور یہ

---

[1] سوائے انکے کے لفظ سے مراد وہ بزرگ ہیں جنپر ولایت کا اکثر اُمت کا اتفاق ہے، جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی و حضرت خواجہ نقشبند و حضرت خواجہ معین الدین چشتی و حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی و حضرت قطب الدین بختیار کاکی و حضرت فرید الدین گنج شکر و حضرت جلال الدین تھانسوی و حضرت نظام الدین اولیاء و حضرت مخدوم علی احمد صابر و حضرت خواجہ باقی باللہ و حضرت مجدد الف ثانی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ بلکہ تفضیل دینا مرید کا بحالت بے اذنی زمانہ موجودہ کے بزرگوں پر مراد ہے اور ایسے بزرگوں کی ولایت کے نہ ماننے والے کو فاسق کہتے ہیں۔

فضیلت دینا مرید کے اختیار میں نہیں ہے، بلکہ مرید مستعد میں بے اختیار یہ اعتقاد پیدا ہوتا ہے اور اس وسیلہ کے ساتھ کمالات پیر کا اخذ کرتا ہے، اور اگر فضیلت دینا مرید کا اُسکے اختیار میں ہے اور ساتھ تکلف کے پیدا کرتا ہے، یہ جائز نہیں ہے اور نہ اسکا کچھ ثمرہ ہے، اور اسکو طریق صوفیہ سے زیادہ حصہ مناسب ہے کہ جنکی فطرت میں تقلید و پیروی زیادہ ہوتی ہے۔ پس ذرہ مدار اس جگہ تقلید پر ہے اور حصر امر کا اس جگہ پیروی و تقلید انبیاء علیہم السلام پر ہے، انکی تقلید اعلیٰ درجوں پر پہنچاتی ہے، اور پیروی اصفیاء کی بلندی مرتبہ پر پہنچاتی ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو فطرتاً تقلید زیادہ رکھتے تھے اپنی سعادت سے تصدیق نبوت بہت جلد فرمائی، اور اسی وجہ سے صدیقوں کے سردار ہوئے، اور ابو جہل لعین استعداد تقلید اور اتباع کی کم رکھتا تھا اس لیے اس سعادت سے فائدہ نہ اٹھایا اور وہ پیشوا ملعونوں کا ہوا امر یہ جو خوبی اپنے میں پاتا ہے وہ پیر کی تقلید سے پاتا ہے۔ خطائے پیر صواب مرید سے بہتر ہے، اس واسطے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سہو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آرزو رکھتے تھے یَا لَیْتَنِی سہو محمد و حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شان بلال رضی اللہ عنہ میں فرمایا کہ سین بلالؓ عند اللہ شین ہے، کیونکہ بلالؓ عجمی تھے اور اذان میں اَشْھَدُ کی جگہ اَسْھَدُ کہتے تھے پس خطاء بلالؓ کی اوروں کی صواب سے بہتر ہے ع بر اشہد تو خندہ زند اسہد بلالؓ اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ روئے دل تمام باتوں سے پاک کر کے پیر کی طرف متوجہ رہے اور شیخ کی موجودگی میں بے حکم اُس کے نوافل اور ذکر میں مشغول نہ ہو اور اُس کے حضور میں کسی اور کیطرف مخاطب نہو اور ہمہ تن پیر کی طرف متوجہ رہے مگر جو حکم دے اُس کی تعمیل کرے اور سوائے نماز فرض واجب سنت اُس کے سامنے نہ پڑھے اور ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ سایہ مرید کا پیر کے جسم پر یا اُس کے کپڑے پر پڑے اور اُس کے مصلے پر پیر نہ

رکھے اور پیر کے وضو کی جگہ طہارت نہ کرے اور اُس کے خاص برتن استعمال کو اپنے
کام میں نہ لائے، اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پیئے اور نہ کسی سے بات کرے
اسکی غیر موجودگی میں اُس کی خاص جگہ میں پیر نہ پھیلائے۔ اور تھوک اسکی طرف کو نہ ڈالے
اور اس کے کاموں پر اعتراض نہ کرے، کہ سوائے افسوس اور بدنصیبی کے کچھ حاصل نہیں۔
اور پیر کے تمام اعمال لباس کھانے پینے عبادت کرنے نماز پڑھنے میں پیروی کرے۔ کشف
وکرامات اس سے نہ چاہے۔ کیونکہ معجزات طلب کرنیوالے انبیا علیہم السّلام سے کفار تھے
اگر کوئی شبہہ ہو تو بے توقف اُسکو عرض کرے۔ اگر شبہہ حل نہ ہو تو اسکو اپنی بے سمجھی پر محمول
کرے اور جو واقعات مرید کو پیش آئیں اس کو پیر سے نہ چھپائے کیونکہ مرید حق و باطل میں
پوری تمیز نہیں رکھتا ہے، اور آواز اپنی پیر کی آواز پر بلند نہ کرے۔ اور بات پکار کر نہ کرے کہ
بے ادبی ہے۔ اور مرید کو جو فیض و فتوح ہو اُسکو بواسطہ پیر جانے۔ اگر کسی دیگر بزرگ کی
شکل میں فیض یا فائدہ پہنچے تو وہ فیض خاص پیر ہی کا ہے کہ لطائف پیر کے مناسب استعداد طالب
ظاہر ہوئے ہیں۔ دوسرے بزرگ کا سمجھنا نہایت غلطی ہے۔ سچ ہے کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا
تمام ہوا کلام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اب کہتا ہے حقیر محمد ہدایت علی طالبہ حق سے کہ
جو کچھ حضرت مجدد صاحب نے آداب مرید و حقوق پیر فرمائے ہیں یہ سب بجا اور درست ہیں بلکہ میں نے
فی الجملہ اسمیں اختصار کیا ہے۔ لیکن یہ حقوق اور آداب ان پیروں کو سزاوار ہیں کہ جنکی صفت تفصیل
تلاش مرشد میں لکھی گئی ہے۔ اگر کوئی پیر ان صفات کے خلاف ہو تو وہ نہ مرشدی کے قابل ہے اور
نہ ادائے آداب کا سزاوار۔ اور اتباع پیر کی اور پیر کے اعمال کی گرفت نہ کرنا۔ حضرت مجدد
صاحب کی مراد اس سے اتباع معاملہ طریقت میں ہے کہ جس کو سلوک کہتے ہیں، اگر کوئی پیر
خود نماز نہ پڑھے یا داڑھی منڈائے یا کترائے یا عورتوں سے پردہ کرا اپنے لئے ٹھیک نہ جانے

اور جو فعل شریعت میں حرام ہے اُس کا مرتکب ہے تو ہرگز ہرگز ایسا پیر نہ پیری کے لائق ہے نہ اُس کی پیروی کی ضرورت ، جب مدعا یوں رضامندی خدا و اتباع حبیب خدا صلعم کے واسطے اور وہ پیر خود خدا سے دور ہو اور دوسروں کو بھی دور کرنے والا ہو تو ایسے پیر کو خلیفۂ شیطان سمجھنا چاہیئے ، حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

دستِ ناقص دستِ شیطانست و دیو ۔ زانکہ اندر دام تکلیف ست ریو

ناقص کا ہاتھ شیطان کا ہاتھ ہے ۔ اس لئے اس جال اور مصیبت سے بچ

فصل ساتویں اس تحقیق میں کہ باوجود حیات پیر اوّل دوسرا پیر کر سکتا ہے

فی زمانہ بعض پیر اپنی طمع نفسانی دکسرشان ہونے کی وجہ سے اپنے مریدوں کو غلط مسئلہ طریقت کا بتلاتے ہیں ، کہ اب سوائے ہمارے کسی طرف رجوع نہ کرنا تمھارا فرض ہے تم ہمارے جھنڈے کے نیچے آچکے ، اب دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتے ، اگر ہوئے تو ہم تمھارا نام مریدوں کے دفتر میں سے کاٹ دیں گے ، تمھاری شفاعت نہ کرینگے ، غرضکہ ایسی بہت سی فضول باتیں جاہلوں کو سمجھاتے ہیں ، یہ سب باتیں بے اصل ہیں ، اور حقیقتاً شرارتِ نفس ہے بے شک خدا کے مقبول بندے گنہگار لوگوں کی شفاعت کرینگے اور ان کا وجود خلق کے واسطے باعث رحمت ہے ۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سب مریدوں سے فرمایا کہ خدا نے ایک سے ایک زیادہ پیدا کیا ہے ، تم مجھ سے بہتر شیخ تلاش کر لو اکثرؒ آپ سے یہ عرض کرنے لگے کہ آپ کو چھوڑ کر ہم کہیں نہیں جائیں گے ، مگر بعض اشخاص گئے بھی

مگر بعد تلاش پھر واپس آگئے، اور عرض کیا کہ آپ جیسا بزرگ نہ ملا۔ یہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کمال بے نفسی اور کمال کا ثبوت ہے، کہ جن کی ایک توجہ سے نانبائی آپکی ہمشکل بنجائے اور قرب حق میں بھی اسی کمال کو پہنچ جائے اور جن کے حضرت مجدد الف ثانی جیسے خلیفہ ہوں اُن کا ایسا فرمانا بے نفسی کی بیّن دلیل ہے۔ اسی واسطے آپ کو خواجۂ بے نفس بھی کہتے ہیں، اکثر کبرائے دین نے کسی نے چار کسی نے تین کسی نے دو کسی نے ایک ہی پر قناعت کی ہے۔ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ وحضرت امام ربانی مجدد الف ثانی وحضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور دیگر کبرائے دین نے کئی کئی پیر کئے ہیں، لیکن ایسا کب کیا ہے کہ پیر کا انتقال ہوگیا یا پیر سے ایک سلسلہ کا سلوک ختم ہوگیا یا جہاں تک پیر کی ترقی تھی وہاں تک کر چکا، یا پیر سے ہمیشہ کیلئے دور ہوگیا یا جو کچھ پیر نے ذکر وفکر بتلایا، اُسپر موافق ارشاد پیر کے دو تین برس شب و روز کا طالب رہا، پھر بھی فائدہ قرب حق میں کم پایا یا نہ پایا، یا ان کے عقائد یا معاملہ کو خراب پایا، ان سب صورتوں میں دوسرا پیر کر سکتا ہے۔ بلکہ طالب حق کو دوسرا پیر کرنا نہایت ضروری ہے، لیکن جو شخص اس واسطے کسی بزرگ سے بیعت ہوا ہو کہ میں اس بزرگ کے ہاتھ پر توبہ کر کے آیندہ گناہ سے اجتناب کروں یا اسلئے بیعت ہوا ہو کہ اس بزرگ کی ذات دنیا اور آخرت میں میرا وسیلہ بنے۔ اس بیعت اول کو بیعت توبہ کہتے ہیں اور دوسری بیعت کو بیعت توسل کہتے ہیں، ان دونوں بیعت کرنیوالوں کو کسی اور جگہ بیعت ہونے کی ضرورت نہیں اور وقت بیعت طالب کی نگاہ میں یہ بزرگ سب سے اپنے زمانہ میں اور اس طالب کی تحقیق میں جب اچھا ثابت ہو چکا ہے تو اب پھر اس کیخلاف سابقہ پیر کی برائی اور دوسرے پیر کی بھلائی کرنے کا طالب کے پاس کونسا معیار اور کونسی ترازو ہے، اس لیے اسکو دوسرا پیر کرنے کی ضرورت نہیں اور جس شخص طالب حق کو

شیخ سے باطنی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس کا بھی بلا وجہ ادھر ادھر شیخ کی تلاش کرنا اور جگہ جگہ مرید ہوتے پھرنا بوالہوسی اور نہایت خراب بات ہے۔ ایسے آدمی کو ہرجائی کہتے ہیں جو نہایت مذموم ہے

آگاہی بیعت شریعت میں بہت قسم کی ہے۔ لیکن طریقت میں رواج تین قسم کی بیعت کا ہے۔ بیعتِ توبہ، بیعتِ توسل، بیعتِ کسبِ سلوک واسطے قربِ حق اور تزکیہ اور تصفیہ نفس کے جو تیسری بیعت کسبِ سلوک کی ہے۔ اسکے طالب کے واسطے اوپر لکھا گیا ہے کہ صورتہائے مذکورہ بالا میں وہ دوسری جگہ بیعت کرے اور اسکو بیعت ہو کر قربِ حق حاصل کرنا چاہیئے۔ لیکن بیعت توبہ اور بیعت توسل میں تکرار بیعت کی ضرورت نہیں۔ اب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا ترجمہ کرتا ہوں، کسی نے آپ سے سوال کیا کہ باوجود حیات پیر اگر طلب حق کے واسطے کسی دوسرے پیر کے پاس جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے اسکا جواب یہ تحریر فرمایا کہ مقصود حق تعالیٰ ہے اور پیر وسیلہ ہے طرف قربِ حق کے۔ اگر طالبِ خدا اپنی ہدایت کا رستہ دوسرے پیر کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اسکی صحبت میں اور خدا کی محبت میں یکسو پائے تو جائز ہے کہ زندگانی پیر میں بغیر اس کی اجازت کے دوسرے پیر کے پاس چلا جائے۔ اور طلب ہدایت اس سے چاہے۔ مگر چاہیئے کہ پیر اول سے انکار نہ کرے اور سوائے نیکی کے اسکو یاد نہ کرے۔ عام طور پر پیری اور مریدی اس وقت کی سوائے رسم و عادت آگے نہیں رہی ہے اکثر پیر اس وقت کے اپنے سے ہی خبر نہیں رکھتے ہیں اور ایمان کو کفر سے جدا نہیں کر سکتے کسی شاعر نے حسب موقع کہا ہے،

آگر از خویشتن چوں نیست چنیں ۔۔۔ چہ خبر دارد از چنان و چنیں!

جب اپنے حال سے ہی آگاہ نہیں ۔۔۔ تو دوسروں کے حالات سے کیا واقف ہوگا

افسوس اس مرید پر کہ اس طرح اعتقاد پیر کے ساتھ کر کے بیٹھا رہے اور دوسرے شیخ

کے پاس نہ جائے اور راستہ خداوند جل شانہ کا تلاش نہ کرے۔ یہ خطرات شیطانی ہیں کہ پیر ناقص کی زندگانی سے طالب کو حق تعالیٰ سے جدا کرتے ہیں، جس جگہ راستہ ہدایت کا کھلا ہوا پائے، بے توقف رجوع کرے، اور وسوسۂ شیطانی سے پناہ مانگے۔ امام الطریقہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اسبات کا فتوےٰ علمائے بخارا سے لیلیا ہے کہ اگر ایک پیر سے خرقۂ ارادت لیا اور دوسرے سے تعلیم اور تیسرے کی صحبت سے فائدہ اٹھایا، یہ تینوں دولتیں اگر ایک جگہ ملجائیں تو نعمت ہو، اور جائز ہے کہ تعلیم اور صحبت کئی پیروں سے فائدہ اٹھائے، اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مثل میرے پیروں کے پیر کھتا ہو، اسکو دوسرے پیر کے پاس نہ جانا چاہیئے، مگر پیر ناقص سے ضرور علیحدہ ہو کر دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھا جائے بلکہ ایسے پیر کی صحبت میں بیٹھنا اپنی استعداد کو ضائع کرنا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "قول الجمیل" میں فرماتے ہیں کہ تکرار بیعت کی رسول اللہ صلعم سے منقول ہے اور اسی طرح حضرات صوفیہؒ سے حضرات خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

با ہر کہ نشینی و نشد جمع دلت	وز تو نرمید صحبت آب و گلت
جس کسی کیساتھ تو بیٹھے اور تجھے اطمینان نہو	اور تیرے دل سے دنیا کی محبت دور نہو
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش	ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت
قطعًا ایسے لوگوں کی صحبت سے بھاگ	ورنہ روح نیک بندوں اور خاصان حق کی تجھ سے خوش نہوگی۔

باب دوسرا

فصل اوّل بیان طریقۂ نقشبندیہ میں

یہ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ خلیفہ اوّل حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جاری ہے۔ جن کا ایمان تمام اُمّت کے ایمان سے بھاری اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام عمر کی نیکیوں سے ان کی ایک نیکی جناب رسول اللہ صلعم نے بہتر فرمائی ہے۔ غرضکہ اُمت میں بالاتفاق بعد انبیائے کرام علیہم السلام کے آپ کا مرتبہ ہے۔ کہ جمعہ کے روز ہر ملک میں ہر خطیب ممبر پر پڑھتا ہے خیر البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نام سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہوا ہے۔ کیونکہ آپ امام الطریقہ ہیں۔ اس جگہ صرف طریقہ نقشبندیہ کے اُصول اور خوبیاں اور آسانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ طریقۂ عالیہ سلسلہ قادریہ کے امام قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور طریقہ چشتیہ کے امام خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور طریقۂ سہروردیہ کے امام شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جب حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ علم طریقت میں مرتبۂ اجتہاد کو پہنچے اور زمانہ آپ کے ارشاد کا آیا اور آپ کے مرشد

حضرت سیدامیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازتِ طریقہ عنایت فرمائی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے اُمت کیلئے آسانی کرنے والا پیدا فرمایا تھا، جب آپ نے طرقِ صوفیہ میں طالبِ حق کو دیکھا اور سنا کہ کسی نے سالہا سال سے سونا ترک کردیا ہے اور کسی نے شب کو جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا اختیار کیا ہے، اور کسی نے دو ختم کلام اللہ روز پڑھنا مقرر کیا ہے، کسی نے پانصد رکعتیں روز پڑھنا اپنا معمول کرلیا ہے، کسی نے ایک کمبل میں تیس تیس چالیس چالیس برس گذارے ہیں، کسی نے اسّی برس تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا، کسی نے بیر پیلا اموت کردیا، کوئی بوجہ ضعف پیری یا بیماری سے اذکار طریقۂ مبارک حضرات صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ادا کرنے میں مجبور و معذور ہے اور وقت اس کا غفلت میں گذرتا ہے اور ارشاد حق جل وعلا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (ترجمہ) اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے لیٹے (ہر حال میں) کی تعمیل میں قاصر ہے اور وقت بے کار جاتا ہے، تو كُلُّ اَمْرٍ مَّرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا نے ظہور پکڑا، نوشتۂ روزِ ازل نے سینۂ مبارک حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ میں جوش پیدا کیا، اور آپ سر بسجدہ ہو کر خدا کی جناب میں عرض کرنے لگے الٰہی اُمت کے قویٰ ضعیف ہوگئے، اب انہیں قوت و ہمت سختی کھینچنے کی نہ رہی، زمانہ خیر و برکت نبوت کا ان سے دور ہوتا جاتا ہے اپنے فضل سے مجھ کو ایسا طریق عنایت فرما جو کہ آسان ہو، اور تجھ تک جلد پہنچنے والا ہو۔ پندرہ روز تک آپ سجدہ میں گریہ وزاری کرتے رہے صرف نماز جماعت اور حوائج ضروری کو حجرہ سے باہر تشریف لاتے، پندرھویں روز دریائے رحمت الٰہی موجزن ہو کر الہام ہوا کہ اے محمد بہاؤ الدین! ہم تجھ کو وہ طریق عنایت فرماتے ہیں کہ جو ہمارے حبیب کے صحابہ میں تھا، یعنی وقوفِ قلبی اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور سر سجدہ سے اٹھایا اور اس طریق جدید کو رواج دیا بفضلہ تعالیٰ اس طریق نے ایسی ترقی کی کہ اب کروڑوں آدمی اس سلسلۂ مبارک میں ہیں اور بوجہ قبولیت مثل آفتاب کی روشنی کے تمام روئے زمین پر پھیل گیا۔ ملک روم شام کردستان عرب بخارا ترکستان کابل چین ہندوستان سب جگہ خلفاء وطلبۂ نقشبندیہ بکثرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور زیادہ کرے آپ سے لوگ دریافت کرتے کہ آپ کے اس سلسلہ جدید میں کیا فائدہ ہے؟ تو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ طرق سب مبارک اور نور علیٰ نور ہیں، اور سب خدا تک پہنچتے ہیں، لیکن جو طریق خدائے پاک نے مجھ کو عنایت فرمایا ہے، اسمیں آسانی بہت ہے، اور اس سے بہت جلد خدا تک پہنچتا ہے، ذکر قلبی میں جذب آتی ہے اور ذکر زبانی میں سلوک، اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَمرا وانیم بافضلیانیم یعنی ہم مطلوبوں میں سے ہیں ہم فضل والوں میں سے ہیں۔

اگاھی: طلبۂ حق میں ایک مراد ہوتے ہیں ایک مرید، مراد وہ لوگ ہیں جنکو خدا خود اپنی طرف کھینچے، اور مرید وہ لوگ ہیں جو خود سعی کر کے خدا کیطرف چلیں، غرضکہ جسقدر عبادات زبانی وجسمانی اور مالی ہیں، یہ سب سلوک میں داخل ہیں، اور ذکر قلبی اور فکر قلبی میں جذب ربانی ہے، جذب اور سلوک میں بہت بڑا فرق ہے، ایک کو خود خدا اپنی طرف کھینچے اور ایک اپنی کوشش سے خدا کیطرف جائے، مثال اس کی ایسی ہے کہ ایک شخص پیدل سفر کرے اور ایک شخص کو ریل، یا جہاز، یا موٹر، کوئی سواری خود لیجائے، جسطرح اس میں آسانی اور جلدی ہے اسی طرح ذکر وفکر قلبی میں آسانی ہے۔ علاوہ اس کے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جسم کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، اگر وہ صالح ہے تو تمام جسم صالح ہے اور اگر وہ فاسد ہے تو تمام جسم فاسد ہے وہ کیا ہے؟ دل ہے جب دل میں ذکر وفکر خدا ہوگا اور اس کی اصلاح ہوگی تو تمام جسم آپ ہی درست ہو جائے گا؟ ذکر قلبی ریا وغیرہ خرابی سے پاک ہوتا ہے، نہ کوئی واقف ہوتا ہے اور

نہ کوئی تعریف کرتا ہے، خدا جانے اور بندہ جانے، اور رہبرانِ طریقہ نقشبندیہ اپنے طلبہ کو کعبۂ مقصود کیطرف نہایت پوشیدہ طور پر لیجاتے ہیں، اسیواسطے مولٰنا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند | کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
حضرات نقشبندیہ عجیب قافلے کے سردار ہیں | کہ پوشیدہ طور پر اپنے طلبہ کو حرم میں لیجاتے ہیں
از دلِ سالک رہ جاذبۂ صحبت شاں | می برد وسوسۂ خلوت و فکر چلہ را
سالک کے دل سے اُنکی صحبت کی کشش | خلوت کے خیال اور چلّہ کی فکر کو مٹا دیتی ہے

اور ایک دوسری جگہ یہ فرماتے ہیں:۔

تو نقش نقش بنداں راچہ دانی؟ | تو شکلِ پیکرِ جاں راچہ دانی؟
تو نقش نقشبند کو کیا جانے؟ | تو جان کے جسم کی شکل کو کیا جانے
گیاہِ سبز داند قدرِ باراں | تو خشکی قدرِ باراں راچہ دانی؟
سبز گھاس بارش کی قدر جانتی ہے | تو خشک ہے بارش کی قدر کیا جانے!
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست | حقائقہائے ایماں راچہ دانی؟

ابھی تجھے کفر و ایمان کی ہی خبر نہیں ہے (پھر بھلا) تو کمالات ایمان کو کیا جانے؟

ذکر زبانی میں اکثر ریا پیدا ہو جاتی ہے کہ لوگ اُسکو اچھا کہنے لگتے ہیں، اگر فضلِ خدا نہ ہو تو تمام کیا کرایا غارت ہو جاتا ہے، اور ریا سے نفل کا پاک رہنا صدیقوں کا کام ہے علاوہ اس کے فضیلت ذکرِ خفی کی قرآن و حدیث سے ثابت ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (ترجمہ: اپنے رب کو آہستہ دلوں میں پکارو) ارشادِ رب العباد ہے، اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ذکرِ خفی (یعنی ذکرِ قلبی) زبانی ذکر سے ستر حصہ افضل ہے سخت بیماری کے وقت یا اخیر عمر ضعیفی میں طالب ضربیں ذکر کی نہیں لگا سکتا اور وقت مرنے کے

اکثر زبان بند ہو جاتی ہے اور اکثر مرنے کے وقت آدمی ناپاک رہتا ہے۔ ایسی حالتیں ذکر زبانی کیسے ہو سکتا ہے، اور بحالت سونے کھانے پینے بات کرنے ان سب حالتوں میں ذکر زبانی کرنے سے مجبور ہے اور تعمیل حکم فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ اور ارشاد وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (ترجمہ اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے یقین یعنی موت آجائے) پر کیسے عامل ہو سکتا ہے؛ مگر ہاں ذکر قلبی ہر حالت میں جاری رہ سکتا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:- ذکر قلبی سلامتی ایمان کا اچھا ذریعہ ہے اور نماز با اطمینان ہوتی ہے اور جو شخص ذکر لسانی (زبانی) کو ذکر خفی پر ترجیح دے وہ منکر قرآن و حدیث ہے، وقت جانکنی میں سخت پریشانی بیماری کی شدت دنیا کے چھوٹنے کا غم، عزیز و اقارب سے فراق، قبر کی اندھیری اور تنگی اور بے لبسی اور تنہائی کا فکر ایسی حالت میں کوئی چیز یاد نہیں رہتی، مگر وہ یاد رہتا ہے جس کو وہ بہت دوست رکھتا ہے، ہر وقت اس کا خیال دل میں رہتا ہے،

راست فرمود آں سپہدار بشر ۔ کہ ہر آں کہ کرد از دنیا گذر

سچ فرمایا سردار بشر نے ۔ کہ جو دنیا سے جاتا ہے،

نیستش درد و دریغ و غبن موت ۔ بلکہ ہستش صد دریغ از بہر فوت

اسکو بستر تکلیف اور موت ہی کا افسوس نہیں ہوتا ۔ بلکہ اسکو اپنے دنیا سے خالی ہاتھ جانیکا بہت افسوس ہوتا ہے

دل مثال کیمرہ اور گراموفون کے ہوتا ہے جو کچھ دم آخر میں اسمیں عکس پڑتا ہے، وہی بولتا اور پیش کرتا ہے یعنی قبر و حشر میں بولیگا اور پیش کرے گا بموجب حدیث شریف كَمَا تَعِيْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَكَمَا تَمُوْتُوْنَ تُبْعَثُوْنَ (ترجمہ، تم جس طرح زندگی گذارو گے اسی طرح مرو گے اور جس حالت میں مرو گے، اسی حالت میں قبر سے حشر کے دن اٹھو گے، اور

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں فرمایا ہے اَلْیَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (ترجمہ: قیامت کے دن نہ مال کچھ فائدہ دیگا اور نہ اولاد، مگر جو شخص اللہ کے پاس قلب سلیم لایا ہو) اور دیگر طرق مبارکہ میں ذکر قلبی آخر میں بتلاتے ہیں اور طریق نقشبندیہ میں اول اور طرق مبارکہ میں اخذ فیض اور ذکر اکثر اسماء و صفات الٰہی سے طالب کو مستفیض کر کے ذات باری تعالیٰ کی طرف مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن طریق نقشبندیہ میں اکثر ذکر اسم ذات اور ہمت طالب کی ذات بحت کی طرف مخاطب کرتے ہیں، اسی واسطے امام طریقہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اول ما آخر ہر منتھی ‏‏ آخر ما جیب تمنا تہی!

ہماری ابتدا اوروں کی انتہا ہے ‏‏ اور ہماری انتہا امیں آرزو خالی کردینا ہے

اور اس طریقہ نقشبندیہ میں پیروی سنت زیادہ ہے، اور ترقی کا انحصار زیادہ تر اتباع سنت پر رکھا ہے، بموجب ارشاد باری تعالیٰ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ترجمہ: اے رسول کہدو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ میری پیروی سے تم کو اپنا دوست کریگا) جو طریق سنت کی پیروی نہ کرے گا ترقی سے محروم رہیگا۔ لہذا حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

در طریقہ ما محرومی نیست ہر کہ از طریقہ ما رو گرداند خطرۂ دین دارد چرا کہ این طریقہ عین طریقہ صحابہ کبار است

(ہمارے طریقہ میں کوئی محرومی نہیں ہے جو کوئی ہمارے طریقے سے منہ پھیرے جان لو کہ اسکے دین پر خطرہ ہے کیونکہ یہ طریقہ بالکل صحابہ کبار کا ہے)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اگر کسی طالب کو ہمارے یہاں سے علم باطن سے حصہ نہ ملے تو وہ بددل نہ ہو، کیونکہ مقصد بخشش ہے، اور بخشش کا حصر اتباع سنت پر ہے، اور اتباع سنت ہمارے یہاں لازمی ہے" اور یہی حضرت جگہ جگہ اپنے خلفاء کو تحریر

فرماتے ہیں کہ جو طالبِ حق جس طریقہ مبارک میں بیعت ہونا چاہے بعد ایصال ثواب فاتحہ انہی بزرگوں کے توسل سے تم اپنے اور طالب کیواسطے فتوحات جناب باری عز اسمہٗ سے چاہو اور اسی سلسلہ میں بیعت کرو، مگر ذکر طریقہ نقشبندیہ تعلیم کرو، کیونکہ یہ آسان ہے اور اس سے طالب خدا تک جلد پہنچتا ہے۔ **تنبیہ** : بیان مذکور الصدر سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ ذکر جہر کی نفی کی ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں بلکہ افضلیت اور اولیت ذکر خفی کی بیان کی ہے بمقابلہ ذکر زبانی کے، جیسے مذہب حنفیہ میں اثنائے نماز میں آمین بالخفی افضل ہے آمین بالجہر سے یا جیسے ولایت صحابہ کی افضل ہے ولایت اولیاء سے **آگاہی** : کوئی صاحب یہ بھی خیال نہ فرمائیں کہ امام الطریقہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو اور مجتہدین سلسلہ پر ترجیح دی ہے، یہ بھی ہرگز نہیں ہے، سب امام طریقہ ابر رحمت ہیں انکی بڑائی اور کمی کا علم خدا کو ہے، ہمارے معیار علم سے ان کا قرب ان کا مرتبہ بہت دور اور بالاتر ہے۔ ہمارے سب پیشوا ہیں اور ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است کا مضمون ہے، چونکہ قرآن و حدیث سے ان بزرگوں میں سے کسی کی زیادتی مرتبہ اور قرب وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا، لہٰذا اسپر و تعلیم حق اور سکوت کرنا انصاف اور عین ادب ہے، اور سوائے اسکے افراط و تفریط ہے۔ جس جس مجتہد کو جو جو طریقہ خدا کی طرف سے عنایت ہوا، اُس پر خلق کو چلایا جب لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی بساط سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے) کا وقت آیا، تو طریقہ زیادہ آسان اور جلد پہنچنے والا اللہ کی طرف سے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمایا۔ طریقہ نقشبندیہ کی اصلِ اصول چار چیزیں ہیں۔ دوام حضور۔ بے خطرگی ، جذبات ۔ واردات

اطلاع : دوام حضور ہر وقت دل کا خیال خدا کیطرف رہنا۔ بے خطرگی - کوئی خطرہ دل میں بجز یاد حق نہ آئے۔ جذبات دل کی کشش خدا کیطرف ہونا۔ واردات خدا کیطرف سے فیضان انوار ذکر کا نازل ہونا (یاد داشت) امام الطریقہ خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان سب کی حقیقت در اصل صرف تصوف کلمہ ہے اور اسی کے معنی عارف حق ہوجاتا ہے

فصل دوسری طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے بیان میں

طریقہ نقشبندیہ میں بہت بڑے رکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لفظ نقشبندیہ کے ساتھ مجددیہ کا لفظ آپ ہی کی ذات شریف کی وجہ سے بولا جاتا ہے، ان حضرت کے حالات عجیب و غریب ہیں، مقامات عالیہ قرب حق کے جو آپ نے فرمائے ہیں، اُن کی فہم و ادراک میں بڑے بڑے عرفا حیران ہیں، آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ انشاء اللہ آئندہ اسی کتاب میں مختصراً لکھوں گا، اس جگہ لفظ مجدد کی وجہ اور ضروری باتیں جو آپکی معرفت سے طالب واقف ہوتے ہیں لکھتا ہوں، آپ نے علم سلوک میں خوب تشریح کی ہے اور راہ طریقت کو مثل آئینہ کر کے دکھایا ہے، اور رہروان حق کو اپنی مشعل علم اور معرفت سے صاف اور سیدھا راستہ بتایا ہے اور اغلاط اور مشتبہات راستوں سے بچایا ہے، آپ کے زمانہ سے پیشتر جو اولیاء اللہ گذرے ہیں، اُن سے وہ کلمات اور مقامات ثابت نہیں، جو آپ نے جدید فرمائے ہیں اسی واسطے آپ کو مجدد کہتے ہیں، صوفیہ سابقین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے صرف لطائف قلب و روح کی خبر دی، اور بعض نے لطیفۂ سر کی بھی، لیکن آپ نے قلب، روح، سر، خفی اخفیٰ، یہ پانچ لطیفے سینۂ انسان میں قرار دیے ہیں اور جگہ اور رنگ انوار اُن کے مقرر کیے ہیں، اس کی تشریح کے واسطے ایک مکتوب خواجہ عبدالاحدؒ کا کافی ہے، جو حضرت مجدد صاحبؒ کے پوتے ہیں، اور یہ مکتوب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں درج فرمایا ہے، وہ مکتوب یہ ہے،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ہمشیرۂ عزیزہ خدا پرست نے لطیفۂ انسانی پوچھے تھے،

سو معلوم کریں، پانچ لطیفے انسانی کہ قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ ہیں، یہ عالمِ امر سے ہیں، ان کا مکان فوق العرش ہے جسے لامکان کہتے ہیں۔ اور عالمِ ارواح بھی اُسے کہتے ہیں، حق جل و علا نے کمالِ قدرت سے اپنے ان لطائف کو بدن انسان سے تعشق اور تعلق دے کر وہاں سے نیچے اتار کر ہر ایک کو ایک خاص جگہ میں انسان کے بدن میں جو اُس کے مناسب تھا جا دی ہے، قلب کو سینہ کے بائیں طرف پستان میں جا دی ہے۔ روح کو جو قلب سے زیادہ لطیف ہے اس کے مقابل دائیں جانب۔ اخفیٰ کہ لطیف اور احسن لطائف ہے، درمیان حقیقی سینہ کے، سر کو درمیان قلب اور اخفیٰ کے خفی کو درمیان روح اور اخفیٰ کے، اور ولایت اسمیں سے ہر ایک لطیفہ کی زیر قدم ایک اولوالعزم پیغمبر کے ہے، چنانچہ قلب کی ولایت حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السّلام کے زیر قدم ہے اور روح کی ولایت حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السّلام کے زیر قدم ہے اور سر کی ولایت حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے زیر قدم ہے اور خفی کی ولایت حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السّلام کے زیر قدم ہے اور اخفیٰ کی ولایت حضرت خاتم الانبیاء علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے زیر قدم ہے، جاننا چاہیئے کہ اولیا کے قدموں کا تفاوت انہی لطیفوں کی راہ سے ہے، تو جو زیر قدم حضرت آدم علیہ السّلام کے ہے اُس کی ولایت ولایتِ قلب ہے، تو وہ صاحب استعداد ولایت کے ایک درجہ کا ہے، پانچ درجوں میں سے۔ اور جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السّلام کے زیر قدم ہے، اُس کی ولایت ولایتِ روحی ہے اور اس کو دو درجوں کی ولایت کی استعداد ہے، پانچ درجوں میں سے۔ اور جو زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ہے، اُسکی ولایت ولایتِ سر ہے، اور وہ ولایت کے تین درجوں کی استعداد رکھتا ہے، درجات خمسہ سے، اور جو زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ہے اُسکی ولایت ولایتِ خفی ہے، اور وہ چار درجے ولایت کی استعداد رکھتا ہے، ان درجوں میں سے، اور

جو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ قدم ہو۔ اسکی ولایت ولایت اخفیٰ ہے۔ اعظم واعلیٰ اور احسن ہے سب درجوں کی' اور اس ولایت کے صاحب کو قابلیت پانچوں درجوں کی ولایت کی ہے' اور جاننا چاہیئے کہ انبیاء علیہم السّلام کے قدموں کا تفاوت ان کے آپس میں اس راہ سے نہیں ہے' بلکہ نبوت کی راہ سے ہے' پس جو ان بزرگواروں میں سے اس راہ میں پیشقدم ہوگا' وہی دوسروں سے افضل ہوگا' چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے مقامِ نبوت میں پیش قدم ہیں' اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے افضل ہیں' اگرچہ مقامِ ولایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے غالب ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا' دوسرے یہ امر جاننا چاہیئے کہ اگر مرشد و مربی طالب کا صادق المشرب ہوگا تو اس سے ہو سکتا ہے کہ جس راستہ آپنے منازل قطع کی ہیں' اسی راہ طالب کو بھی چلائے اور ولایتِ محمدی کے کمالات کو پہنچائے' اور وہ مرید اگرچہ خود اپنی استعداد کمتر رکھتا ہو یہاں سخن بہت طول عرض رکھتا ہے کہ حد سے زیادہ ہے' معذور رکھیں' اور پھر کسی وقت پر موقوف فرمائیں' اور انوار و لطائف کے رنگ پوچھے تھے' سو معلوم کریں کہ ہر شخص نے اپنے کشف اور نظر کے موافق کچھ کہا اور لکھا ہے' اور اس کے اوپر بنائے تعبیر وقائع اور تفسیر معاملات کی رکھی ہے' مگر میں نے اب جو حضرت عالیدرجت سے سمجھا ہے' لکھتا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ قلب کا نور زرد ہے اور روح کا نور سرخ ہے اور سر کا نور سفید ہے اور خفی کا نور سیاہ ہے اور اخفیٰ کا نور سبز ہے' اور حقیقت و ماہیت نفس کی جو دریافت کی تھی' آپ کو معلوم ہو کہ نفس خبیثہ ہے' عالمِ خلق سے اور اُس کا محل دماغ ہے' بالذات شرارت وخباثت سے متصف ہے اور اپنے تئیں لطائف کی طرح لطیفۂ نفیسہ ظاہر کیا ہے اور ریاست و دانائی کا دعویٰ کر کے تمام اجزاء و لطائف پر تصرفات فاسد کر کے شیطان علیہ اللعن کے بہکانے

تمام لطائف و اجزار کو اپنے لطائف ذمیمہ سے متصف کردیا ہے اور درگاہ پاک خداوندی کیطرف متوجہ ہونے سے محروم رکھ کر نقصانِ ابدی کو پہنچایا ہے، عنایت ازلی نے جس کی دستگیری اور رہنمائی کی، اُس نے اُسکی شرارت وخباثت پر اطلاع پائی اور اُس کے فریبوں اور مفسدوں سے منہ پھیر کر متوجہ اُس درگاہ پاک کا ہوا اور سعادتِ ابدی کو پہنچا اور جب نفس پاک و مطہر ہوجاتا ہے اور اپنے سب وصف رذائل بالکل چھوڑ دیتا ہے، البتہ اللہ سبحانہ کے کرم سے بڑے مرتبے ولایت کے اور قرب اور مشاہدہ اور مقام رضا سے مشرف ہوتا ہے اور سب لطائف انسانی سے بالادست ہوجاتا ہے، اور اسکی سیر سب سے بلند ہوتی ہے، اس کو حصول کمال کے بعد تخت صدر پر بٹھلاتے ہیں اور ریاست دکیاست سب لطائف کی اسکو ملتی ہے، عجب بھید ہے کہ جو خبیث سب سے زیادہ ہے، بعد پاک اور منور ہونے کے اشرف سب سے ہوجاتا ہے أُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ فرمایا ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ [1]

اطلاع: پانچ لطائف عالم امر کے ہیں۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ۔ عالم امر اُس کو کہتے ہیں کہ لفظ کُن کے فرماتے ہی اپنی جگہ پر قائم ہوگئے۔ اور پانچ ہی لطیفے آپ نے عالم خلق کے فرمائے ہیں، آب، خاک، ہوا، آتش، ان سب کا لب لباب لطیفہ نفس ہے، لطیفۂ نفس کا مقام پیشانی قرار دی ہے اور نور اُس کا سفید قدرے نیلگوں فرمایا ہے اور لطائف عالم خلق اس کو کہتے ہیں جو تدریج پیدا ہوئے ہیں [2] چنانچہ طلبہ حق نے جیسا

[1] اطلاع: پانچ لطائف عالم امر کے ہیں۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ۔
[2] اطلاع: لطائف عالم امر کے مقام سینہ میں بتانا یہ کام حکمائے الٰہی کے ہیں حکمائے یونان

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا ہی دیکھا ہے اور سلوک میں پیش آیا ہے۔ سرِ مو فرق نہ پایا۔ علاوہ اس کے مقاماتِ ولایت میں اکثر صوفیہ سے مقام نہایت جسکو اصطلاحِ صوفیہ میں وحدت الوجود کہتے ہیں ثابت ہوا ہے۔ حضرت امام ربانیؒ نے اس مقام کے حال کی تصدیق فرماکر علاوہ اس کے بہت سے مقامات ترقی کے فرمائے ہیں۔ کہ جو صوفیۂ سابقین سے کہیں ثابت نہیں۔ یہ خاص معرفت حضرت کی ہے۔ اور آپؒ فرماتے ہیں کہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں اس قدر فرق ہے، جیسے دریا اور قطرہ میں، قطرہ اور دریا کا مضمون یوں سمجھ میں آجائیگا کہ صحابہؓ کے آدھ سیر جَو بہتر ہیں ہر ایک اُمتی کے خواہ ولی ہو عامی پہاڑِ احد کے برابر چاندی سونا راہِ خدا میں خرچ کرنے سے، اسی طرح تمام ولیوں کی ولایت کی قوت ایک صحابی کی ولایت کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اور جس طرح تمام اُمت کے ایمان سے ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بھاری ہے یہی ثبوت فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ارشاد رب العباد ہے، اور بفضلِ خدا ہزاروں علماء و صلحا، اور لاکھوں طلبہ نے ان مقامات کو طے کیا ہے، اور سرِ مو فرق ارشاد حضرت شیخ رضی اللہ عنہ میں نہ پایا۔ چنانچہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب طریق حضرت شیخ رضی اللہ عنہ میں کچھ شبہ نہیں رہا۔ کیونکہ ہزاروں صلحا ان مقامات پر پہنچے اور تصدیق کی۔

(حاشیہ صفحہ ماقبل) اطلاع افلاطون جالینوس ارسطو وغیرہ کی حکمت میں اور نیز عقلاء و حکماء سائنس (یورپ) زمانۂ حال کی تحقیقات اور کتابوں میں کہیں اس کا پتہ نہیں۔ نہ اسمیں دوربین کام دیتی ہے اور نہ کوئی آلہ اور نہ علم مسمریزم جب انسان کے سینہ کے حالات اور معاملات سے پوری آگاہی حکمائے غیر مذاہب کو نہیں ہوئی جو خود انمیں موجود ہیں تو پھر آسمانوں کی حالت سے کیا واقف ہوسکتے ہیں اور کرنا ان کا بیان لائق سننے کے ہوسکتا ہے۔ اسی واسطے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

چند چند حکمت یونانیاں	حکمت ایمانیاں راہم بخواں

کہاں تک یونانی حکمت پڑھو گے!	ایمان والوں کی حکمت کا بھی مطالعہ کرو

فصل تیسری کلماتِ نقشبندیہ کے بیان میں

حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے طریقہ کی بنا گیارہ کلمات پر رکھی ہے کہ وہ اصطلاحی ہیں اور اشغال و اعمال کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہیں (۱) ہوش دردم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن (۵) یادکرد (۶) بازگشت (۷) نگہداشت (۸) یادداشت۔ یہ آٹھ کلمات خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے اور ان کے بعد تین اصطلاحیں خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہیں۔ (۱) وقوف زمانی (۲) وقوف قلبی (۳) وقوف عددی۔ اب میں ان کلمات کی اپنی حیثیت کے موافق شرح کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھکو اور سب مسلمانوں کو ان پر عمل کی توفیق عنایت فرمائے، کیونکہ مقصود علم سے عمل ہے۔

(۱) **ہوش دردم** سے مراد ہے کہ ہمیشہ ہوشیار رہے، اور تلاش میں رہے کہ کوئی سانس غفلت یا معصیت میں تو نہ گزرا۔ اگر معلوم ہوجائے تو استغفار کرے، اور مبتدی کے واسطے بہت ضروری ہے کہ کوئی سانس اس کا غفلت میں نہ گزرے، یہاں تک سنبھال رکھے کہ حضور دائمی کو پہنچ جائے، اور وقوف زمانی بھی یہی معنی رکھتا ہے، اتنا فرق ہے کہ ہوش دردم مبتدی کے واسطے ہر وقت ہر لحظہ ہر لمحہ کی سنبھال ہے اور وقوف زمانی متوسط کے واسطے مناسب ہے کہ کچھ کچھ دیر بعد سنبھال کرے۔ اور وقوفِ زمانی کو صوفیہؒ محاسبہ بھی کہتے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ "ہوشیار وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو ڈرایا، اور واسطے بعدِ موت کے واسطے عمل کیا" اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ اپنی حالتوں کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے، اور ان کا وزن کرو قبل اسکے

کہ وزن کئے جائیں اور مستعد ہو جاؤ عرض اکبر کے واسطے یعنی خدا کا سامنا جو قیامت میں ہوگا اس دن تم سامنے کئے جاؤ گے، تمھاری کوئی چیز نہ چھپ سکے گی" اور اللہ تعالےٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ (ترجمہ: اے بندو! اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو۔ اور اس کے لئے اسلام لاؤ۔ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے) اور نیز قول اللہ تعالےٰ کا الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (ترجمہ: قیامت کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر کریں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں اس بات کی جو کچھ کہ وہ کیا کرتے تھے) اسی مطلب میں مولنا رومیؒ فرماتے ہیں:

روز محشر ہر نہاں پیدا شود　　　خود بخود ہر مجرمے رسوا شود

قیامت کے دن ہر چھپی ہوئی بات ظاہر ہو جائے گی　　　اور خود بخود ہر مجرم اپنی خطاؤں کے اظہار سے ذلیل ہوگا

(۲) نظر بر قدم، یعنی اپنی نگاہ پیروں کی طرف رکھنا۔ یہ ایک کلمہ ہے، لیکن بہت سی خوبیوں سے پُر ہے، سب سے اصل بات یہ ہے کہ نیچی نظر رکھنا سنت ہے، سالک کو چاہیئے کہ اپنی نظر پاؤں کی طرف رکھے، تاکہ نامحرم عورتوں پر نظر نہ پڑے، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ عورت نامحرم پر نظر پڑنا ایک تیر ہے زہر آلودہ کہ بغیر ہلاکت کے چارہ نہیں ہلاکت سے مراد نقصان ایمان اور رسوائی اور تباہی دارین ہے، دوسرے یہ فائدہ ہے کہ مکان کان وغیرہ وغیرہ کے رنگ برنگ اشیاء پر نظر پڑنے سے خیال منتشر ہوتا ہے، اور یکسوئی جو خدا کی طرف طالب کی ہوتی ہے اس میں فرق آتا ہے، تیسرے اس سے مراد یہ ہے کہ برائی اور نیکی کے قدم کو دیکھے کہ کونسا قدم غالب ہے، اگر برائی میں قدم آگے دیکھے تو اسکو

پیچھے ہٹائے، اور نیکی کے قدم کو آگے بڑھائے، چوتھی مراد یہ ہے کہ اپنے قرب کو دیکھے کہ تیری ترقی کا قدم کس جگہ ہے۔ پانچویں مراد یہ ہے کہ اپنی ولایت کو دیکھے کہ کس نبیؑ کے قدم کے نیچے ہے کہ جس کی تشریح مفصل طریقہ مجددیہ میں درج ہے۔

وقتِ رفتن بر قدم باید نظر	ہست سنت حضرت خیر البشر
چلتے وقت پاؤں پر نظر ہونی چاہیئے	کیونکہ یہ نبی کریم صلعم کی سنت ہے
اندریں حکمت بسے ست و بیشمار	دیدہ خواہد طالبِ حق آشکار
اس میں بہت سی حکمتیں ہیں	کہ جس کو طالبِ خدا صاف دیکھیگا!
اتباع حضرت محمد مصطفےٰ	میرساند نزد حق جل وعلا
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی	اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے!

(۳) سفر در وطن، اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی صفاتِ بشریہ کو چھوڑ کر صفاتِ ملکیہ کو حاصل کرے، یعنی طلبِ جاہ و مال، عُجب، حسد، بغض، کینہ، تکبر سے دل کو پاک کرے جبتک یہ خصائلِ رذائل دل میں بھری ہونگی تو نورِ خدا کا گذر کیونکر ہو سکتا ہے، اسی واسطے حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

صد تمنا در دلا داری فضول	کے کند نورِ خدا در دل نزول
سینکڑوں تمنّائیں لغو تو دل میں رکھتا ہے	(تو پھر) کب خدا کا نور تیرے دل میں نازل ہوگا

اور مولٰنا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں	ایں خیال ست و محال ست و جنوں
تو خدا کو بھی چاہتا ہے اور ذلیل دنیا کو بھی	یہ محض خیال اور جنون اور محال بات ہے

جس چیز کی محبت سوائے خدا کے ہے، وہی اس کا بت ہے، جبتک بتخانہ کو توڑ کر

خانۂ خدا بنائے گا، عند اللہ بت پرست کہلائیگا۔ اسی معنی میں حضرت بو علی شاہ قلندرؒ فرماتے ہیں۔

بت پرستی می کنی ہم بُت گری — شد دلت رشکِ بتانِ آزری

تو بُت پرستی کرتا ہے اور بُت بناتا بھی ہے (یعنی) کہ تیرا دل آذر کے بتوں کیلئے باعث رشک ہے

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سفر در وطن سے مراد یہ ہے کہ سیر آفاقی کو چھوڑ کر سیر انفسی کی طرف سفر کر۔

حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ارشادِ نبوی صلعم ہے کہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اُس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، لہٰذا جس دل میں خیال غیر خدا ہے وہ دل بھی مستحق نزول رحمت نہیں ہوتا، امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کی محبت کا خالص مزا چکھا تو اُس نے اسکو طلب دنیا سے باز رکھا، اور سب لوگوں سے وحشی کر دیا۔

کینہ و بغض و حسد حقد و ریا! — خودسری خود بینی و مکر و دغا

کینہ، بغض، حسد، حقد اور ریا — خودسری خود بینی اور مکر و دغا

ایں خصائل ناقصہ را دور کن (مع لغت) — قلبِ خود از یادِ حق معمور کن

یہ بری عادتیں چھوڑ دے — اور اپنے دلکو یادِ خدا سے آباد کر

تا شود قلب سیہ نور و ضیا — تا شود خانہ دلت خانہ خدا

تاکہ تیرا سیاہ دل منور و روشن ہو جائے — اور تیرا دل خانۂ خدا بن جائے

(۴) خلوت در انجمن کا مطلب یہ ہے کہ دل سے خدا کے ساتھ مشغول ہے اپنے تمام حالات میں، یعنی کھانے، پینے، بات کرنے، پڑھنے، پڑھانے، چلنے پھرنے

بیٹھنے اور سونے وغیرہ میں، چاہے حالت اُسکی پاکی کی ہو یا ناپاکی کی، یہاں تک مشغول رہے کہ توجہ اللہ کی طرف راسخ یعنی خوب پختہ ہو جائے، اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور اشارہ ہے، حق تعالٰی کے اس ارشاد کا رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (ترجمہ: میرے بندے وہ لوگ ہیں کہ جن کو سوداگری اور لین دین میرے ذکر سے غافل نہیں کرتا) اور دل بیار دست بکار اسی آیت شریف کا ترجمہ ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سفر در وطن میں خلوت در انجمن کا مطلب حاصل ہو جاتا ہے، خلوت در انجمن سے یہ مراد ہے کہ آدمیوں میں اس کا جسم موجود ہے، اور دل میں سوائے خدا کے کسی کا خیال نہ ہو اور یہ بات ساتھ بے تکلفی کے ہو، تو پھر یہ لباس فقر اور نشان مند ہونا اور ہمیشہ متعلق بہ ذکر خدا رہنا اس طرح پر کہ لوگوں پر مخفی نہ رہے، اسمیں اکثر دکھانے اور سنانے کا گمان ہوتا ہے، تو بہتر یہ ہے کہ وضع اور لباس ایسا ہونا چاہیئے کہ جیسے خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ نہ میں لباس عالموں کا سا پہنتا ہوں کہ لوگ مجھکو عالم کہیں اور نہ درویشوں کا سا پہنتا ہوں کہ لوگ مجھ کو درویش کہیں، اور نہ لباس ملامت کا پہنتا ہوں جس سے عاقبت میں مواخذہ ہو، بلکہ عام لوگوں کا سا لباس پہنتا ہوں کہ جس میں ان تمام باتوں سے بچا رہوں جسطرح خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، صحابۂ کبار رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا بھی یہی طریقہ تھا کہ مثل عام لوگوں کے رہتے تھے، اور کوئی شان درویشی وغیرہ کی ظاہر نہ کرتے تھے، اور یہی طریق حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا ہے، اور یہی مضمون حدیث قدسی کا ہے، جس کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

ما بروں را ننگریم و قال را　　　　ما دروں را بنگریم و حال را

ہم کسی کی ظاہری حالت نہیں دیکھتے　　(بلکہ) ہم باطنی حالت کو دیکھتے ہیں

یعنی میں تمھاری صورتوں اور لباس و اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہوں، اسی واسطے حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، جس چیز کو خدا دیکھتا ہے اسکی تکمیل میں زیادہ کوشش کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ جب اسکی نظر کپڑوں اور صورتوں پر نہیں ہے تو پھر شکل فقیروں کی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ زمانہ سابقہ میں درویش بوجہ ناداری ایک تہبند ایک چادر اور ایک دوپٹہ ہونے کے سبب بعض مٹیا اور سیاہ کپڑے رنگ لیا کرتے تھے، تاکہ جلد میلے نہ ہوں اور دھلائی کا صرفہ نہ ہو اور اس کے دھونے میں وقت ضائع نہ جائے، کیونکہ وہ اپنے ہر وقت کو آخری وقت اور ہر سانس کو آخری سانس جانتے تھے، اب لوگ ان کے سیاہ کپڑوں کی نقل تو کرتے ہیں لیکن انکی یادِ خدا اور ترکِ دنیا کی نقل نہیں کرتے، بلکہ اس کے خلاف صورت فقیروں کی اور گھر امیروں کیطرح رکھتے ہیں، اسی طرح ان کے ظاہر سے باطن کا معاملہ برعکس ہے۔ بقول حضرت مولنا رومی رحمۃ اللہ علیہ؛

ہمچو ایں خاماں باطبل و علم　　　　کر النغ خانیم در فقر و عدم

ان ڈھول ڈھکے والے ناکاروں کیطرح　　　　کہ جو فقر و فنا میں اپنے آپکو النغ خان کہتے ہیں

لاف شیخی در جہاں انداختہ　　　　خویشتن را بایزیدے ساختہ

اپنی بزرگی کی بڑائیاں دنیا کے سامنے کرتے رہا　　　　اور اپنے کو بایزید بسطامی بنا رکھا ہے

ہم ز خود واصل شدہ و سالک شدہ　　　　محفلے وا کردہ در دعوت کدہ

اپنے وجود سے خود ہی واصل ہو گیا اور خود ہی سالک　　　　دعوتیں اور جلسے ہو رہے ہیں

چند دزدی حرفِ مردانِ خدا — تا فروشی و ستانی مرحبا

اے ظاہر پرست ظاہر دار انسان کب تک مردانِ خدا کی نقل کرتا رہے گا تاکہ دنیا میں غلط سودا کرے

ایں نہ مردانند ایں ہا صورت اند — مردہ نانند کشتہ شہوت اند

یہ حقیقتاً مرد نہیں ہیں بلکہ صورت سے ہی مرد ہیں — اور یہ خواہش کے بندے اور مردے ہیں

سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے،

دلقت بچہ کار آید و تسبیح و مرقع! — خود را ز عملہائے نکوہیدہ بری دار

تیری گدڑی اور تسبیح و مرقع کس کام آئیگا؟ — اپنے آپ کو بُرے کاموں سے بچائے رکھ

حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست — درویش صفت باش کلاہ تتری دار

تجھے فقیر ترکی سی ٹوپی اوڑھنے کی ضرورت نہیں (بلکہ) صفت فقیر ترکی سی رکھ پھر چاہے عمدہ ٹوپی پہن

ہاں اگر کوئی درویشی جتانے اور دنیا کمانے کے واسطے ایسا کرتا ہے تو اس حدیث

شریف کا مصداق بنتا ہے اَلدُّنْیَا شُہُوْدٌ لَا یُحْصِلُہَا اِلَّا بِزُوْرٍ (ترجمہ) دنیا

مکر ہے اور مکر ہی سے حاصل ہوتی ہے) حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فقر خود را پیش کس پیدا مکن — محنت امروز را فردا مکن

اپنے فقر کو کسی پر ظاہر مت کر (اور) آج کا کام کل پر مت ڈال

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں،

اے درونت برہنہ از تقوے — وز بروں جامہ ریا داری

اے شخص تیرا باطن پرہیزگاری سے ننگا (خالی ہے) — اور تیرا ظاہر لباس ریا سے آراستہ ہے

پردہ ہفت رنگ را بگذار — تو کہ در خانہ بوریا داری

اس ہفت رنگ پردہ کو چھوڑ دے (اس لئے) کہ تیرے گھر میں چٹائی ہے یعنی تیرا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہے اس لئے

اقبال احمد ۔۔۔

ہر شخص اپنی دولت کا پتہ کسی کو نہیں دیتا، ہر شخص اپنے محبوب کی محبت کا اظہار کسی عمل سے اغیار کو نہیں ہونے دیتا، تو پھر محبت الٰہی کا اظہار اپنے لباس سے کرنا یہ ہرگز عقل میں نہیں آسکتا اسی واسطے خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

از درون شو آشنا و ز برون بیگانہ وش | ایں چنیں زیبا روش کم بود اندر جہاں
اندر یعنی دل میں خدا کی یاد رکھ اور ظاہر میں بیگانہ بن کر رہ | یہ عمدہ روش دنیا میں بہت کم ہے،

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:۔

از بروں در میان بازارم | وز دروں خلوتے ست با یارم
ظاہر جسم تو میرا بازار میں ہے | اور میرا باطن یعنی دل خدا کیساتھ ہے

سوال: بعض اولیاء اللہ نے لباس سے اظہار ولایت نہیں کیا ہے، تو انکے کلمات سے اظہار ولایت ہوا ہے، اور اظہار لباس سے ہو یا کلام سے دونوں کی ایک صورت ہے۔

جواب: بعض اولیاء اللہ کو ظلی طور پر کمالات نبوت میں سے حصہ دیا جاتا ہے اور بعض کو صرف ولایت میں سے حصہ دیا جاتا ہے، فیضانِ نبوت قابل اظہار ہوتا ہے، اور فیضان ولایت قابل استتار، لہٰذا جن اولیاء اللہ کو کمالاتِ نبوت میں سے حصہ دیا گیا ہے، اُنھوں نے بموجب ارشاد وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اظہار ولایت کیا ہے، اور اس اظہار کی دو منشاء ہیں، ایک شکریہ نعماء الٰہی کا، دوسرے خلق ناقص کو خدا کیطرف بلانیکا اور جن اولیاء کو صرف ولایت میں سے حصہ دیا گیا ہے، اور اُن سے اظہار کرامات یا اظہار حالات باطنی ہوئے ہیں، وہ صرف خدا نے اس واسطے ظاہر کرائے ہیں کہ کفار فجار راہ ہدایت پر آئیں، اور طالب خدا کی طرف بڑھیں، اور ان بزرگوں کا کلام طلبہ حق کے واسطے راہ طریقت کا قانون بنے، اور شیطان کے دھوکہ سے بچیں، ورنہ اولیاء اللہ نے اپنے

اظہار فقر وغیرہ کے واسطے کوئی بات نہیں کی، جو کچھ الہام ہوا کہدیا جیسے فرماتے ہیں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ:

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے　　یک دہاں پنہاں است در لبہائے وے

بانسری کی طرح دو رکھتا ہوں (جیسے) ایک منہ خدا کے ہونٹوں میں ہے یعنی جو کچھ الہام خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں وہی کہدیتا ہوں

مولف عرض کرتا ہے:

عبد خالق پیشوائے عارفاں　　ایں چنیں فرمود بہر طالباں

حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے طالبان حق کیلئے

ایں نصیحت بشنوید از گوش دل　　کار نے آید دریں جا گوش گل

(چنانچہ) اس نصیحت کو دل لگا کر سنو　　یہاں مٹی کے کان کام نہیں آئینگے

بندگاں باید کہ در وقت سخن　　قلب باحق قالب در انجمن

بندوں کو چاہئیے کہ بات چیت کرتے وقت (یہاں تک) دل خدا کے ساتھ ہو، اور جسم محفل میں

۵. یاد کرد: یاد کرد سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ کا ذکر کرے۔ ذکر اسم ذات کا یا نفی اثبات کا یعنی کلمہ شریف کا کہ جو مرشد سے پہنچا ہو، اور ذکر اسقدر کرے کہ حق تعالیٰ کی حضوری حاصل ہوجائے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "مقصود ذکر سے یہ ہے کہ دل ہمیشہ حضرت حق کے ساتھ حاضر رہے، بوصف محبت اور تعظیم کے اس واسطے کہ ذکر یعنی یاد دفع غفلت کا نام ہے حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

باش دائم اے پسر در یاد حق　　گر خبر داری ز عدل و داد حق

اے عزیز ہمیشہ یاد حق میں رہا کر　　اگر تجھے خدا کے انعامات کی خبر ہے

۶. بازگشت: بازگشت یعنی رجوع کرنا پھرنا۔ اس سے مراد ہے کہ تھوڑے

تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرے، کیونکہ یہ دعا حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ہے "الٰہی مقصود من توئی و رضائے تو محبت و معرفت خود بدہ" یعنی اے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری خوشنودی۔ اپنی محبت اور معرفت عطا فرما۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ہمارے حضرت والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دعا کو بار بار پڑھنا شرط عظیم فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ طالب کو نہیں لازم ہے کہ اس سے غافل رہے، اس واسطے کہ جو ہم نے پایا اسکی برکت سے پایا، مقصد اس دعا کا یہ ہے کہ جو ذکر فکر کرے سرور یا کوئی نور یا کوئی چیز عالم غیب کی نظر آئے تو طالب اُس پر مغرور نہ ہو اور اس کو اپنا مقصد نہ سمجھے، کیونکہ ذات خدا تو کجا اسماء و صفات الٰہی میں سے ایک صفت میں اگر لاکھوں برس سیر سالک رہے، جب بھی ختم نہ ہو، لہٰذا یہ دعا سب کو قطع کرکے ذات حق سے قریب کرتی ہے اسی وجہ سے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے

"ہر چہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است بحقیقت کلمہ لا نفی آن باید کرد"

جو کچھ دیکھا جائے اور سنا جائے اور جانا جائے وہ سب غیر خدا ہے کلمہ طیبہ کے لا سے سب کی نفی کردینی چاہیئے

اسی مطلب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر بے نہایت درگہیست — ہر کجا کہ می رسی بر وے مایست

اے بھائی خدا کی بے انتہا درگاہیں ہیں — جب تو کسی درگاہ پر پہنچ جائے اسکو نہایت نہ جانکر مت ٹھہر

۷۔ **نگہداشت**: نگہداشت سے مراد ہے کہ ذاکر حق خطرات اور احادیث نفس کو ہانکے اور دور کرے، یعنی جو خیالات اور وسوسے دل میں غیر خدا کے آئیں تو سالک اُن کو نہ آنے دے اسی واسطے خواجہ بزرگوار محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کو لائق ہے کہ خطرہ کو اسکے ابتدائے ظہور میں روک دے اس واسطے کہ جب ظاہر ہو چکے گا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور وہ نفس

میں اثر کریگا، پھر اس کا دور کرنا مشکل ہوگا، یہ نگہداشت طریقہ ہے حاصل کرنے ملکہ خلو تختۂ ذہن کا خطرات ووساوس کے خطور کرنے سے "یعنی دنیا کے خیالات دل پر نہ جمیں اور دل مثل آئینہ کے صاف رہے اور جو فیضانِ باطن آئے، اُسکا عکس دل میں پڑے۔ اور جب آئینۂ دل خالی نہیں ہے تو اُسمیں ظہورِ انوار و برکاتِ الٰہی کہاں ہو سکتا ہے" چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش — تا بگوشت آید از گردوں خروش

وسوسوں کی روئی کان سے باہر نکال — تاکہ تیرے کان میں آسمان سے آواز آئے

تا کنی فہم آن معماہاش را — تا کنی ادراک امر فاش را

تاکہ تو ان اسرار کو سمجھ سکے — اور تاکہ تو راز کی باتوں کو جان سکے

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خطرہ کو دل میں ساعت دو ساعت بھی نہ رکھنا چاہیئے۔ بزرگوں کے نزدیک یہ امر اہم ہے اور اولیائے کاملین کو یہ دولت تا زماں حاصل رہتی ہے" یعنی عرصہ تک۔

عبدخالق پیشوائے اولیاء — برگزیدہ رہنمائے اتقیا

حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء کے پیشوا ہیں (اور) مقبول بندۂ خدا کے اور متقیوں کے راستہ دکھانے والے ہیں

ایں چنیں فرمود بہر مومناں (الخ) — از خدا غافل مشو تو یک زماں

انھوں نے اسطرح فرمایا ہے مومنوں کیلئے — کہ خدا سے تھوڑی دیر بھی غافل نہ رہے

کوشش آرد دل نیاید فکر غیر — نے رود فکر دل طالب بغیر

ایسا کی کوشش کر تیرے دل میں خیال غیر نہ آئے — اور طالب کے دل کا خیال سوائے خدا کے کسی طرف جائے

۸۔ **یادداشت**: یادداشت سے یہ مطلب ہے کہ توجہ صرف جو خالی ہے الفاظ اور معنی سے واجب الوجود کی حقیقت کی طرف مستقل ہوجانا اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں

اپنے والد بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے کہ حق بات یہ ہے کہ ایسا ستیجہ بنا
بالاستقامت حاصل نہیں ہوتا مگر بعد فنائے تام اور بقائے کامل کے انشاء اللہ تعالیٰ فنائے تام اور
بقائے کامل کی شرح فصل ولایت صغریٰ میں کیجائیگی۔ اگر ضرورت ہو تو اس جگہ دیکھ لینا چاہیئے:

سوال: یادکرد، نگہداشت، یادداشت، ان میں کیا فرق ہے؟

جواب: یادکرد، نگہداشت میں طالب اپنی کوشش سے رب کیطرف مخاطب ہوتا ہے
اور یادداشت میں بلا کوشش خود بخود قلب خدا کیطرف مشغول و مخاطب رہتا ہے:

یادداشت حاصل شود بعد از فنا ۔ بلکہ حاصل می شود بعد از بقا
یادداشت فنائے تام کے بعد حاصل ہوتی ہے ۔ بلکہ بعد بقائے کامل کے
بعد ازیں غافل نہ باشد یک زماں (منہ تعالیٰ) ۔ خواہ باشد فرح و غم سود و زیاں
اسکے بعد تھوڑی دیر بھی خدا سے غافل نہیں ۔ خواہ اُسے خوشی ہو یا رنج فائدہ ہو یا نقصان
در جماعت اولیاء داخل شود ۔ نزد جملہ طرق او واصل شود
وہ شخص جو فنا و بقا سے شرف ہو چکا ہو ۔ اور متفقہ طور پر وہ واصل بحق ہے

۹۔ **وقوف زمانی** ۔ وقوفِ زمانی کی شرح ہوش در دم میں ہو چکی ہے
ہوش در دم اور وقوفِ زمانی یہ قریب قریب ایک ہی مطلب پر ہیں۔

۱۰۔ **وقوف عددی** ۔ وقوف عددی سے مراد ہے واقف رہنا سالک کا اثنائے
ذکر میں۔ جب ذکر حق کرے تو طاق یعنی وتر کرے جیسے ۳۔۵۔۷۔۹۔۱۱ وغیرہ اس میں مناسبت
ہے ذات حق کیساتھ، کیونکہ ارشاد ہے اللّٰہ وِتْرٌ وَّیُحِبُّ الْوِتْرَ (ترجمہ: خدا ایک ہے
اور اکیلے کو دوست رکھتا ہے۔

۱۱۔ **وقوف قلبی** : وقوف قلبی سے مراد ہے کہ سالک ہر وقت ہر آن ہر لحظہ اپنے قلب

کی طرف متوجہ ہے اور قلب خدا کی طرف متوجہ ہے تاکہ سب طرف کی توجہ ٹوٹ کر معبود حقیقی کی طرف توجہ رہجائے اور خطرات اور وسوسے دل میں داخل نہ ہوں۔ خصوصاً وقت ذکر کے اسکا پورا پورا خیال رکھے۔ اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبس دم اور رعایت عدد کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا۔ بلکہ فوائد میں داخل فرمایا ہے اور وقوف قلبی تو حضرت خواجہؒ کے نزدیک بہت ضروری اور رکن عظیم ہے اور دارومدار طریقۂ نقشبندیہ کا اسی پر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

علی بیض قلبک کن کانک طائر   فمن ذلک الاحوال فیک تولد

اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح ہوجا اور رہ سہہ   پس اس طریقہ سے جس طرح انڈے سے بچہ پیدا ہوتا ہے تیرے دل میں حضور پیدا ہوگا

آگاہی: جو کلمات نقشبندیہ کی تشریح کی گئی ہے یہ مختصر ہی۔ لیکن اگر کوئی چاہے کہ میں صرف اس کتاب کو دیکھ کر ذکر فکر کروں اور میری تکمیل ہوجائے تو یہ بات نادرات سے ہی۔ بلا شیخ کے راستہ طریقت میں پاؤں رکھنا اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہی اور شرح اسکی فصل تلاش مرشد میں لکھنا چاہیئے۔

حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

کار بے استاد خواہی ساختن   جاہلانہ جاں بخواہی باختن

بغیر استاد کے تو اگر کام بنانا چاہے گا   تو کیا سیکھ نہیں بلکہ جاہلوں کی طرح جان پر کھیلنا پڑیگا

فصل چوتھی رابطۂ مرشد میں

خدا کے قرب کے واسطے بہت اچھا ذریعہ رابطۂ شیخ ہی۔ رابطہ کے معنی محاورہ میں ربط ضبط اور تعلق خاص کے ہیں۔ خدا سے ملنے کے بہت سے راستے ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جسقدر نفوس ہیں اسی قدر راہیں خدا سے ملنے کی ہیں۔ ہر نفس اپنی حقیقت سے ملنے کا راستہ

رکھتا ہے لیکن کبرائے دینؒ نے بالاتفاق تین راہوں کو اخذ کیا ہے، یہ تین راستے سب راستوں سے بہتر ہیں اور انہی راستوں پر چلنے سے لاکھوں ولی ہو گئے اور ان کی تصدیق تواتر سے حق الیقین تک پہنچ چکی کہ یہ راستے بیشک سب راہوں سے افضل ہیں وہ یہ ہیں اول ذکر دوسرے فکر تیسرے رابطۂ شیخ۔ اگر یہ تینوں راستے کسی طالب کو ایک ہی وقت میں میسر آجائیں تو نورٌ علیٰ نور ورنہ ان تینوں راستوں میں سے ایک کو بھی مضبوط پکڑ لیگا۔ تو بیشک خدا تک انشاء اللہ ضرور پہنچے گا خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"ذکر بے رابطہ موصل نیست و رابطہ بے ذکر البتہ موصل ست"

ذکر رابطہ کے بغیر خدا تک نہیں پہنچاتا، البتہ رابطہ بلا ذکر کے خدا تک پہنچا دیتا ہے

اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قول الجمیل کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "فقیر کے نزدیک سب راہوں سے رابطۂ شیخ افضل ہے رابطۂ شیخ کے واسطے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آیت قرآن مجید سے استنباط کرتے ہیں کہ کونوا مع الصادقین اشارہ ہے رابطہ کی طرف، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی رابطۂ شیخ کو اپنی کتابوں میں تحریر فرماتے ہیں: اگر بلا تکلف بلا بناوٹ کے مرید کو پیر کا رابطہ حاصل ہو جائے تو پیر و مرید کے درمیان مناسبت کامل ہونے کی علامت ہے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے اور وصول الی اللہ کے لئے رابطہ سے زیادہ اقرب کوئی طریق نہیں اور ذکر سے رابطہ کا بہتر کہنا بلحاظ نفع کے ہے، کیونکہ مرید کو ابھی مذکور سے کامل مناسبت پراخذ حاصل کرنے کی نہیں ہے، حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مصرع

سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق   یعنی   ذکر سے بہتر ہے سایہ پیر کا

اور چونکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ ربط

دتعلق اور محبت رکھتے تھے اسی واسطے آپ تمام صحابہؓ سے سبقت لیگئے اور آپ کی شان میں
مَاصَبَّ اللّٰهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِي صَدْرِ اَبِي بَكْرٍ (ترجمہ
نہیں ڈالا اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں کچھ مگر میں نے اسکو ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈالدیا) ارشاد ہوا
پس الطبیعة شیخ بیشک نہایت عمدہ شے ہے، طالب اپنے شیخ سے بوجہ اتصالِ روحانی بدرجۂ کمال
باطنی سے ایسا کمال حاصل کرتا ہے کہ جیسے مہر کی نقل کاغذ پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اب میں اقسام رابطہ
بیان کرتا ہوں، بعض شیخ اپنے مرید کو تعلیم کرتے ہیں کہ ہماری صورت کو اپنے سامنے خیال میں
ہر وقت جمائے رکھو، بعض کہتے ہیں کہ اپنی صورت کو ہماری صورت خیال کرو، بعض کہتے ہیں کہ
ہماری شکل کو دل کے اندر خیال کرو، بعض کہتے ہیں کہ ہماری شکل کا خیال اپنی دونوں ابروؤں کے
بیچ میں رکھو، بعض صرف اپنی محبت قوی کرنے کو مرید سے فرماتے ہیں، ان سب شکلوں کا
مآل کار حصول محبت شیخ ہے۔ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بحالت غیبت
شیخ اسکی صورت کو اپنے خیال میں پکڑ کر قلب کیطرف متوجہ ہے۔

تنبیہ: کوئی صاحب یہ خیال نفرمائیں کہ یہ رابطہ شرک ہوجائے گا۔ شرک جب
ہوگا کہ جب کوئی خیال کرے کہ شیخ حاضر و ناظر ہے، حاضر و ناظر ہر وقت ہر آن خدا کی ہی شان
ہے، صرف محبت اور بلحاظِ تعظیم ایسا کرنا جائز ہے۔ اگر یہی باتیں شرک خیال کرلیجائیں تو
ہر شخص کے مرتبۂ خیال میں ہزاروں چیزیں جو اس سے غائب ہوتی ہیں ان کا نقشہ اس کے
دلمیں جما رہتا ہے، تو پھر اسکو شرک کیوں نہ کہا جائے، کیونکہ شے غائب کو اپنے علم خیال میں
حاضر کرتا ہے رابطہ کی مصلحت خاص یہ ہے کہ جب آدمی کے خیال میں شکل دوست کی ہوتی ہے تو
اس وقت دل میں محبت و خلوص پیدا ہوتا ہے اور جب دشمن کی شکل کا خیال آتا ہے تو خود بخود
غیظ و غضب اور حرارت پیدا ہوتی ہے، اور اسوقت اسکی صلاحیت و عقلمندی میں فرق

آجاتا ہے۔ پس اسی طرح خدا کے دوستوں کا خیال خدا کی محبت کو اور اسکی یاد کو بھی زیادہ کرتا ہے بموجب ارشاد نبوی ھُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ (ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ دیکھے جائیں خدا یاد آجاتا ہے) ہاں البتہ تصویر کھینچنا، کھچوانا، سامنے رکھنا یہ سب حرام ہے، طریقت میں رابطۂ شیخ ایسا ہے جیسا کہ شریعت میں خانہ کعبہ خالق و مخلوق کے درمیان عبادت کے واسطے رابطہ ہے۔ کیونکہ نورِ خدا کا نزول دو ہی جگہ ثابت ہوا ہے۔ یا تو بیت اللہ میں یا قلب عبداللہ میں۔ جس حدیث قدسی کا ترجمہ مولنا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں کیا ہے۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است | من نہ گنجم در سرا بالا و پست
رسول کریم صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے | کہ میں بلندی و پستی میں نہیں سما سکتا
من نہ گنجم در زمین و آسماں | من بگنجم در قلوب مؤمناں
اور نہ میں زمین و آسمان میں سما سکتا ہوں | بلکہ مومنوں کے دل میں سما سکتا ہوں!

لیکن جیسے تمام مخلوق میں سب سے اشرف البشر ہے اور پھر بشر میں خیر البشر علیہ التحیۃ والسلام افضل ہیں۔ اسی طرح خانہ کعبہ کے پتھر مٹی دنیا کی تمام بابرکت عمارتوں کی پتھر مٹی سے بہتر اور بابرکت ہے۔ ورنہ جو کعبہ چونہ پتھر مٹی کا بنا ہوا ہے' نہ در حقیقت وہ مقصود ہے' اور نہ اُس کا طواف کرتے ہیں' بلکہ مقصود نورِ خدا ہے' اور طواف بھی اُسی کا ہے کہ جو خانۂ کعبہ کی اندر کی زمین پر بطور شعاع تجلی ذات کے پڑتا ہے' اسکی کیفیت اور ماہیت کو خدا ہی خوب جانتا ہے' اور جن لوگوں کو خدا نے دل کی آنکھیں دی ہیں وہ کچھ جانتے ہیں، عام لوگوں کو اس پر ایمان لانا کافی ہے جیسے کہ جسم کے اندر روح ہے اور اس کے ہونے کا یقین بھی ہر شخص کو ہے لیکن اس کے دیدار اور ادراک سے عاجز ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تن ز جان و جان ز تن مستور نیست　　　لیک کس را دید جان دستور نیست

جسم روح سے اور روح جسم سے مستور نہیں　　　لیکن کسی کیلئے روح دیکھ لینے کا طریقہ نہیں ہے

یعنی اگرچہ جسم میں روح موجود ہے لیکن کوئی شخص اُسے دیکھ نہیں سکتا۔

جب انسان اپنی ہی چیز کہ جو جسم میں موجود ہے یعنی روح اُسی کی دریافت سے اُس کا علم قاصر ہے تو خالقِ روح پاک اُس کے اسرار کی کیفیت کیا دریافت کر سکتا ہے؟ حتیٰ کہ مقصودِ اصلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں ہیں، حضورؐ کی تعظیم، حضورؐ کی محبت، حضور کی خوشنودی اور حضور کی اتباع (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقصد خوشنودیِ پروردگار ہے، بلکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود بھی اشاعتِ اسلام اور آپ کا ہر کام خوشنودیِ حق کے لیے ہے۔ چنانچہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں آپؐ کو ارشاد فرمایا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (ترجمہ) اے نبیؐ کہہ دو کہ بیشک میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور موت سب اللہ کیلئے ہے کہ جو پروردگارِ عالم ہے) لیکن آخری ترکیب رابطہ شیخ بہت اقرب ہو کر جو شریعت سے چسپاں اور طریقت سے وابستہ ہے۔ لیکن رابطہ اُس شخص کا فائدہ مند ہوتا ہے کہ جو فنائے تام اور بقائے کامل سے مشرف ہو، ایسا شیخ کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے، لیکن زمانہ خاصانِ حق سے خالی نہیں، اور جو شیخ فنا و بقا سے مشرف نہیں ہے اُس کا رابطہ طالب کو نقصان پہنچاتا ہے، یعنی جو خیالات ناقص شیخ ناکمل کے دل پر وارد ہوتے ہیں اُس کے اثر سے طالب صادق کا دل خراب ہوتا ہے۔ اگر شیخ حقیقتاً فنا و بقا کے مدارج طے کئے ہوئے ہو تو اقسام رابطہ سے جس قسم کی تعلیم چاہے دے، ورنہ انصاف کو کام میں لا کر اقسام ذکر سے کوئی ذکر طالب کو جو اُس کے مناسب حال ہو تعلیم کرے۔ اور صرف اُس کی محبت مرید کو فائدہ مند ہوگی۔ کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الٰہی

محبت دے اپنی اور اپنے مقبولوں کی تو جب آپؐ اپنے سے ادنیٰ کی محبت خدا سے مانگتے ہیں تو ہم کو بالاولیٰ اپنے سے اعلیٰ اولیاء اللہ کی محبت رکھنا ضروری ہے اور جب ہم خود اچھے نہیں ہیں، تو ہم کو اچھوں کی محبت ضرور رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ہمارا حشر ان کے ساتھ ہو۔ بموجب حدیث شریف: المرءُ مع من احبّ ہر شخص کا حشر اسی کیساتھ ہوگا جس سے وہ زیادہ محبت رکھتا ہے

فصل پانچویں فوائدِ صحبتِ نیک میں

صحبتِ نیک عجیب نعمت ہے، کہ جسکی نظیر وہ خود ہی ہے۔ صحبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہؓ افضل الایمان ہو گئے، وہ کیا؛ ان کے دیکھنے والے تابعین بالیقین اُمت میں ہر ولی سے اعلیٰ ہو گئے۔ کہ کوئی کیسا ہی اکمل و اعلیٰ ولی ہو اور وہ حسب و نسب میں بھی اعلیٰ ہو لیکن ادنیٰ تابعین اور وہ بھی دنیاوی لحاظ سے حسب و نسب میں نہایت کمتر ہو اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، یہ کیا ہے؛ سب صحبت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے الصحبۃ موثرۃ ولو کانت ساعۃ (ترجمہ: صحبت اثر کرتی ہے خواہ ایک گھڑی کے لئے ہی ہو) اسی واسطے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

صحبتِ صالح ترا صالح کند — صحبتِ طالح ترا طالح کند

نیک صحبت تجھے نیک بنادیگی — اور بری صحبت تجھ کو خراب کردیگی

اور حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گر ترا عقل ست با دانش قرین — باش درویش و بدرویشاں نشیں

اگر تجھ کو عقل و تمیز ہے (تو) درویش ہو اور درویشوں کیساتھ بیٹھ

همنشینی جز بہ درویشاں مکن — تا توانی غیبتِ ایشاں مکن

سوائے درویشوں کے کسی کے پاس مت بیٹھ — جبتک تجھ سے ہو سکے ان سے دور مت رہ

حبِ درویشاں کلیدِ جنت است — دشمنِ ایشاں سزائے لعنت است

محبت درویشوں کی جنت کی کنجی ہے — دشمن ان کا لائق لعنت ہے

تنہا ذکر حق سے صحبتِ مردِ کامل بہتر ہے، کیونکہ جو کچھ اس کا ریا آمیز ذکر ہے وہ قابلِ قبول نہیں، اگر قدرے خلوص سے بھی کرتا ہے تو وہ خلوص اس کی حیثیت کے موافق ہے، جیسا خلوص اولیاء اللہ کو ہے وہ اس کو کہاں نصیب؟ جس قدر جسکو خلوص ہے اُسی قدر وہ حصہ پاتا ہے۔ اسی مطلب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صحبتِ مرداں اگر یک ساعت است — بہتر از صد چلہ و صد طاعت است

اگر مردانِ خدا کی ایک ساعت کی صحبت ہو تو (وہ) سو چلوں اور سینکڑوں عبادتوں سے بہتر ہے

جیسے بوجہ صحبت نبوی اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہتر ہو گئے تمام اولیاء سے۔ اسی طرح صحبت یافتہ اولیاء اللہ بھی بہتر ہے خالی ذکر کرنے والے طالب سے۔ چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء اللہ کی تھوڑی دیر کی صحبت — سو برس کی خالص عبادت سے بہتر ہے

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَھْلِ التَّصَوُّفِ (ترجمہ جو خدا کی ہمنشینی چاہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اولیاء اللہ کے ساتھ بیٹھے) اسی حدیث شریف کا ترجمہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں فرمایا ہے:-

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — او نشیند در حضورِ اولیاء

جو شخص خدا کیساتھ بیٹھنا چاہتا ہے (تو اسے چاہئے) کہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھے

چوں شوی دور از حضور اولیا ... در حقیقت گشتہ دور از خدا

جب تو اولیاء اللہ سے دور ہو گیا ہے (تو) حقیقتاً تو خدا سے دور ہوتا ہے۔

اور فرمایا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہ تجھ لازم کرواپنے اوپر علماء کے پاس بیٹھنا، اور حکیموں کا کلام سننا کیونکہ اللہ تعالیٰ مرے ہوئے دل کو زندہ کرتا ہے نور حکمت سے، جیسا کہ مری ہوئی زمین کو مینہ کے پانی سے جلاتا ہے، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں "درویشوں کی ایک جماعت میں ذکر آیا کہ جو ساعت جمعہ میں مقبولیت کی ہے، اگر کسی کو میسر ہو تو کیا دعا کرنی چاہیئے تو کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ، میں نے کہا کہ صحبت ارباب حقیقت کی" اور آپ ہی کا یہ ارشاد ہے،

علم آموزی طریقش قولی ست ... حرفہ آموزی طریقش فعلیست

اگر تو علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو طریقہ اسکے حاصل کرنیکا قول ہے ... اگر کوئی کام سیکھنا چاہتا ہے تو طریقہ اسکا فعل ہے

فقر خواہی آن بصحبت قائم است ... نہ زبانت کار می آید نہ دست

اگر تو فقیر بننا چاہتا ہے تو صحبت سے حاصل ہو ... اور درویشی حاصل کرنے میں نہ زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ

حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ایک شخص آیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو کیا کرتا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ اللہ کے ساتھ رہتا ہوں، بموجب ارشاد اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (ترجمہ: میں اُس کے ساتھ ہوں جس نے مجھے یاد کیا) تو آپؒ نے فرمایا کہ اے شخص اللہ کے بندوں کے ساتھ رہ، تو جو کچھ بھی کرتا ہے اُس کا صلہ خدا کی جناب سے تیری حیثیت اور تیرے خلوص کے موافق تجھ کو ملیگا اور خاصانِ حق کی صحبت میں اگر رہیگا تو خاصانِ حق کی حیثیت اور خلوص کے موافق تجھ کو حصہ ملیگا۔ اسکی تمثیل یہ ہے کہ کوئی شخص زمین میں حوض کھود کر اور کنوئیں سے ڈول میں پانی بھر بھر کے حوض کو بھرنا چاہے تو ہرگز نہیں بھر سکے گا۔ کیونکہ حوض پختہ نہیں ہے خام ہے لہٰذا اول ڈول کا

پانی ڈال کر جب دوسرا ڈول کھینچے گا تو اول ڈول کا پانی زمین خشک کر ڈالے گی، اسی طرح اس کے نیک عمل کا حال ہے کہ ایک نیکی اور وہ بھی ریا آمیز اس نے ادھر کی اور ادھر نافرمانی حق غفلت وغیرہ سے وہ نیکی غارت ہوئی۔ اولیاء اللہ پر چونکہ دریائے رحمت ہر وقت جاری رہتا ہے لہذا جو ان کی صحبت میں رہ کر ان سے محبت راسخہ پیدا کرکے ان کے دریائے دل سے اپنے خشک حوض کی طرف کوئی نالی کھول لیگا تو اس کا حوض بہت جلد بھر جائیگا۔ اسی وجہ سے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنے سے طالب کا بندگان خاص کے ساتھ رہنا افضل ہے۔ امام طریقت حضرت خواجہ محمد نقشبند فرماتے ہیں:

"طریقہ ما صحبت است، و در خلوت شہرت، و در شہرت آفت و خیریت در جمعیت است

ہمارے طریقہ میں صحبت ہی کارآمد ہے اور تنہائی میں شہرت اور شہرت میں آفت ہے اور خیریت اطمینان میں ہے اور

و جمعیت در صحبت بشرط نفی بودن در یکدگر۔

اطمینان اہل صحبت میں ہے، بشرطیکہ ہر ایک اپنے کو دوسرے سے کم جانے۔

اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں:-

"نماز را بحقیقت قضا بود لیکن نماز صحبت ما را قضا نخواہد بود" (ترجمہ: نماز حقیقت یعنی ذکر وفکر اگر قضا ہو جائے تو فکر نہیں لیکن ہماری حاضری خدمت قضا نہ ہونا چاہیے۔

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ صحبت خاصان خدا کو ذکر حق سے طلبہ کے واسطے زیادہ بہتر مفید فرماتے ہیں۔

سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق	یک قناعت بہ ز صد قوت و طبق
صحبت مرشد کی ذکر خدا سے بہتر ہے	ایک قناعت سینکڑوں کھانوں سے اچھی ہے

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلا فنا و بقا حاصل کیے ہوئے کوئی نفل

ریا سے خالی نہیں ہوتا، اور قبل فنا و بقا بظاہر اتقا میں صورت اتقا ہوتی ہے حقیقت اتقا بعد فنا و بقا کے اور کمال اتقا کمالات نبوت میں میسر ہوتی ہے۔ معیت حق اگرچہ سب کے ساتھ ہے لیکن جو معیت حق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ نہیں اور جو اولیاء کے ساتھ ہے، وہ عام مومنین کے ساتھ نہیں علیٰ ھذا القیاس، اسی واسطے خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ارشاد فرمایا "یا علیؓ جملہ عبادات نوافل سے بندۂ خاص کی صحبت میں رہنا بہتر ہے" جس کا ترجمہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یا علیؓ از جملۂ طاعات راہ — برگزیں تو سایۂ خاص الٰہ

اے علی تمام عبادتوں سے — تم خدا کے خاص بندوں کا سایہ اختیار کرو

تو مکن بر شیری خود اعتماد — تو برو بر سایۂ نخلِ اُمید

تم اپنے شیر خدا ہونے پر بھروسہ مت کرو (بلکہ) نخلِ امید یعنی (خاصانِ حق) کے سایۂ صحبت میں جاؤ

اسکی تمثیل یوں خوب سمجھ میں آجائے گی کہ تختِ شاہی سے معیت میں وزیر اور چوب دار نقیب قریب قریب برابر ہوتے ہیں لیکن جو انعام خلعت تنخواہ اور جاگیر وزیر کو عطا ہوتی ہے اس کی تعداد ایک دن کی آمدنی کی اس قدر ہوتی ہے کہ چوبدار نقیب کی تنخواہ سالہا سال کی اسکو نہیں پہنچتی۔ یہی فرق خاصانِ حق اور غیر خاصانِ حق میں ہے، اگر صرف تعمیل احکام مقصود ہوتی اور صحبت خاصانِ حق کا آمد اور با اثر نہ ہوتی تو احکام الٰہی کے سکھانے کو فرشتے اچھی طرح انجام دے سکتے تھے، حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فوائد صحبت کے واسطے بوجہ ہم جنس بشریت خدا نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے، تیل جیسی سستی چیز پھولوں کی صحبت سے عطر بن جاتی ہے۔ آگ کی صحبت سے لوہا آگ ہوجاتا ہے۔ صحبت اولیاء سے آدمی افلاک پر ترقی پاتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ اولیاء کی شان میں فرماتے ہیں۔

چوں بنالد زار بے شکر و گلہ | افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ
جب خدا کا دلی روتا ہے (تو) | ساتوں آسمانوں میں شور و غل مچ جاتا ہے
ہر دم اورا یکے معراج خاص | بر سرِ تاجش نہد حق تاج خاص
ہر وقت اُسکو مخصوص قربِ حق حاصل ہوتا ہے | اس کے سر پہ خدا تاج پر تاج رکھتا ہے
صورتش بر خاک جاں در لامکاں | لامکانے فوق وہم سالکاں
اولیا کی صورت زمین پر ہوتی ہے اور روح لامکان پر | لامکان مقام ہے کہ جو سالک کے وہم سے بھی بالا ہے

پس بندگانِ خاص کی صحبت بندۂ خاص بناتی ہے، اور کلام ان کا دوا ہے اور نظر ان کی شفائے امراضِ ظاہر و باطن اور ان کا قول اور دعا مقبول چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آں دعائے شیخ کنے چوں ہر دعاست | فانی از تو گفتہ گفتہ خداست
بندۂ خاص کی دعا عام لوگوں کی دعا جیسی نہیں ہے۔ وہ بندۂ خاص فنا و بقا کا مرتبہ حاصل کیا ہوا ہے اسکا کہنا خدا کا کہنا ہے
اکمہ و ابرص چہ باشد مردہ نیز | زندہ گردد از فسونِ آں عزیز
اندھا اور برص والا کیا بلکہ مردہ بھی | اس بندۂ خاص کے دم کرنے سے زندہ ہوتا ہے

اولیا کی شان میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ھُمْ جلساءُ اللہِ وَھُمْ قَوْمٌ لا یَشْقیٰ جلیسھُمْ ولا یَخِیبُ انیسھُمْ (ترجمہ: وہ لوگ خدا کے ہم نشین ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا ہمنشین گمراہ نہیں ہوتا۔ اور نہ اُن کا مونس نقصان اُٹھاتا ہے) اور ان کی شان میں یہ بھی وارد ہوا ہے، بھم یمطرون وبھم یرزقون دان کی وجہ سے پانی لوگوں کے لئے برسایا جاتا ہے اور انہی کی وجہ سے لوگوں کو رزق پہنچایا جاتا ہے) تفسیر عزیزی میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک نانبائی حاضر رہا کرتا۔ آپ اُس کی خدمت سے

ایک روز خوش ہوئے اور فرمایا کہ تو کچھ کہہ کہ میں تیرے واسطے دعا کروں تو اس نے عرض کیا کہ ایسی دعا اور ہمت فرمایئے کہ مجھ کو اپنا جیسا کر دیجئے، چنانچہ آپ نے حسب عدہ اسکو حجرہ میں لیجاکر دعا اور توجہ فرمائی کہ تھوڑی دیر میں وہ نانبائی قد و قامت رنگ خط و خال لباس اور قرب و لایت میں آپ جیسا ہو گیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ع خدمت ترا بکنگرہ کبریا رسد (خاصان حق کی خدمت تجھے بلند مقامات پر پہنچا دیگی) اسی واسطے کسی نے خوب کہا ہے:

دل بدست آور کہ حج اکبر است — صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

دل ہاتھ میں لے یعنی خوش رکھ کیونکہ یہی حج اکبر ہے — سو ہزار کعبوں سے ایک دل بہتر ہے

اور اسی مطلب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

گر تو سنگ خارہ مرمر شوی — چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

اگر (چہ) تو سخت پتھر ہو (لیکن) جب تو خدا کے کسی خاص بندے کی صحبت میں پہنچیگا تو گوہر بنیگا

گر منی گندہ بود ہمچو منی — چو بجاں پیوست گردد روشنی

منی اور مانند منی خون ناپاک، جب جان سے ملجاتے ہیں تو روشن یعنی پاک ہو جاتے ہیں اور فرشتوں کو شرمندہ

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بشریت اور ضروریات زندگی سے بری نہیں ہو سکے تو اولیاء اللہ کس طرح حوائج ضروری سے بری ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کی خدمت انکی خوشنودی خوشنودی حق ہے اور ان کی خوشنودی اور دعا اور خدمت دین و دنیا کے بڑے بڑے کاموں کو حل کرتی ہے اور خادم کو مخدوم کرتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد — ہر کہ خود را دید او محروم شد

جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوا — اور جسنے اپنے آپ کو کچھ سمجھا وہ بھلائی سے محروم رہا

اور اسی طرح ان کی ناخوشی اور اُن کی دلآزاری نہایت نقصان دہ ہے، اور دین و دنیا کے

کاموں کو تباہ و برباد کرنے والی ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِہٖ وَغَضَبِ اَوْلِیَائِہٖ (ترجمہ: پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے غضب سے اور اس کے اولیاء (دوستوں) کے غضب سے) اللہ تعالیٰ نے عالم کے بگاڑ سدھار کا معاملہ خاصانِ حق کے قلوب پر رکھا ہے۔ قرآن شریف اس کا شاہد ہے کہ انبیا علیہم السّلام کی دعا سے مخلوق آفتوں سے بچ گئی۔ اور ان کی تکلیف دہی اور بد دعا سے خطہ کے خطہ اور ملک کے ملک لوٹ دیے گئے اور تباہ و برباد کر دیے گئے۔ اسی معنی میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہیچ قوم را خدا رسوا نہ کرد | تا دلِ صاحبدلے نامد بدرد
کسی قوم کو خدا نے اس وقت تک برباد نہیں کیا | جب تک کہ اس قوم نے خدا کے کسی خاص بندہ کا دل نہیں دکھایا

اور حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما آبگینہ ایم شویم از شکست تیز | آزار یابد آنکہ بود در شکستِ ما
ہم کانچ (شیشہ) کے مانند ہیں ٹوٹ کر تیز ہوتے ہیں | جو ہمیں توڑنے کے درپے ہوتا ہے وہ خود تکلیف پاتا ہے

ایک شاعر نے کہا ہے:

مشکن بحرف سخت دلِ اولیائے حق | پاسِ کبوترانِ حرم را نگاہ دار
سخت باتوں سے اولیاء اللہ کی دل شکنی مت کر | حرم کعبہ کے کبوتروں کا خیال رکھ یعنی خاصانِ حق کا

صحبتِ خاصانِ حق گویا بارانِ رحمت ہے، جس طرح بارش سے زمین پر رنگا رنگ کا سبزہ اور پھول اگتا ہے، اسی طرح صحبتِ علمائے ربانی سے دلمیں رنگ برنگ کی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں اور بغیر فضلِ خدا اور عنایتِ خاصانِ خدا کامیابی نہیں ہوتی چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق | گر ملک باشد سیہ ہستش ورق
بغیر خدا اور اس کے خاص بندوں کی مہربانی کے | اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہو جائے

اور سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

سگِ اصحابِ کہف روزے چند — پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحاب کہف کا کتا چند روز — نیکوں کے ساتھ رہا خدا نے اسکو انسان بنا دیا

پسرِ نوح با بداں بنشست — خاندانِ نبوتش گم شد

حضرت نوح علیہ السّلام کا لڑکا بروں کیساتھ رہا (چنانچہ) اسکی خاندانی نبوت جاتی رہی اور وہ کافر رہا

غرضکہ خوشنودی اور خدمتِ اولیا بہت بڑی چیز ہے اور ان کی دل آزاری اور بددعا بہت بری چیز ہے۔ مولانا فرماتے ہیں :

جاہلاں تعظیم مسجد می کنند — در جفائے اہلِ دل جد می کنند

جاہل مسجد کی تعظیم کرتے ہیں — اور اللہ والوں کی دلآزاری کرتے ہیں

مسجدے کاندر دلِ اولیاست — سجدہ گاہِ جملہ است آنجا خداست

جو مسجد کہ اولیاء اللہ کے سینہ میں ہے — وہ سب کے سجدہ کرنے کی جگہ ہے اور وہاں خدا ہے

آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں — نیست مسجد جز درون سروراں

وہ (یعنی مسجد) مجازاً خانہ خدا ہے اور یہ (یعنی سینۂ دل اہل اللہ) حقیقتاً خانہ خدا ہے اے گدھو! ان بزرگوں کے سینہ میں ہے

صورت کو فاخرو عالی بود — او ز بیت اللہ کے خالی بود

جو صورت ایسی بلند پایہ ہو . . وہ بھلا خانۂ خدا سے کب خالی ہو سکتی ہے (یعنی صورتِ اولیا)

فصل چھٹی نقصاناتِ صحبتِ بد میں

اے عزیز جس طرح صحبت نیک کے فائدے بیشمار ہیں اس سے بدرجہا زیادہ نقصانات

بری صحبت کے ہیں، بری صحبت کے اثرات دنیا میں سزا تکلیف اور رسوائی کے باعث ہوتے ہیں اور دور بدخراب کرتے ہیں، اور عاقبت میں عذاب الٰہی کے باعث ہوتے ہیں۔ صحبت نیک کا اثر کچھ دیر سے ہوا کرتا ہے، اور صحبتِ بد کا اثر فوراً ہوتا ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ صحبت نیک بارش کی طرح ہے کہ اس کے کچھ عرصہ بعد زمین سرسبز ہوتی ہے، لیکن انجام اس کا سراسر خیر ہوتا ہے اور بری صحبت مثالِ آگ کے ہے کہ فوراً ہر چیز کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ صحبت نیک کا اثر اس واسطے دیر سے ہوتا ہے کہ بشر مادۂ شر سے پُر ہوتا ہے اور خیر سے خالی، لہذا شر کو شر بوجہ ہمجنس ہونیکے فوراً اخذ کرلیتا ہے اور مادۂ شر مادۂ خیر کو بوجہ غیر جنس ہونے کے جلد نہیں قبول کرتا۔

حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں:

میل ہر جزے بجزے می نہد — زاتحادِ ہر دو تولیدے جہد

ہر جز اپنے جزو کی طرف مائل ہوتا ہے — اور دونوں کے ملنے سے نئی بات پیدا ہوتی ہے

ہر کسے خواہاں دگر را ہمچو خویش — از پئے تکمیل فعل و کار خویش

ہر ایک دوسرے کو اپنی طرح بنا لینا چاہتا ہے — اپنا کام اور مقصد پورا کرنے کے لیے

یارِ بد سے مارِ بد بہتر ہے۔ کیونکہ سانپ صرف جان لیتا ہے اور یارِ بد آبرو، آرام راحت
(سانپ)
اور ایمان کو کھوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

مارِ بد جاں می ستاند از سلیم — یارِ بد آرد سوئے نارِ جحیم

سانپ اپنے زہر سے آدمی مارتا ہے (لیکن) برا دوست دوزخ کی طرف کھینچ کر لیجاتا ہے

پس یارِ بد سے احتراز کرنا نہایت ضروری ہے حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نخست موعظتِ پیر صحبت ایں سخن است — کہ از صحبتِ ناجنس احتراز کنید

صحبت کے بارے میں سب سے پہلی نصیحت یہ ہے — کہ ناجنس کی صحبت سے پرہیز کرو۔

جن لوگوں کے دل مردہ ہیں اُن کی صحبت بھی مردہ ہے۔ اے عزیز مردہ کا جلیس (ہمنشین) کوئی نہیں ہوتا۔ پھر تو کیوں مردوں کیساتھ بیٹھکر مردہ ہوتا ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

وائے آں زندہ کہ با مردہ نشست — مردہ گشت و زندگی از وے بجست

افسوس اُس زندہ پر جو مردہ کے ساتھ بیٹھے — خود مردہ ہوا اور زندگی اپنے ہاتھ سے کھوئی

طالب کو چاہیئے کہ ہمیشہ متلاشی رہے اچھے لوگوں کی صحبت کا، اور صحبت ناقص سے بچتا رہے، کیونکہ صحبتِ ناقص کا اثر دیر تک رہتا ہے، جیسے کہ جنگی غلاظت لیکر پاس سے ہو کر نکل جاتا ہے، لیکن بدبو اُس کا دیر تک دماغ کو خراب کرتی رہتی ہے، یا جیسے کہ عورت حسین پاس سے گذر جائے تو اُس کے دیکھنے کا اثر دیر تک خراب کرتا ہے۔ اسی طرح بُری صحبت کا اثر بعد فراقِ صحبت بھی رہا کرتا ہے۔

ایں سخن از گوشِ دل باید شنود — گوشِ گِل اینجا ندارد ہیچ سُود

نصیحت دل کے کان سے سننا چاہیئے — مٹی کے کان اس جگہ کچھ فائدہ نہیں دیتے

فصل ساتویں خاموشی کے فوائد میں

خاموشی ایسی نعمتِ بے بہا ہے کہ جس کا شکریہ ہم اپنے رب کا ادا نہیں کر سکتے۔ آفتوں سے بچانے والی دنیا و آخرت میں نجات دلانے والی، اپنے رب کی رحمت سے قریب اور اس کے غضب سے دور کرنے والی ہے، اس کے ثبوت میں حدیث شریف موجود ہے مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَا (ترجمہ: جو چپ رہا سلامت رہا اور جو سلامت رہا اُس نے نجات پائی۔) اور دوسری حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے مَنْ صَمَتَ نَجَا

(جو خاموش رہا اُس نے نجات پائی) ایک صحابی حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، پس میں نے عرض کیا کہ کیا ہے سبب نجات کا؟ پس آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو اپنا تابعدار کر اور تو اپنے گھر میں بیٹھ اور اپنے گناہوں پر رو! اور ارشاد فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کوئی محافظت کرے میرے لئے اپنی زبان کی اور ستر اپنی کی (یعنی زنا سے بچے) ضامن ہوں گا میں اُس کیلئے جنت کا اور فرماتے ہیں رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کیا جانتے ہو تم اس چیز کو کہ بہت داخل کرتی ہے لوگوں کو بہشت میں وہ ڈر اللہ کا ہے اور اچھا خلق اور کیا جانتے ہو تم اس چیز کو کہ بہت داخل کرے گی لوگوں کو آگ (دوزخ) میں وہ دو چیزیں ہیں منہ (یعنی زیادہ بولنا) اور ستر (یعنی زنا کرنا) اسی مطلب میں حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے پسر پند و نصیحت گوش کن　　گر نجات باید ت خاموش کن

اے عزیز نصیحت اور کام کی بات سن　　اگر تو نجات چاہتا ہے تو خاموشی اختیار کر

خاموشی عزت و وقار کو بڑھاتی ہے، عیبوں کو چھپاتی ہے۔ غیبت، حجت، طعنہ، طنز وغیرہ اور فضول باتوں سے بچاتی ہے۔ غرضکہ خاموشی کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے، حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وصف خاموشی کے کر سکتا ہے کون　　جس نے اس لذت کو پایا ہے سو خاموش ہے

اسی واسطے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اپنے منہ مبارک میں کنکر رکھا کرتے تھے، تاکہ فضول بات زبان سے نہ نکلے اور آپ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں جو بحر و بر فرمایا ہے (یعنی دریا اور جنگل) سو بحر سے مراد دل ہے اور بر سے مراد زبان ہے: سو جس کی زبان خراب ہوئی دنیا کی باتوں میں رو بیٹھیں اُسکے حال پر جنات اور

جانور اور جس کا دل خراب ہوا روتے ہیں اُس کے حال پر فرشتے لمؤلفہ

حضرت صدیق اکبر باوقار ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ در دہاں میداشتند سنگ آشکار

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (اپنے) ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ منہ میں کنکری رکھا کرتے تھے

تا نیاید از زباں قول فضول ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ در زبان بستن نجات است قبول

تاکہ زبان سے دنیا کی بیکار اور لغو بات نہ نکلے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ زبان بند رکھنے میں نجات ہے اللہ کے نزدیک

طالب حق پیروی کن آنجناب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تا شوی در راہِ حق تو کامیاب

اے طالبِ حق تو اُن کی پیروی کر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تاکہ خدا کی راہ میں فائز المرام ہو

امام طریقت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے ہماری خاموشی سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ بات کرکے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ایں چنیں فرمودہ اند اے ہوشمند

حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اے عقلمند اس طرح فرمایا ہے

ہر کہ خاموشیِ ما سود نداشت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ در سخن بسیار او سود چہ یافت

جس نے ہماری خاموشی سے فائدہ نہیں اٹھایا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وہ زیادہ باتوں سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے

فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ستون دین کا ہے اور خاموشی بہتر ہے اور صدقہ بجھاتا ہے غصہ رب کا۔ اور خاموشی بہتر ہے۔ روزہ ڈھال ہے دوزخ کی۔ اور خاموشی بہتر ہے اور جہاد بلندی دین کی ہے۔ اور خاموشی بہتر ہے۔ فائدہ: روزہ۔ نماز۔ نوافل سے اور صدقہ و جہاد سے خاموشی افضل ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ہر صبح کو تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں کہ اے زبان تو ٹھیک رہیو، اگر تو ٹھیک رہے گی تو ہم سب ٹھیک رہینگے، اور اگر تو ٹیڑھی رہی تو ہم سب ٹیڑھے ہوجائیں گے۔ اسی واسطے مولانا

رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے زبان ہم گنج بے پایاں توئی اے زباں ہم رنج بے درماں توئی

اے زبان تو خزانہ بے نہایت ہے اور اے زبان تو رنج و مصیبت بے علاج ہے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو چپ رہے ایک ساعت اور غور و خوض کرے اللہ کی ذات و صفات میں ایسا چپ رہنا ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے اور فرمایا حضور صلعم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہ کیا بتاؤں میں دو خصلتیں تجھکو کہ وہ ہلکی ہیں پیٹھ پر اور بھاری ہیں میزان اعمال میں، وہ بہت چپ رہنا اور اچھا خلق ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہ عمل کیا خلائق نے مثل ان کے! اے عزیز چاہیئے کہ صحبت خاصان حق میں خاموشی کیساتھ باادب حاضر رہو۔ اور جو کچھ معاملۂ شریعت و طریقت میں فرمائیں اسکو سُن اور اسکے حقائق اور فوائد پر غور کر۔ چنانچہ فرماتے ہیں مولنا رومیؒ

کودک اول چوں بزاید شیر نوش مدتے خاموش بود او جملہ گوش

دودھ پیتا بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو کچھ دیر تک خاموش رہتا ہے حالانکہ کان اُنکے اُسکے ہوتے ہیں

مدتے می بایدت لب دوختن از سخن گویاں سخن آموختن

(اسی طرح) تجھے بھی کچھ دنوں منہ بند کرنا چاہیئے اور خاصان حق کی باتوں سے بات کرنا سیکھ

اے عزیز زیادہ بات کرنیسے دل مردہ ہوتا ہے اور خاموش رہنے سے لطیف حکمتیں پیدا ہوتی ہیں حضرت فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

زیادہ بات کرنیسے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ خواہ زیادہ بات کرنیوالے کی باتیں دُر عدن اور گوہر آبدار ہوں

گر خبر داری ز حیّ لایموت بر دہان خود بنہ مہر سکوت

اگر تو خدائے تعالیٰ سے واقف اور باخبر ہے (تو) اپنے منہ پر مہر سکوت لگا۔ یعنی خاموش رہ

باب تیسرا

فصل اوّل فضائلِ و ترغیب ذکر و مذمّت دنیا میں

سب سے عمدہ بشارت رب العالمین نے بندۂ خاکی ناچیز کے واسطے یہ فرمائی ہے
فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (یعنی اے میرے بندو! تم یاد کرو مجھ کو میں یاد کرونگا تم کو)۔
اس پیارے ارشاد پر لاکھوں جانیں تو کیا اگر تمام خلق بھی قربان ہو جائے تو کم ہے،
اس انعام کا شکریہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ شعر

چو باشد از تنم صد سو زبانم　　　چو سوسن شکر لطفش کے توانم

میرے جسم پر جبکہ لاکھوں زبانیں ہوں (تب بھی) سوسن کی طرح میں کیونکر اُسکا شکر ادا کر سکتا ہوں

دنیا کا کوئی معمولی سا آدمی حاکم یا رئیس وقت اپنے سے ادنیٰ کو یاد کرتا ہے تو ادنیٰ
کیلئے کسقدر فخر اور باعث خوشی ہوتا ہے، چہ جائیکہ رب العالمین خالق آسمان و زمین بندہ
کو یاد فرمائے اور اس خوشی کے مقابلہ میں اپنی مہربانی سے بطریق تنبیہ یہ بھی فرماتا ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (اے ایمان والو! نہ غافل کریں

تم کو تمھارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے۔ اور جس نے غفلت کی پس وہ نقصان پانیوالوں میں سے ہی) اے عزیز خدا کی یاد کی خوشی بھی بے نہایت ہے اور بحالتِ غفلت افسوس بھی بے غایت ہے۔ اے طالبان خدا دریا کا پانی بہا ہوا اور زبان سے نکلی ہوئی بات اور کمان سے نکلا ہوا تیر، اور گیا وقت واپس نہیں آتے، زندگی کی قدر کرو اور ہر وقت کو دولت بے بہا سمجھو، ورنہ پچھتاؤ گے۔ اور پھر دنیا میں نہ آؤ گے حضرت فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں

عمر را می داں غنیمت ہر نفس — چوں رود دیگر نیاید باز پس

زندگی کے ہر سانس کو غنیمت سمجھ (کیونکہ) جب سانس گزر جاتا ہے تو دوبارہ واپس نہیں آتا

عمر تو باشد مثال آب جو — آب رفتہ باز کے آید بجو

عمر تیری مثال دریا کے پانی کے ہے — جو پانی بہہ گیا پھر واپس نہیں آتا

ارشاد نبوی صلعم ہے کہ الدُّنیَا مَزرَعَۃُ الاٰخِرَۃ (یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے) [illegible] زمین دل میں ذکر حق کا ہل چلا! اور پھر اس میں محبت خدا اور خلوص کا تخم بو! اور پھر اس میں حدود شریعت کی کیاریاں بنا!!! اور پھر خوف خدا اور اس کی بے نیازی اور اپنے گناہ اور اس کے ارشاد فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا پر نظر کرکے گریہ و زاری کا اس میں پانی دے اور پھر اسکو اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہ کہہ کر رب کے حوالہ کر۔ اگر اے عزیز تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے دل کی کھیتی اور حیات ابدی اور راحت دارین غارت ہوجائے گی اور جو کچھ تو دل کی زمین میں بوئے گا وہی آخرت میں کاٹے گا۔ چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

آں کہ غافل بود از کشت بہار — او چہ داند قیمت ایں روزگار

جو غافل رہا اور بہارِ زندگی سے ناآشنا رہا (یعنی زندگی میں یاد حق نہ کی) وہ بھلا زمانہ کی قدر و قیمت کیا جانے

گندم از گندم بروید جو ز جو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

گیہوں سے گیہوں اُگیں گے اور جو سے جو — اپنے اعمال کی جزا سے غافل مت ہو

زندگی آمد برائے بندگی — زندگی بے بندگی شرمندگی

زندگی عبادت و یادِ خدا کے لیے ہے — بے عبادت اور یادِ حق کے زندگی باعثِ شرمندگی ہے

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ہر آنکہ تخمِ بدی کشت و چشمِ نیکی داشت — دماغ بیہودہ پخت و خیالِ باطل بست

جس شخص نے کہ برائی کا بیج بویا اور بھلائی کی اُمید رکھی — اُس نے فضول اپنا دماغ خراب کیا اور لغو خیال باندھا

برگِ عیش بگور خویش فرست — کس نیارد ز پس تو پیش فرست

راحت و آرام کا سامان اپنی قبر میں بھیج (یعنی عبادت و یادِ حق کر) (دنیا) کوئی تیرے بعد تیرے لئے سامان نہیں لائیگا تو اپنے سامنے بھیج

حضرت خواجہ میر دردؔ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

ہر چیز کہ از تو گم شود غنیمت می داں — زنہار تو وقتِ خویش را گم نہ کنی

اگر کوئی چیز تیری گم ہو جائے تو پرواہ مت کر (لیکن) تو ہرگز اپنا قیمتی وقت بیکار مت کھو

ایک بزرگ فرماتے ہیں -

ز ہر نفس بہ قیامت شمار خواہد بود — گنہ مکن کہ گنہ گار خوار خواہد بود

قیامت کے دن ہر ہر سانس کے متعلق باز پرس ہوگی (اس لئے) تو گناہ مت کر کیونکہ گنہگار ذلیل و رسوا ہوگا

بسا سوار کہ فردا پیادہ خواہد شد — بسا پیادہ کہ فردا سوار خواہد بود

قیامت کے دن بہت سے سوار پیدل ہونگے (جنکے اعمال اچھے نہیں ہیں) اور بہت سے پیدل ابلق پر سوار ہونگے جنکے اعمال اچھے ہیں

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جنت میں جنتیوں کو کوئی افسوس اور حسرت نہ ہوگی مگر ایک بات کی کہ جو وقت اہلِ جنت کا دنیا میں خدا کی یاد سے غفلت میں گزارا ہوگا۔ حضرت

مولنا فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے پسر از آخرت غافل مباش   بامتاع ایں جہاں خوشدل مباش

اے عزیز! عاقبت سے بیخبر اور غافل مت   اور اس دنیا کی دولت اور عیش میں دل لگا

اے عزیز! مکان بلند پختہ اور باغ وبہار عمدہ میں عمر ضائع کرنا بے وقوفی ہے۔ بقدر ضرورت ہر چیز کو لے اور بے ضرورت اشیاء اور فضولیات میں مت پڑ۔ حضرت عطار ؒ فرماتے ہیں:۔

مرد رہ دربند قصر و باغ نیست   در دل او غیر درد و داغ نیست

خدا کی راہ کے مرد (یعنی طالبانِ حق) محلات و باغات کی قیدو بند میں نہیں ہیں (بلکہ) ہمیشہ اُن کے دل میں خدا اور اُس کا درد

گر عمارت را بری بر آسماں   عاقبت زیرِ زمیں گردی نہاں

بالفرض اگر تو نے بیشک عمارت بھی بنالی (تب بھی) تجھے آخر کار ایک دن زمین میں دفن ہونا ہے

خدا کی یاد اور اطاعت نہ کرنا نہایت بے انصافی اور خلاف وعدگی اور ناشکری ہے۔ کیا تم کو اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں قَالُوا بَلٰى شَهِدْنَا کہنا یاد نہیں ہے! کیا مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ تم نے نہیں پڑھا اور نہیں سُنا؟ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ بخواں   جز عبادت نیست مقصود از جہاں

نہیں پیدا کیا جن و انسان کو مگر عبادت کرنے کیلئے پڑھ   کیونکہ دنیا کے پیدا کرنیکا مقصد سوائے عبادت کے اور کچھ نہیں

افسوس جو مخلوق خدا کی یاد اور معرفت کیلئے ہی پیدا ہوا اور وہ اشرف المخلوقات بھی کہلائے یعنی انسان! وہ تو خدا کو بھولجائے اور جو بشر کے آرام و راحت کے واسطے خدا چیزیں پیدا کرے وہ ہر وقت خدا کو یاد کریں۔ بموجب آیت شریف وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (نہیں ہے کوئی شے۔ مگر وہ خدا کو یاد کرتی ہے)

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے :-

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند — تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

بادل ہوا اور چاند سورج اور آسمان سب کام میں لگے ہیں — تاکہ تو رزق حاصل کرے اور غفلت سے نہ کھائے

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار — شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

سب چیزیں تیرے لیے ہیں اور تیری مطیع و فرمانبردار ہیں (پس) یہ انصاف نہیں ہے کہ جس ذات نے ان چیزوں کو تیرا فرمانبردار بنایا تو اُس کی فرمانبرداری نہ کرے

پس عاقل وہ شخص ہے کہ جو اپنے انجام پر نگاہ رکھے ، اور نہایت بے عقل اور جاہل شخص ہی جو انجام پر نظر نہ کرے ، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست — در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست

انجام پر نظر رکھنے والا آدمی خوش قسمت ہے — ہر رنج کے بعد راحت ہوتی ہے

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ، کہ کوئی شخص گود بھر خدا کے راستہ میں سونا چاندی خیرات کرے اس شخص سے وہ بہتر ہے کہ جو خدا کا ذکر کرے ، جہاد کرنے سے صدقہ دینے سے ذکر خدا بہتر ہے ، اسی وجہ سے جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لایا کرتے تھے ، تو صحابہؓ سے فرماتے قد رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر (ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے) کفار کے جہاد سے جسم ظاہری پر زخم آتے ہیں اور دشمن کو جو سامنے کھڑا ہوتا ہے اُس کو مارتے ہیں اور جہاد اکبر وہ ہے کہ جس سے نفس و شیطان مرتے ہیں ، اور اُن کی زد سے بچنا پڑتا ہے ، کفار سے جہاد کبھی ماہے تھوڑے عرصہ کے واسطے ہوتا ہے ، اور نفس و شیطان سے ہر لحظہ اور ہر وقت جہاد رہتا ہے ۔

اسی واسطے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں :-

ان جہاد اصغر ست ایں اکبر ست — ہر دو کار رستم است و حیدر ست

وہ چھوٹا جہاد ہے اور یہ بڑا جہاد ہے اور جنگ رستم (پہلوان) کا کام اور اولیاء خدا (جہاد اکبر) حضرت علی کا کام ہے

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند — شیر آنست آں کہ خود را بشکند

ایسے شیر کو سہل سمجھ جو صفوں کو چیر ڈالے (بلکہ) حقیقتاً بہادر اور شیر وہ ہے جو اپنے (نفس کو) توڑے

تا شود شیر خدا از عون او — وا رہد از نفس و از فرعون او

تا کہ شیر خدا اسکی مدد سے ہو جائے — اور وہ نفس اور اسکے شیطان سے چھٹکارا پائے

اسی واسطے مجاہد نفس کا مرتبہ مجاہد کفار سے زیادہ ہے۔ اور بعد مرنے کے زندگانی شہید اصغر سے شہید اکبر کی زیادہ قوی ہے، جیسے مرتبہ کا تفاوت ہے من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (فائدہ) صدیقین سے مراد اولیائے کبار ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ذکر خدا کرنے والا زندہ ہے اور ذکر حق سے غافل مردہ ہے، ایک صحابی نے عرض کیا خبر دو مجھ کو یا نبی اللہ ساتھ ایسی چیز کے کہ بھروسہ کروں میں ساتھ اس کے حضورؐ نے فرمایا "ہمیشہ رہے زبان تیری تر اللہ کے ذکر سے" حضرت معاذؓ نے وقت رخصت لینے کے عرض کیا کہ کونسا عمل اللہ کے نزدیک بہت پیارا ہے؟ تو فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "مرے تو اس حالت میں کہ زبان تر ہو تیری ذکر اللہ میں" اور فرماتے ہیں حضور صلعم "نہ کیا کسی آدمی نے کوئی عمل کہ بہت نجات دلانے والا ہو اس کو اللہ کے عذاب سے سوائے ذکر اللہ کے" اور ارشاد فرمایا جناب صلعم نے "نہ غافل ہو ذکر خدا سے اگر غافل ہو گے تو بھلائے جاؤ گے رحمت سے" اور ارشاد ہے "قسم ہے اللہ کی البتہ یاد کرتی ہے اللہ کو ایک قوم دنیا میں اور بچھے ہوئے بچھونوں پر داخل کرے گا اللہ انکو بلند بہشتوں میں"

آگاہی: زبان تر سے حضور صلعم کی منشائے مبارک زبان دل ہے کیونکہ وہ کسی وقت بھی خشک نہیں ہوتی، یعنی بند نہیں ہو سکتی۔ زبان ظاہر وقت بیہوشی اور امراض زبان اور

وقت مرنے اور بحالتِ ناپاکی بند ہو جاتی ہے، مگر زبانِ دل ہر حالت میں تر رہتی ہے اور بچھونوں میں بحالت سونیکے اور بحالت ضعف یا بیماری یا بیہوشی ہر حالت میں آسانیِ ذکر کیواسطے حضرات نقشبندیہؒ کے یہاں ذکر قلبی بلا کسی تکلیف اور تکلف کے جاری رہتا ہے اور کوئی شے اس کے ذکر کرنے کے مانع نہیں ہوتی۔ ترقی بجناب باری عز اسمہٗ جناب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام سب کو کثرتِ ذکر سے ہوئی ہے، درمیان خالق و مخلوق کے یہی ذکر ہے کہ جو ذاکر کو مذکور تک پہنچاتا ہے، ذکرِ خدا آئینہ دل کی صیقل ہے اور طلبہ کی محبتِ الٰہی کے زخم کیلئے مرہم ہے اور روح کی غذا ہے۔ حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذکر حق آمد غذا ایں روح را ۔۔۔ مرہم آمد ایں دلِ مجروح را

ذکر خدا اس روح کے لیے غذا ہے ۔۔۔ اور اس زخمی دل کیلئے مرہم ہے

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام ۔۔۔ شیر و شکری شود جانم تمام

اللہ اللہ! یہ کیسا میٹھا نام ہے ۔۔۔ کہ دودھ شکر کی طرح میری جان بن جاتی ہے

خود چہ شیریں ست نامِ پاک تو ۔۔۔ خوشتر از آبِ حیات ادراکِ تو

تیرا نام پاک خود کتنا میٹھا ہے ۔۔۔ اور تیرا ادراک آبحیات سے بدرجہا اچھا ہے

ذکر خدا دنیا سے دور اور خدا سے قریب کرتا ہے، ذکر خدا جہنم سے منفصل اور جنت سے متصل کرتا ہے، ذکر خدا تمام دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہے، کہ فضائلِ ذکر سے قرآن و حدیث بھرے ہوئے ہیں، خاقانیؒ فرماتے ہیں:۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی ۔۔۔ دمے با یاد حق بودن بہ از ملکِ سلیمانی

تیس سال کے بعد یہ حقیقت خاقانی پر ثابت ہوئی ۔۔۔ کہ ایک دم ذکرِ خدا میں مشغول رہنا ملکِ سلیمانی سے بہتر ہے

ذکرِ حق ہی وہ چیز ہے کہ جو خدا کے انوار سے وصل اور مخلوقِ فانی سے فصل کراتا ہے، اور زندگانی ہمیشہ کی عطا کرتا ہے۔ اور بے یادِ حق زندگی نہیں ہے، بلکہ عند اللہ مردوں میں شمار کر

چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست　　زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد

جو زندگی میری ہے اُس کو زندگی نہیں کہہ سکتے　(بلکہ) حقیقتاً زندہ وہ ہے کہ جو دوست سے وصال رکھتا ہو

وہی زندہ رہے جو مر گئے یادِ الٰہی میں　　حیاتِ جاوداں آبِ بقا اللہ ہی اللہ ہے

جس دل میں نورِ ذکرِ خدا نہیں وہ دل دل ہی نہیں، چنانچہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:۔

چوں نباشد نور دل دل نیست آں　　چوں نباشد روح جز گل نیست آں

جب نور دل میں نہیں ہے تو وہ دل دل ہی نہیں ہے　　جب نہ ہو روح جز و گل کب ہو سکتا ہے

آں زجاجہ کو ندارد نورِ جاں　　بول قارورہ است قندیلش مخواں

وہ فانوس جس میں روشنی کی بتی نہیں ہے　　وہ فانوس پیشاب کا قارورہ بنانے کے کام کا ہے

حضرت حکیم سنائیؒ فرماتے ہیں کہ دل اُسکو کہتے ہیں کہ جو دل ذکرِ حق اور انوارِ الٰہی سے پُر نور ہو اور خدا اُسکو نظرِ رحمت سے دیکھے اور جس دل میں خیالاتِ فضول بھرے ہوں وہ دل دیو بھوت کا حجرہ ہے، حقیقۃً وہ دل نہیں ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں،

دل یکے منظریست ربانی　　حجرۂ دیو را چہ دل خوانی!

دل خدا کے دیدار کی جگہ ہے شیطان کے گھر (یا جو آماجگاہ دل) کو تو دل کیوں کہتا ہے

یہ حضرت حکیم سنائیؒ حضرت مولانا رومیؒ سے پیشتر ہوئے ہیں، چنانچہ مولانا رومیؒ اُن کی تعریف میں فرماتے ہیں،

عطار روح بود و سنائی دو چشم ما　　ما از پئے سنائی و عطار آمدیم

حضرت عطار میری روح ہیں، اور حضرت حکیم سنائی میری دونوں آنکھیں میں ان دونوں کے بعد آیا ہوں

عطار سے مراد مولانا کی حضرت فرید الدین عطار ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اے عزیز یہ دنیا فانی ہے، بے وفا ہے۔ اور مثل خواب و خیال ہے۔ اس میں پھنس کر خدائے باقی و کریم و رسول رؤف و رحیم سے منہ موڑنا کیسی صریح غلطی اور افسوس کی بات ہے۔ اے عزیز جس قدر عزیز و اقارب دنیا کے ہیں، وہ سب اپنے مطلب کے ہیں۔ تمام عمر اولاد بیوی دوستوں وغیرہ عزیزوں سے احسان کیا جائے اور ذرا ان کی مرضی کے خلاف ایک بات کی اور انھوں نے تمام عمر کی خدمت اور سلوک پر پانی پھیرا اور اگر تھوڑی دیر کو مان لیا جائے کہ دنیا میں تیرے عزیز تیرے ساتھ اچھے بھی ہیں۔ لیکن قبر میں تیرے ساتھ کون جائیگا؟ حضرت مولانا رومیؒ نے خوب فرمایا ہے۔

ایں جہاں فانیست آں باقی ست	دل بہ بستن ایں جہاں نادانی ست
یہ دنیا فانی اور وہ جہان باقی رہنے والا ہے	اس دنیائے فانی پر گرویدہ ہونا غلطی اور کم عقلی ہے
ایں جہان و اہل ایں ہیچ اصل اند	ہر دو اندر بے وفائی یکدل اند
اس دنیا اور جو اس دنیا میں ہیں یہ سب نکمے ہیں	دنیا اور دنیا والے بے وفائی میں یکساں ہیں
پس ترا ہر لحظہ مرگ در حقیقت است	مصطفےٰ فرمود دنیا ساعتے است

پس اے عزیز تجھ کو تو کا ہر وقت مرنا اور آخرت کی طرف جانا درپیش ہے اسی واسطے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمایا دنیا ایک ساعت ہے اس کو طاعت میں گزار

وحضرت سعدی فرماتے ہیں:-

منہ دل بریں دھر ناپائدار	ز سعدیؒ ہمیں یک سخن یاد دار
اس عارضی دنیا پر فریفتہ مت ہو	سعدی سے بس یہی ایک نصیحت کی بات یاد رکھ

اور دنیائے فانی کے بارہ میں حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

باچہ ماند ایں جہاں گویم جواب — آں کہ بیند آدمی چیزے بخواب

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ دنیا کیا چیز ہے تو میں جواب دوں گا کہ دنیا کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص خواب میں کچھ دیکھے

چوں شوی بیدار از خواب اے عزیز — حاصل نبود زخوابت ہیچ چیز

جب تو خواب سے بیدار ہو جائیگا، تو تجھے اس خواب کی چیز سے کچھ نہیں ملیگا کہ جو کچھ تو نے خواب میں دیکھی تھی

ہمچنیں چوں زندہ افتادہ مرد — ہیچ چیزے از جہاں باخود نبرد

اسی طرح جب تو زندگی کے بعد مرے گا — تو کوئی چیز اس دنیا سے نہیں لیجائے گا

جائے گریہ ہست ایں درد ے مخند — چشم عبرت برکشا و لب بہ بند

یہ دنیا رونے کا مقام ہے اس پر مت ہنس، عبرت کی آنکھ کھول کر دیکھ اور ہونٹ بند رکھ یعنی کچھ مت کہہ

فصل دوسری فضائل ذکر خفی میں

حضرات نقشبندیہ مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے ابتداء اور مدار ترقی اور قرب حق کے واسطے ذکر قلبی یعنی ذکر خفی پر رکھا ہے، بخلاف طرق دیگر کے کہ ان طریقوں مبارک میں ذکر زبانی و سیر آفاقی سے سلوک شروع کیا ہے اور حضرات نقشبندیہؒ نے ذکر خفی اور سیر انفسی سے اور دیگر حضرات نے سلوک کو مقدم رکھا ہے، اور حضرات نقشبندیہؒ نے جذب کو مقدم رکھا ہے۔ سب طرق مبارک میں زیادہ تر ذکر اسم ذات اور نفی اثبات کو لیا ہے اور اکثر حضرات نقشبندیہؒ نے اسم ذات کے ذکر کو لیا ہے، یا صرف فکر ذات کو جس سے مراد وقوف قلبی ہے، یعنی دل کا خیال ہر وقت ذات واجب الوجود کی طرف ہونا اسکا سبب یہ ہے کہ ذکر کلمہ توحید سے سلوک طے ہوتا ہے اور ذکر اسم ذات سے جذب پیدا ہوتا ہے

اسی واسطے حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اپنی کوشش سلوک کو مؤخر جان کر جذب ربانی کو مقدم رکھتے ہیں۔ بھید ذکر اسم ذات کا یہ ہر کہ اکثر محققین دین اس اسم کو اسم اعظم کہتے ہیں علاوہ اسکے جسقدر اسماء وصفات ہیں انکا ایک حرف کم کر دینے سے وہ اسم بے معنی ہوجاتا ہے جیسے رحیم کی رے، کریم کا کاف کم کردیا جائے، علیٰ ہذا القیاس، اور اسم ذات کا ایک ایک حرف ذات کی طرف بھاگتا ہے، جیسے اللہ کا الف گرادینے سے لِلّٰہ رہ جاتا ہر اور لِلّٰہ کا لام گرادینے سے لَہٗ بنجاتا ہے اور لَہٗ کا لام کم کردینے سے ھُوْ رہجاتا ہے یعنی وہ ذات غیب الغیب، جو لفظ اور حرف اور معنی وخیال سے پاک ہے۔ اسی معنی میں مولانا جامیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

بنام آں کہ آں نامے ندارد | بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

اور یہ ترجمہ ہے اس آیت شریف کا سُبْحٰنَہٗ تَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ (وہ ذات برتر پاک ہے اس سے کہ تم اس کو پکارو اور موصوف کرو) غرضکہ اسم ذات بے لفظ ہے اور ہر حرف اُس کا بامعنی ہے، اور اپنے ذاکر کو وہاں دواں مذکور تک پہنچاتا ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اللہ اللہ اسم ذات پاک دوست | اسم اعظم از برائے قرب دوست
اللہ اللہ نام ذات پاک دوست کا | اسم اعظم ہے اُسکے (یعنی خدا کے) قرب کیلئے
اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق | حرف حرفش می دہد جاں را رواق
اللہ اللہ یہ کیا خوش ذائقہ نام ہے | کہ اسکا ہر حرف جان کو ترقی اور راحت بخشتا ہے

ذکر خفی کا استدلال یہ حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آیۃ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً اور حدیث شریف اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا (ترجمہ: نبی کریم صلعم نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا بیشک تم نہیں پکارتے ہو بہرے کو اور نہ غائب کو، (یعنی آہستہ ذکر کرو اس لئے

کر چلا کر تو جب پکارا جاتا ہے جبکہ کوئی بہرا یا غائب ہو لیکن یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ خدا سمیع و حاضر ہے اور ذکر اسم ذات کا اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ سے فرماتے ہیں: ان حضرات کا تعلق روحی و ہمت عالیہ ذات حق تعالیٰ پر لگی ہوئی ہے اور اسی واسطے ذکر اسمائے صفاتی کو چھوڑ کر ذکر اسم ذات کو لیا ہے، اسی مطلب میں مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

گفت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ   تا نگردد بندہ ہر سو حیلہ جو

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے (اسکی وجہ یہ ہے) تاکہ اس کا بندہ حیلہ جوئی نہ کرے

اور اسی معنی میں امام طریقہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ہر کہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ   جو کچھ کہ دیکھا جائے سنا جائے اور جانا جائے وہ سب

غیر است بحقیقت کلمہ لا نفی آں باید کرد۔   غیر خدا ہے اسکی نفی کلمہ لا سے کرنی چاہیئے۔

یعنی اے طالب حق نگاہ علم سے اور نگاہ دل سے اور ہر قسم کا جو ادراک تجھ کو ہو تو جان لے کہ یہ غیر خدا ہے اسکی طرف مخاطب مت ہو بلکہ نگاہ دل تیری ذات غیب الغیب کیطرف رہنا چاہیئے۔

آگاهی: بعض طالب کو ذکر اسم ذات بعض کو صرف فکر ذات بعض کو ذکر نفی اثبات اور بعض کو تلاوت قرآن مجید اور بعض کو کثرت نوافل اور بعض کو کثرت درود فائدہ بخش ہیں، شیخ سنجیدہ فہمیدہ جس کسی کو جو نسخہ مناسب سمجھے دے، اور طالب اس پر عمل کرے، ذکر اسم ذات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دست چپ (بائیں ہاتھ) کی طرف سینہ سے دو انگشت نیچے پسلی کیطرف دل ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے قلب کی زبان خیال سے ہر وقت ہر حالت میں چلتے پھرتے بات کرتے کھاتے پیتے لکھتے پڑھتے پاک ہو یا ناپاک جبتک ہوش رہے اللہ اللہ کہتا رہے اور پوری توجہ کیساتھ دل سے خدا کی طرف متوجہ رہے اور دل میں خیال غیر خدا کو حتی الامکان نہ آنے دے، اگر آجاوے تو اس کو دور کرے جیسے پسّو کو کپڑوں میں نہ آنے دے اور آجائے تو کپڑوں میں اسکو دور کرنے کی کوشش اور خیال رہتا ہے۔ اسی طرح

دل میں خیال غیر خدا کو نہ آنے دے اور آجائے تو دور کرنے کی کوشش میں رہے، جیسے لسوڑے کپڑوں میں گھس جانے سے بےچینی اور پریشانی رہتی ہے، اسی طرح دل میں خیال غیر خدا آجانے سے پریشانی اور بےچینی ہونا چاہیئے اور خدا کی صفات سمیع و بصیر وغیرہا کی طرف یا دل کی شکل پر خیال نہ رکھنا چاہیئے، بلکہ ذات مستجمع صفات بیچون بیچگون کی طرف جانب عرش خیال رکھنا چاہیئے اور ایک طرفۃ العین خدا کی طرف سے دل کو غافل نہ ہونے دے، نہ معلوم کس وقت نگاہ کرم ہوجائے اسی واسطے ایک بزرگ فرماتے ہیں:

یک چشم زدن غافل زاں ماہ نباشی — شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ایک پل کے لئے بھی خدا سے غافل مت ہو (کیونکہ) — نہ معلوم کس وقت وہ نگاہ کرم کرے اور تو بے خبر ہو

اور کسی نے خوب کہا ہے:-

ذات غیب الغیب پر رکھنا خیال — ہے کلید معرفت قرب و وصال

ہے یہی اصل طریقت ہوشمند — اور طریقہ خواجگان نقشبند!

آگاھی، دل ظاہری ناپاکی سے ناپاک نہیں ہوتا، ظاہری ناپاکی جسم سے زبان اور جسم ناپاک ہوتے ہیں، دل کی ناپاکی کفر و شرک و غفلت سے ہوتی ہے۔

اللہ نہ کہے کیونکہ کا تعلق باجلال ہے اور سبحانہٗ کا اجمال ہے اللہ کا ذکر کرنے سے غصہ اور وحشت اور انقطاع محبت از اہل و عیال ہوتا ہے اور معاملات دنیوی درہم برہم ہوتے ہیں اور اللہ کے ذکر کرنے سے قرب حق میں بھی ترقی ہوتی ہے اور ہوش و حواس میں بھی فرق نہیں آتا، اور کاروبار دنیوی بھی آدمی کرتا رہتا ہے۔ اور طریقہ ذکر نفی اثبات کا یہ ہے کہ لا کو قوت خیال سے ناف سے اٹھا کر دماغ پر لیجاوے اور الٰہ کو دماغ سے سیدھے مونڈھے پر لائے اور الا اللہ کو سیدھے مونڈھے پر سے قلب پر ضرب دے اور

اور اگر حبس دم کیساتھ ذکر کرے تو فائدہ جلد محسوس ہوگا۔ لیکن سانس بند کر کے ذکر کرنا امام طریقہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فوائد میں داخل ہے، شرط نہیں ہے حبس دم کا طریقہ یہ ہے کہ سانس کو ناف سے نیچے بند کر کے ایک سانس میں تین مرتبہ پھر پانچ مرتبہ، پھر سات مرتبہ اور پھر نو اور پھر گیارہ مرتبہ اسی طرح عدد طاق کے ساتھ اکیس مرتبہ تک ایک سانس میں ذکر کرنیکا محاورہ پیدا کرے، اکیس مرتبہ ذکر پہنچنے پر کشود کار باطن ہونے لگتا ہے اور اثنائے ذکر میں خیال غیر خطرہ کو نہ آنے دے، بعض بزرگ ایک سانس میں ذکر نفی اثبات سو سو مرتبہ کر لیا کرتے ہیں اور ذکر اسم ذات کئی کئی سو بار،

ھدایت: پیر کو چاہیئے کہ جس طالب کا جسم بلغمی ہو، یا اُس کو گھی دودھ وغیرہ میسر ہو اُس کو حبس دم فائدہ کرے گا، اور اگر کسی کا جسم خشک ہے، یا مرغن غذا کھانے کو نہیں ملتی تو اس کو حبس دم نہ بتانا چاہیئے۔ طریقہ عنان داری بوقت ذکر کے مناسب ہوگا، عناںداری یہ ہے کہ سانس اندر کو پوری کھینچ لینا اور اُس کو وقت باہر آنے کے آہستہ آہستہ چھوڑنا۔ اگر اُس کو ہر وقت بھی قائم رکھے تو بھی نقصان نہیں ہے۔ اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ چرب بخور و کار خوب بساز" (یعنی کھا مرغن کھانا، لیکن یا دخدا بھی خوب کر!) اور جب اسم ذات کا ذکر کرے اُس وقت بھی خیال غیر دل میں نہ آنے دے اور نفی اثبات کے ذکر میں جب سانس ٹوٹے اُس وقت محمد رسول اللہ کہنا چاہیئے۔ **فائدہ** اگر کسی طالب کو جذب حق زیادہ ہو جائے کہ جس سے اتباع سنّت اور پرورش اہل وعیال میں فرق آسے تو لا الہ الا اللہ ایکبار اور محمد رسول اللہ تین یا پانچ یا سات بار کہنا چاہیئے اور سورہ الم نشرح کی بھی کثرت اور درود شریف بھی زیادہ پڑھنا چاہیئے انشاءاللہ معاملہ طالب کا ترقی قرب حق اور معاملات دنیوی میں اوسط پر آجائیگا۔

فائدہ: طالبان حق کو ہزار بار درود اور ہزار بار استغفار روزمرہ پڑھنا چاہیئے

تاکہ درود بے قبولیت اور استغفار سے ازالۂ غفلت اور معصیت ہوتا ہے، میرے حضرت محمد علی شیر خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سانس میں سو مرتبہ کلمہ شریف کا ذکر کیا کرتے تھے اور ایک ایک نشست میں آٹھ آٹھ ہزار مرتبہ کلمہ شریف کا ذکر کیا کرتے تھے، گویا آپ کی شان ذکر کثیر کی شکل مجسم تھی۔ اور خوبی شیخ کامل کی تعلیم کی یہ مانی گئی ہے کہ طالب اپنے معاملات دنیوی اور پرورشِ اہل وعیال اور اتباعِ سنت کرتا رہے اور اس کے ہوش وحواس میں فرق نہ آئے سوائے اس وقت کہ جس وقت نور وحدت الوجود کا اُس پر پورا طاری ہو، اگر کثرتِ جذب سے ہمیشہ کے لئے خدمت اہل وعیال جاتی رہی یا ہوش وحواس میں فرق آگیا یا اتباعِ سنت اُس کے ہاتھ سے گئی جو سب سے زیادہ باعث قرب حق ہے، تو شیخ کی تعلیم کا نقصان اور طالب کی کم ظرفی کا ثبوت ہے۔ ذکر اسم ذات میں یہاں تک مشغول رہے کہ بلا تکلف قلب کو خود بخود جاری پائے، ثبوت اور اطمینان اجرائے قلب کے واسطے چند باتیں ضروری ہیں، اوّل قلب کی حرکت ذکر کے ساتھ ہونا، دوسرے طالب کے کان میں ذکر قلب کی آواز کا آنا، تیسرے نور زرد لطیفہ قلب یا دیگر انوار لطائف کا بچشم دل یا بچشم ظاہر نظر آنا، چوتھے ہر وقت دل کی نگاہ خدا کیطرف ہونا۔ اگر یہ چاروں باتیں تصدیق کی میسر ہوں تو نورٌ علےٰ نور ورنہ چوتھی شق نہایت ضروری ہے اگر ان چاروں باتوں میں سے کسی کو بھی نہ پائے تو اپنا خیال ذاکر ہونے کا نہ پکائے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب طالب بازار میں جائے تو سوائے ذکر خدا کے کوئی بات اسکو سنائی نہ دے، تب ثبوت ذکر قلبی ہے" اور حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "فقیر کے نزدیک دل کے جاری ہونے کا یہ اچھا ثبوت ہے کہ جب طالب خواب سے بیدار ہو تو اپنے دل کو بلا اپنی کوشش اور خیال کے خدا کے ذکر میں پائے" صرف زبانی ذکر سے کشود کار باطن کلی نہیں ہوتا، جب تک کہ نظر گاہ رب العالمین جلوہ گاہِ خالق

آسمان وزمین یعنی دل نور ذکر سے منور ہو کر خیال غیر سے خالی نہ ہو جائے، لائق رحمت نہیں ہوتا اسی واسطے خواجہ ناصر عندلیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

دل آگاہ می باید وگرنہ! گدا ایک لحظہ بے نام خدا نیست

باخبر دل چاہیئے یعنی ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے ورنہ بھیک مانگنے والے فقیر بھی ہر دم خدا کو پکارا کرتے ہیں لیکن انکا خیال کہیں

آگاھی: ذکر قلبی کی انتہا پر ذکر کثیر شروع ہو جاتا ہے۔

ھدایت: ذکر قلبی میں بہت کوشش کرنا چاہیئے جسقدر ذکر قلبی قوی ہوگا اُسی قدر سلطان الاذکار قوی ہوگا اور جس قدر سلطان الاذکار قوی ہوگا اُسی قدر ولایت صغریٰ کا حال اور فیضان قوی ہوگا اور پھر ہر ایک مقام میں ترقی اور نسبت قوی ہوگی۔ طالب اور پیر دونوں اس ذکر قلبی سے جلد ترقی کرنے کی کوشش نہ کریں۔ انہیں ذرا توقف کریں، خوب پختہ ہو جانے پر آگے سلطان الاذکار کیطرف چلنا چاہیئے، ذکر قلبی قاعدہ بغدادی کی طرح ہے، جو بچہ قاعدہ روانی سے پڑھ لیگا وہ قرآن شریف پڑھنے میں بھی تیز اور رواں ہوگا اور جس بچہ کی حرف شناسی اور قاعدہ کی روانی کم ہوگی وہ عبارت قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے گا اور غلط بھی پڑھیگا۔

فصل تیسری سلطان الاذکار میں

اللہ پاک قرآن مجید و فرقان حمید میں سورہ جمعہ میں فرماتا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (ترجمہ: اے مومنو! خدا کا ذکر زیادہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ)۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (ترجمہ: اے مومنین اللہ کا ذکر بہت زیادہ کثرت سے کرو) گروہ صوفیہ نے اس ذکر کی کئی اصطلاحیں مقرر کی ہیں اسکو

سلطان الاذکار اور ذکر کثیر اور تجو ہر قلبی کہتے ہیں، اور بعض اسکو ذکر انحد بھی کہتے ہیں اور یہ لفظ ان حد جوگیہ کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ جس کے لینے کی ہو کو کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سلطان الاذکار ذکر قلبی کی انتہا ہونے پر شروع ہوتا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے طلبہ کو یوں سلوک طے کرایا کرتے تھے کہ پہلے لطیفۂ قلب کیطرف متوجہ ہو کر اُس کو ذاکر کیا کرتے تھے، پھر لطیفۂ روح۔ پھر لطیفۂ سر۔ پھر لطیفۂ خفی پھر اخفیٰ کو، جب یہ پانچوں لطیفے عالم امر کے جاری ہو جاتے تو پھر لطیفۂ نفس کیطرف جس کا مقام پیشانی ہے، توجہ فرمایا کرتے تھے۔ لطیفۂ نفس کی پرورش یعنی درستی کرنے کے بعد تمام جسم سے ذکر حق جاری ہو جاتا ہے۔ لطیفۂ نفس چاروں عنصر آب، ہوا، آتش، خاک کا لب لباب اور ان سب کی حقیقت ہے یعنی سالک کے رگ، پٹھہ، ہڈی، بال رواں وغیرہ سب ذاکر ہو جاتے ہیں، اور طالب حق سب کا ذکر اپنے کانوں سے سنتا ہے اور ذکر کی حرکت محسوس ہوتی ہے، اور جب اس مقام میں پوری ترقی ہوتی ہے، تو تمام مخلوقات شجر، حجر، در و دیوار، ذرہ ذرہ اور آسمان و زمین سے آواز ذکر کی طالب سنتا ہے، اور اس پر وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ کا راز کھلتا ہے۔ اس کا ایک طرفۃ العین کا ذکر اوروں کے صد ہا سال سے بہتر ہے۔ اسی مطلب میں شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں،

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است ولے داند دریں معنی کہ گوش است

خدا کے ذکر میں تو جس چیز کو دیکھیگا مصروف ہے لیکن اسکو وہی شخص جانتا ہے جسکے پاس خدا کے دیئے ہوئے کان ہیں

اور مولانا رومیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایں سخن از گوش دل باید شنود گوش گل اینجا ندارد ہیچ سود

یہ بات دل کے کانوں سے سنو! مٹی کے کان یہاں کچھ فائدہ نہیں دیتے

لیکن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے

صاحبزادہ اور خلیفہ اعظم گویا حضرت شیخؒ کے قائم مقام ہیں انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہ طریقہ طلبہ کی پرورش کا فرمایا ہے کہ لطیفہ قلب کو ذاکر و منور کر کے لطیفہ نفس کی تکمیل فرمایا کرتے تھے اور ان دونوں لطائف کے اثرات و انوار سے درمیانی لطائف روح، سر، خفی اور اخفیٰ خود بخود نورانی اور ذاکر ہو جاتے ہیں، اثنائے حال سلطان الاذکار میں سالک سوائے ذکر خدا کے کچھ نہیں سنتا لیکن اپنے خیال اور عقل و تمیز کو کیسو کر کے کسی کی بات سننا چاہے تو سنتا ہے، مگر ذکر حق کی آواز بھی تمام خلق سے برابر سنتا رہتا ہے، حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ شاید اسی حالت کے واسطے فرماتے ہیں: کہ "ذاکر جب بازار میں جائے تو سوائے ذکر حق کے اور کچھ سنائی نہ دے" کہ جس کی تشریح فصل ذکر قلبی میں گذر چکی، ایسی حالت میں اور اس مقام میں سالک پر مستی اور بیخودی طاری ہونے لگتی ہے، اور اسی حالت میں سالک کچھ سماع سننے کے قابل ہوتا ہے اور پوری طور پر جب مستحق سماع کے سننے کا ہوتا ہے، جب قدم سالک کا مقام وحدت الوجود میں ہو، کیونکہ وہ مقام نہایت عشق شدید اور سوزش کا ہوتا ہے کہ جس کی تشریح ولایت صغریٰ میں کیجائیگی، اور سماع اس کو بجائے فائدہ کے نقصان نہیں دیتی، جب تک ان دونوں حالتوں میں یعنی سلطان الاذکار، اور ہمہ اوست کے مقام میں نہیں آتا مستحق سماع سننے کا نہیں ہے، اس حالت سے پہلے اس کو مضر ہے، کیونکہ جب تک ذکر خدا سے لطائف پاک و صاف نہ ہو جائیں، تب تک ہر چیز اور ہر خیال میں اسکی اندھیری اور ظلمت رہتی ہے جیسے کسی کو صفراوی بخار ہو تو مریض کو ہر شیریں چیز بھی کڑوی معلوم ہوتی ہے، اسی طرح مریض معصیت ہر آواز خیر میں شر پیدا کرلیتا ہے اور خاصان خدا شر سے خالی اور خیر سے پُر ہوتے ہیں، اور ہر آواز زشت اور خوب کو سبحان اللہ سنتے اور جانتے ہیں اور خاصیت کان نمک کی رکھتے ہیں، بقول "ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد" لہذا ان کو ہر آواز فائدہ کے سوا نقصان نہیں دیتی، بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

کفر گیرد کاملِ ملت شود   ہر چہ گیرد علتی علت شود

کامل کفر کو لیتا ہے اور دانے کمال کی وجہ سے اس کفر کو دین بنا دیتا ہے۔ اور ناقص جو کچھ لیتا ہے وہ اسر نقص و خرابی ہے

لیکن اس حال کے سالک بہت کم ہوتے ہیں، اہل قال اس حال کے اکثر ہیں اور غنا تو ہر طرح

مضر ہوتی ہے، چاہے منتہی ہو یا مبتدی۔

سوال: سماع اور غنا میں کیا فرق ہے ؟

جواب: سماع اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص بڈھا یا جوان باشرع اللہ تعالیٰ کی حمد یا نبی کریم صلعم کی تعریف (نعت) یا اولیائے عظام کی توصیف (منقبت) یا اشعار عاشقانہ یا دنیا کی مذمت و عاقبت کی خوبی میں آواز خوش پڑھے، تو یہ جائز ہے، اور اسمیں کسی کو اختلاف نہیں اور غنا یہ ہو کہ مزامیر علاوہ دف کے بجائے اور لڑکا یا عورت اشعار خوش آوازی سے پڑھے تو اسکی حرمت میں کسی کو اختلاف نہیں، نقصان کی چیز ہر حالت میں نقصان دہ ہوتی ہے اور فائدہ کی چیز ہر حالت میں فائدہ مند ہوتی ہے، جیسے کوئی شخص سردی میں سنکھیا کھائے تو فصل سردی میں بوجہ سردی کے سنکھیا کی گرمی نہیں معلوم ہو گی۔ لیکن جب گرمی آئے گی تو ضرور اسکو نقصان محسوس ہو گا یا جیسے کسی کی ناک زکام یا بیماری کی وجہ سے بند ہے اور اُس کو کسی چیز کی بدبو یا خوشبو نہیں آتی، تو حقیقتاً یہ بات نہیں ہو کہ اس شئی میں بدبو یا خوشبو نہیں ہے، بلکہ یہ اُسکی ناک کی خرابی کا سبب ہے، لیکن جب ناک صاف ہو جائیگی تو برابر اسکو بدبو یا خوشبو آئیگی، اسی طرح جو چیزیں خدا نے حرام کر دی ہیں جیسے غیر محرم عورتوں کا اور امرد کا گانا سننا، یا طبلہ سارنگی وغیرہ مزامیر جنکو شریعت نے حرام کر دیا ہے، وہ کبھی کسی کو خواہ صاحب حال ہو، یا صاحب قال نابالغ لڑکا فائدہ نہیں کرتے، بلکہ نہایت نقصان پہنچانے والے ہیں جب کوئی سالک ایسے افعال خلاف شرع بے فائدہ سمجھکر اس کو سنتا ہے تو آخر میں بجالت ہوش اسکو ضرور نقصان محسوس ہوتا ہے اور اگر سالک صاحب کشف یا صاحب ادراک نہیں ہے

اور اس وجہ سے اسکو نقصان کی تمیز نہیں ہوتی، تو یہ اسکا جہل ہے۔ وگرنہ خدا نے جس کو حرام کیا ہو
اُس میں حلت کہاں؛ اور خوبی کجا؟ فی زمانہ جو لوگ تارکِ نماز ہیں، جو فرض عین ہے اور حال و
قال میں اپنا قدم رکھتے ہیں اور قوالی وغیرہ میں (ہو حق کرکے) کود پھاند کرتے ہیں یہ سراسر کرب ہے
اللہ پاک مجکو اور ایسے لوگوں کو ہدایت فرمائے اور اُن کو توفیق عنایت فرمائے! کہ یہ حالات و
رسائل حضرات چشت اہل بہشت جیسے خواجۂ خواجگان امام طریقہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی
رحمۃ اللہ علیہ وحضرت زبدۂ عرفا و پیشوائے اتقیا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
وحضرت پیشوائے عارفاں جناب خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، وحضرت
جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، وحضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ وحضرت نظام الدین اولیا
رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھیں اور سُنیں اور سمجھیں
کہ ان حضرات نے اپنی زندگی میں کس کس سے کس کس طریقے کس کس موقع پر کتنے کتنے عرصہ میں
سنا ہے اور کس کس طریقے سے کتنے کتنے عرصہ تک ذکر خدا کیا ہے اور ترکِ دنیا کس طریقے
کی تھی۔ اسی طریقہ پر یہ بھی حسب حیثیت ترک دنیا اور ذکر خدا اور سماع کو اختیار کریں، یہ سراسر
بے انصافی اور عقل سے خلاف ہے کہ ان بزرگواروں کے ترک دنیا اور یاد خدا اور زہد و ریاضت
میں سے تو روپیہ میں ایک آنہ بھر بھی تقلید کر کے اُس پر عامل نہ ہوں، اور سماع جائز جو انھوں نے
کثرت عشق محبت خدا میں کبھی کبھی ایک آنہ بھر سُنا ہو، اُس کو روپیہ بھر سُنا جائے، ذرا دیکھو
اور سنو اور غور کرو۔ انصاف سے کام لو، حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال
اس شعر کے سننے میں ہوا ہے،

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

چھ روز تک شب و روز سنتے رہے۔ نہ چھ روز تک کچھ کھایا، نہ پیا، نہ سوئے اور بیمار چھ روز تک

آپ پر حال طاری رہا۔ چھٹے روز اسی کثرت حال اور کشش ربانی میں وفات پائی، باوجود اس زبردست حال کے جس میں جان ہی دے دی، مگر جس وقت مؤذن اذان دیتا، ہوش آجاتا، اور آپ وضو نماز باقاعدہ ادا کرتے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جن کے وقت سے ڈھولک نے رواج پایا ہے، یہ بزرگوار ہر وقت استغراق میں رہتے تھے، نہ کھانے کی خبر نہ پینے کی، یہانتک استغراق تھا کہ راستہ بھی کسی طرف کا نہ جانتے نہ دیکھتا، مگر جس وقت مؤذن اذان دیتا، فوراً اپنی جگہ سے باہر آجاتے۔ خادم آپ کے آگے آگے حق حق پکارتا جاتا، اور آپ اپنے محبوب حق کا نام سنکر اس طرف چلتے، نماز باجماعت اور سنت ادا کر کے پھر استغراق میں چلے جاتے اور خادم اسی طرح حق حق کہتا ہوا آگے آگے چلتا اور آپ اُس کے پیچھے پیچھے چلے جاتے، دیکھو یہ ہے حال اور یہ اتباع سنت ہے اور تعمیل احکام خدا ہے، جب اُن کو راستہ اور کھانے پینے ہی کی خبر نہ تھی تو ڈھولک کی کیا خبر ہوتی؟ ان کو ہر چیز میں سے آواز معشوق حقیقی آتی تھی چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بازار میں ہو کر گذرے۔ بازار میں حضرت صلاح الدین زرکوب رحمۃ اللہ علیہ ورق کوٹ رہے تھے۔ حضرت مولانا آواز ہتوڑے پر صبح سے عصر تک حال طاری رہا، اور یہ شعر حالت استغراق میں پڑھتے رہے،

یکے گنجے پدید آمد، ازیں دکان زرکوبی ۔۔۔ زہی صورت زہی معنی زہی خوبی زہی خوبی

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کے متعلق خوب فیصلہ فرمایا ہے۔ شعر

زندہ دلاں مردہ تناں را رواست ۔۔۔ مردہ دلاں زندہ تناں را بیجاست

اسی واسطے حضرات نقشبندیہؒ نے خوب سمجھ لیا کہ قرب حق ذکر و فکر خدا اور اتباع سنت میں ہے اور کسی کے دریافت کرنے پر سماع جائز کے متعلق حضرت خواجہ خواجگاں خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا "نہ انکاری کنم، نہ ایں کار می کنم" یعنی نہ میں سماع جائز کا انکار

کرتا ہوں اور نہ میں سنتا ہوں ۔ حضرت خواجہ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا سے کیا مراد ہے تو خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہ ذکر کرنیوالے سے زبانی ذکر کرنیوالا ذکر کثیر میں ہے، اور کم ذکر کرنے والے سے زیادہ ذکر کرنے والا ذکر کثیر میں ہے ۔ اور زبانی ذکر کرنے والے سے ذکر قلبی کرنے والا ذکر کثیر میں ہے، کیونکہ ہر وقت دل اُس کا جاری ہے اور جب دل جاری ہوجاتا ہے تو جملہ اعضاء و جوارح اور رگیں اور جوڑ اُس کے ذکر کے ساتھ گویا ہوتے ہیں، اور اس وقت میں سالک ذکر کثیر میں شمار کیا جاتا ہے، پھر اس سالک کا ایک روز کا ذکر اوروں کے ایک سال کے برابر ہوتا ہے ۔

محمد ہدایت علی کہتا ہے کہ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک روز اور ایک سال کی مثال فرمائی ہے، اس سال سے شاید سال آخرت مراد ہے، ورنہ سالک سلطان الاذکار کا ذکر ایک لمحہ کا اوروں کے عمر بھر بلکہ صدہا سال سے بہتر ہوتا ہے، کیونکہ ذکر قلبی اور ذکر لسانی کا شمار صدہا سال کا لاکھوں کروڑوں اربوں وغیرہ وغیرہ مرتبہ میں شمار ہوسکے گا ۔ اور صاحب سلطان الاذکار تمام مخلوقات زمین و آسمان اور تمام شجر و حجر اور ذرہ ذرہ سے ذکر خدا سنتا ہے کہ جسکا شمار سوائے علم حق کے کوئی نہیں کر سکتا ۔

آگاھی: جب ذکر کثیر انتہا پر پہنچتا ہے، تو دلالت حضوری یعنی وحدۃ الوجود کی ابتدا ہوتی ہے ۔

آگاھی: جب آواز ذکر کی نہایت کو پہنچتی ہے تو آخر میں آواز ذکر کی رفتہ رفتہ کم ہوجاتی ہے یہاں تک کہ پھر آواز ذکر کی نہیں رہتی، لیکن اس سے کچھ حرج نہیں ہوتا، کیونکہ اب دروازہ عشق کا اس پر کھولا جاتا ہے کہ جب راہ سے وہ جلد خدا تک پہنچتا ہے اور اُس کے دل میں ایک درد محبت پیدا ہوتا ہے کہ جس درد کے ملنے کی دعا حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

کفر کافر را و دیں دیندار را ذرہ دردِ دل عطار را

اے خدا کفر کافر کو، اور دین دیندار کو دے (لیکن) مجھ کو تو اپنی محبت کا درد عنایت فرما

اس دردِ دل کی شرح ولایت صغریٰ میں آئیگی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ اب ذکر کی آواز نہیں آتی۔ تو حضرتؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کچھ فکر نہیں، جب تک حوض خالی ہوتا ہے، اُس میں پانی گرنے کی آواز تیز ہوتی ہے، جوں جوں حوض بھرتا جاتا ہے، اسی طرح آواز کم ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ سب حوض بھر جانے پر آوازِ پانی گرنے کی بالکل نہیں ہوتی" یہی حالت آوازِ ذکر کی ہوتی ہے، جبتک سالک کثرت ذکر سے مشرف نہیں ہوتا، اُس وقت تک خس و خاشاک خانۂ دل سے صاف نہیں ہوتا۔ الحمدُ للہ اس ذکر کثیر سے ہزاروں طلبہ نقشبندیہ مشرف ہوتے ہیں، میرے حضرت قبلہ محمد علی شیر خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کئی طلباء اس ذکر کثیر سے مشرف ہوئے، میں ان کو جانتا ہوں لیکن نام لکھنے اور ظاہر کرنیکی ضرورت نہیں سمجھتا اور نہ ظاہر کرنے کا منشاء حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور نہ ہے،

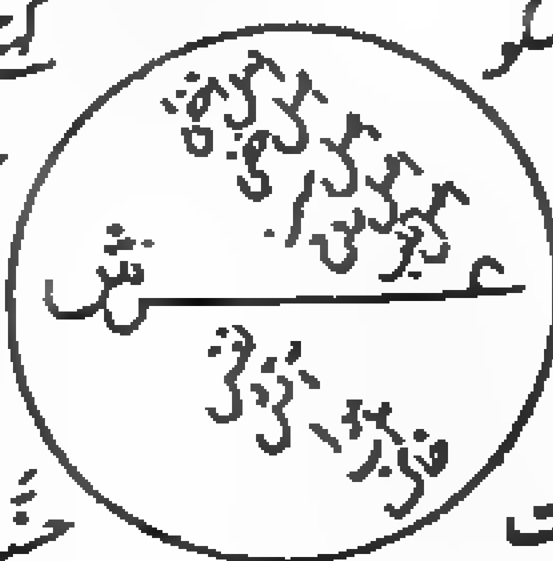
فصل چوتھی دائرۂ امکان میں

دائرۂ امکان کے حالات سالک پر ذکر قلبی اور ذکر کثیر میں گذر جاتے ہیں لیکن مجکو اس بات کو بیان کرنا ہے کہ دائرۂ امکان اصطلاح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں کیا چیز ہے ؛ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک مقام کا دائرہ قرار دیا ہے اور یہ دائرۂ امکان سب سے پہلا دائرہ ہے، اور یہ طرز اور اصطلاح دائرہ خاص آپ کی ہی قرار دادہ ہے، دائرہ ہر مقام کے واسطے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے ؛ کہ جیسے دائرہ کا

کوئی پہلو کوئی کونہ کوئی سمت کوئی انتہا نہیں ہے' اسی طرح قرب حق میں ہر مقام میں کوئی سمت اور کوئی حد نہیں ہے۔ لہذا دائرہ کو مقامات سے نہایت مناسبت ہے۔ علاوہ اس کے مسئلہ ہمہ اوست ہمہ از وست کا فیصلہ بھی اسی دائرہ سے ہوتا ہے' کیونکہ دائرہ نقطے سے بنتا ہے' اور خود بخود وجود دائرہ نہیں ہے۔ لیکن وجود نقطہ اور وجود دائرہ دونوں الگ الگ ہیں نہ دائرہ کو مرکز سے وصل و حلول و اتحاد ہے اور نہ مرکز کو دائرہ سے جب با وجود پیدائش دائرہ کو مرکز سے تعلق اور وصل نہیں ہے تو پھر خدا سے خلق کا تعلق عین یا اتحاد اور وصل کیسے ہو سکتا ہے میں انشاء اللہ مختصر حالات دوائر کے لکھوں گا اور تقریر علمی اور وجوہات مفصل سے اوراق نہ بھروں گا' کیونکہ عام لوگ نہ پڑھنے والے ایسے میں نہ سمجھنے والے' میرا مقصد صرف عام لوگوں کو سمجھانے کا ہے' اور جو صاحب ذی علم ہیں ان کے واسطے مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سی دوسری کتابیں موجود ہیں کہ جن میں ہر اجمال کی تفصیل موجود ہے حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں تعلق دائرہ امکان کا دس لطائف سے ہے' پانچ عالم امر کے' اور پانچ عالم خلق کے۔ عالم امر کے لطائف قلب روح سر خفی اور اخفیٰ ہیں اور عالم خلق کے خاک آب ہوا آتش اور نفس ہیں' عرش سے اوپر اصل ہر لطیفہ عالم امر کی ہے اور عرش سے نیچے ہر لطیفہ عالم خلق کی اصل ہے' جس کا دائرہ اس جگہ لکھا جاتا ہے۔

(دائرہ امکان)

آگاہی: عالم خلق اسکو کہتے ہیں جو بتدریج دفتاً فوقتاً پیدا ہوئے ہیں۔ عالم امر لفظ کن کے ساتھ ہی پیدا ہوئے ہیں اگر سالک صاحب کشف ہوتا ہے تو تحت الثریٰ سے لیکر بالائے عرش تک اس کو حالات جنت و دوزخ وغیرہ وغیرہ نظر آتے



لیکن فی زمانہ طلبا اہل کشف بہت کم ہوتے ہیں کیونکہ کشف اکل حلال، صدق مقال، کثرتِ عبادت، قلت طعام اور کمی آرام سے حاصل ہوتا ہے، یہ سب باتیں تو کجا؟ ان میں سے دو ایک پر بھی پوری طور پر عامل نہیں ہوتے، زمانہ ایسے طلبا سے خالی تو نہیں ہے، لیکن ہزاروں طالبوں میں سے دس پانچ طالب ایسے نکلتے ہیں کہ جن کو کشف صحیح دیا جاتا ہے، کشف بہت سے قسم کا ہے، کشفِ عیانی، کشفِ حسی، کشفِ وجدانی، کشفِ ادراکی، بعض کو کشفِ قبور، بعض کو کشفِ قلوب، بعض کو صرف خواب اور بعض کو سب عنایت کیا جاتا ہے، کشفِ عیانی اور کشفِ حسی اور مکشوفات کے مقابلہ میں قوی ہیں، اور یہ دونوں کشف صحیح طور پر امام وقت یا قطب مدار یا قطب ارشاد کو کامل طور پر عنایت کیا جاتا ہے، کیونکہ انتظام عالم دنیا اور فیض رسانی عالم کے لئے یہ ذات مبارک مرکز رہتے ہیں، اور ان کی اتباع میں اولیائے خدمت مردانِ غیب، قطب ابدال، اوتاد نقیب نجیب وغیرہم کو بھی کشف دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے یہ صاحب تعمیل احکام الٰہی مثل خضر علیہ السلام کے کرتے ہیں، اور یہ اولیائے خدمت پوشیدہ رہتے ہیں، ان سے کوئی واقف نہیں ہوتا، سوائے اولیائے خدمت کے لیکن بعض اولیائے عشرت زبردست بھی اولیائے خدمت سے واقف ہوتے ہیں لیکن اس کا اظہار نہیں کر سکتے، اور اولیائے عشرت جو قطب ارشاد کے تحت میں ہوتے ہیں ان سے خلق واقف ہو کر فائدہ اٹھاتی ہے،

فائدہ: قطب مدار ہر زمانہ میں ہر وقت رہتا ہے، گویا عالم کا دارومدار العدتعالیٰ نے اس پر رکھا ہے، اور قطب ارشاد کسی زمانہ میں ہوتا ہے اور کبھی نہیں، اور قطب ارشاد کے تحت میں قطب مدار رہتا ہے،

آگاہی: یہ مقامات قطب، ابدال اور اوتاد وغیرہم کے بلا مقام فنا و بقا کے حاصل

نہیں ہوتے اور نہ بلا فنا و بقا کے جماعت اولیاء میں داخل ہوتا ہے، اور شاذ و نادر اس کیفیات بھی بفضل خدا کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ اور بعض طلبا اور اولیاء ایسے بھی ہوتے ہیں جنکو ان حالات مذکورہ بالا میں سے کچھ نہیں دیا جاتا، ان کو صرف برد یقین عنایت کیا جاتا ہے یہانتک کہ بعض کو اپنے ولی ہونے کا بھی علم نہیں ہوتا۔ قبر میں جاکر معلوم ہوگا۔

آگاہی: کشف کا ہونا ولایت کے لئے ضروری بات یا شرطِ ولایت نہیں ہے کیونکہ کشف دنیا علاوہ مسلمانوں کے غیر مذاہب جوگیہ برہمنانِ ہند فلاسفر یونان کو بھی ہوتا ہے لیکن جو کشف غیر مذاہب کے لوگوں کو ہوتا ہے، وہ صرف کشف اشیاء دنیا کا ہوتا ہے ذات و صفاتِ الٰہی یا عالمِ ملکوت کا نہیں ہوتا ذات و صفاتِ الٰہی و عالمِ ملکوت کا کشف تب تک ہرگز نہیں ہوتا جب تک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ کمال یقین کا نام ولایت ہے۔ چنانچہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو کشف بالکل نہیں ہوتا۔ لیکن اہل کشف اولیاء سے بدرجہا قرب حق میں ان کا قدم غالب ہوتا ہے، اسی واسطے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دریافت پر شناختِ کمال کی بابت فرمایا "یقین تر کامل تر" چنانچہ اکثر حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کشف اور کرامات کا اظہار ثابت نہیں ہے۔ بعض بعض سے خال خال مکشوفات و کرامات کا ظاہر ہونا ثابت ہوا ہے۔ لیکن ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی رضی اللہ عنہ جن سے کبھی اونیٰ سی کرامت کا یا کشف کا اظہار نہیں ہوا ہے، وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اکمل سے اکمل ولی سے مرتبہ ولایت قربِ حق میں اعلیٰ افضل و برتر ہیں۔ بلکہ وہ کیا ان کے دیکھنے والے تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہر اعلیٰ ولی سے اعلیٰ ہیں۔ یہ بزرگی ان کی یقین کامل کا سبب ہی جو صحبت اور برکت رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے حاصل ہوا ہے۔ بعض اولیاء نہ اہل خدمت

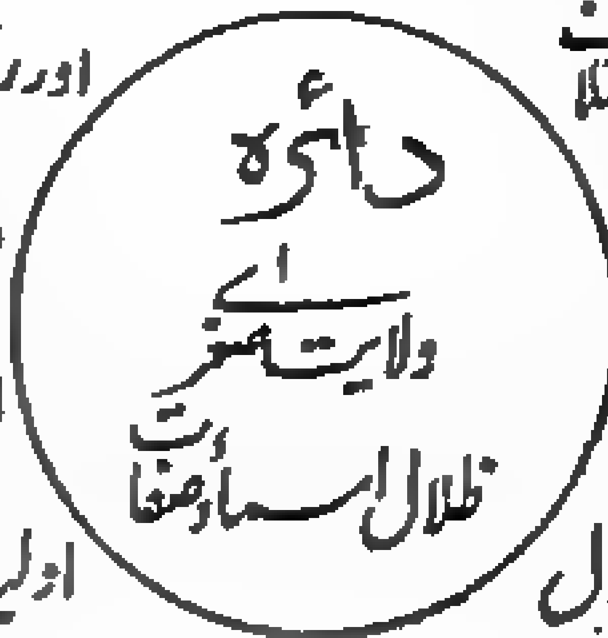
ہوتے ہیں نہ اہل ارشاد، صرف اُمت کی دعا کے واسطے مختص ہوتے ہیں، اگر کسی کو کشف نہ ہو تو شناخت دائرہ امکان کے طے کر جانے کی یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ طالب چار گھڑی تک فکر و فکر خدا میں ایسا مشغول رہتا ہو کہ دنیا کا خیال اس کے دل و دماغ میں بالکل نہ آتا ہو، اور بعضوں نے انوار لطائف کے دکھنے سے دائرہ امکان کے طے کر جانے کی علامت بیان فرمائی ہے۔

فصل پانچویں بیان دائرہ ولایت صغریٰ میں

اصطلاح صوفیہ میں اس مقام کو چند ناموں کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، وحدت الوجود، ہمہ اوست، مقام جمع، کفر طریقت، فنا و بقا، ولایت صغریٰ، نسیان ماسوی اللہ، ولایت صغریٰ اور نسیان ماسوی اللہ، یہ نام حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے قرار دیئے ہوئے ہیں، ان حضرات کی تحقیقات سلوک میں مقام ہمہ اوست سے آگے بہت زیادہ مقامات ترقی کے ہیں اسی واسطے اس ولایت کو ولایت صغریٰ فرماتے ہیں یعنی چھوٹی ولایت، اور دیگر طرق کے کبرائے دین اکثر و بیشتر اس مقام ہمہ اوست کو انتہائی ترقی اور قرب حق فرماتے ہیں اور نسیان ماسوی اللہ شریعت سے بہت ہی مناسبت رکھتا ہے بموجب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ (اتنی کثرت سے یاد خدا کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں) دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ (ترجمہ: تم میں سے کوئی ایمان والا نہ ہوگا جب تک اسکو یہ نہ کہا جائے کہ وہ دیوانہ ہے) جب کوئی خلق کو محبت و ذکر خدا میں بھول جائے، تو دنیادار لوگ ضرور اسکو دیوانہ کہیں گے، اسی لئے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

ہر کرا باشد ز یزداں کاروبار — یافت باشد آنجا بیروں شد زکار

جسکا تعلق اور لگاؤ خدا سے ہو جائے — وہ اسکو دنیا کے کاروبار سے بے تعلق اور بے لگاؤ پائیگا



اس خاص مقام میں بہت بڑا اختلاف اور رد و کد صوفیوں میں ہے اور علماء اور صوفیوں میں واقع ہے اور بیسیوں رسالے کتابیں مکتوبات اس کی تائید اور تردید میں بھرے ہیں بہت سے اہلِ قال نے بلا حال اہل حال اولیاء اللہ کی نقل کر کے اپنے کو جہنمی بنا لیا، اور بہت سے اہل قال نے .... اہل حال اولیاء اللہ پر طعن و طنز کر کے اپنے کو خسر الدنیا والآخرۃ کر لیا، حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں،

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد — کم کسے باشد زناو آگاہ شد

تمام دنیا اسی وجہ سے گمراہ ہو گئی (کہ) اس مسئلہ سے بہت کم لوگ واقف ہوئے

اس واسطے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجکو راہ راست پر چلائے اور اس خاص مسئلہ میں مجکو حق بات بیان کرنیکی توفیق عنایت فرمائے، اور ایسا علم میرے سینہ میں ڈالدے کہ جس کے بیان میں لغزش نہو، اور عند اللہ جل جلالہٗ و عند الرسول صلے اللہ علیہ وسلم مقبول ہو، یہ مقام ہمہ اوست سلطان الاذکار کے انتہا ہونے پر شروع ہوتا ہے، بعض مرشد جب نور اس مقام کا سالک میں پاتے ہیں تو ذکر لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس کو تلقین فرماتے ہیں بعض شیخ جب سالک میں اس مقام کا نور دیکھتے ہیں تو اس کو مراقبہ تعلیم کرتے ہیں، کہ تمام عالم میں سوائے خدا کے کوئی موجود نہیں بعض بہتا کچھ تعلیم نہیں کرتے، بلکہ اُس کو اپنی ہمت باطنی سے اس مقام میں کھینچ لیجاتے ہیں، اور خود بخود اس طالب پر یہ حال طاری ہو جاتا ہے، لیکن ایسے شیخ بہت کم ہیں لیسے پیر فی زمانہ زیادہ ہیں کہ طالب کو نہ ذکر قلبی ہے، نہ سلطان الاذکار حاصل ہوا ہے نہ ہمہ اوست کا

نور اُس پر وارد ہوا ہے۔ بلکہ وہ شیخ خود ہی ان باتوں سے ناآشنا ہیں لیکن طالب کو باوجود ہوش کے اور بلاحال کے ہمہ اوست کا مسئلہ زبانی تلقین کر دیا کرتے ہیں اور ایسا مسئلہ بلاحال کے تلقین کرنا شریعت پاک میں کفر ہے۔ مسلمان اپنے ایمان کو قوی کرنے کیلئے شیخ کی خدمت میں جاتے ہیں لیکن جاہل شیخ اپنا اور اپنے مرید کا ایمان اور کھو دیتے ہیں، ایسے شیخ جاہل و نااہل اس شعر کے مصداق ہیں ع "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" بعض لوگ تو مرید سے یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں اور تو اور جو کچھ دیکھ رہا ہے یہ سب عین خدا ہے نعوذ باللہ منہا اللہ تعالیٰ مجکو اور ایسے لوگوں کو صراطِ مستقیم عنایت فرمائے۔

طالب حق جب خدا کی یاد کثرت سے کرتا ہے تو اس کے لطائف اور جسم پاک صاف ہوتے ہیں، اور وہ حسب حیثیت عروج کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی اصل سے اُس کو وصل ہو جاتا ہے۔ اصل اسکی کیا ہے؟ حقیقت ممکنہ ہے؟

سوال: حقیقت ممکنہ کیا ہے؟

جواب: جس جگہ انوار اسماء و صفاتِ الٰہی نے جمع ہو کر عدم محض کیطرف عکس ڈال کر وجود مستعار بخشا ہے، مثلاً آئینہ کہ بالکل اُس میں کوئی چیز نہیں ہوتی، اس کو عدم خیال کیا جائے اور جو وجود اس آئینہ کے سامنے آئے اُسکو انوار اسماء و صفات خیال کیا جائے، اور جو عکس آئینہ میں قائم ہوا اُس کو حقیقت ممکنہ خیال کیا جائے۔ لیکن وہ سارا حقیقت ممکنہ کا کہیں بالاتر اور عقل معاش کی فہمید سے دور ہے، کیونکہ اس کا خالق قادرِ کل بیچون و بیچگون ہے، جب رب العالمین نے چاہا کہ اپنی ذات کو پہچنواؤں اور عالم کو پیدا کروں تو پرکارِ قدرت اسماء و صفات سے نقطۂ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم قائم فرما کے اس سے تمام اشیاء کا دائرۂ وجود کھینچ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے باعث تخلیق ہیں۔ اور جس طرح دائرہ مرکز سے الحاق نہیں کر سکتا، اسی طرح

کوئی مخلوق میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی مطلب میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (مجھے اللہ پاک عزوجل کیساتھ وہ وقت حاصل ہے کہ جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ میری برابری کرسکتا ہے اور نہ کوئی پیغمبر برگزیدہ) چونکہ طالب خدا عدم کیطرف پشت اور اسماء وصفات الٰہی کیطرف منہ کرکے تقرب الی اللہ چاہتا ہے، اسکو اصطلاح صوفیہ میں سیر الی اللہ کہتے ہیں، بموجب حدیث شریف کُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ اور اسی حدیث شریف کا ترجمہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش　　باز جوید روزگار وصل خویش

جو کوئی اپنی اصل وحقیقت سے دور رہا　　اکی نہ اک دن طالب وصل با اوخود ہتا رہا

اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے حُبُّ الْوَطَنِ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ (یعنی وطن کی محبت شعبہ ایمان سے ہے) وطن حقیقتاً ہر مومن کا حقیقت محمدیہ ہے جہاں روحوں کا قیام اور اسماء وصفات الٰہی کے انوار کا ظہور ہے۔ لہٰذا ہر ایمان دار اپنی حقیقت کی طرف رجوع کرتا ہے اور چونکہ حقیقت محمدیہ میں تمام مخلوق کی حقیقت اور نقشہ اجمالاً ہوتا ہے۔ کفر اور اسلام، مسجد اور مندر خوب اور زشت سب ایک جگہ نظر آتے ہیں، جیسے کہ تخم درخت میں سب درخت کی حقیقت جڑ شاخیں پتے پھول اور پھل اجمالاً اسمیں ہوتی ہے اور تفصیل اسکی بعد درخت کامل ہوجانے کی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح حقیقت محمدیہ میں اسماء وصفات کا انوار ہادی ومضل، رحمان، قہار، جبار، شافی وغیرہم اور عدم محض سب یکجا ہوتے ہیں۔ تو سالک اپنے علم کے مطابق ہمہ اوست انا الحق، سبحانی وما اعظم شانی وغیرہ الفاظ بحالت بیخودی کہہ اٹھتا ہے۔ چونکہ عدم کی طرف اسکی پشت ہوتی ہے اور انوار اسماء وصفات الٰہی کی طرف منہ ہوتا ہے۔ پس سامنے جو دیکھتا ہے کہتا ہے۔ مصرع

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید　　قلندر جو کچھ کہتا ہے دیکھا ہوا کہتا ہے

وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔ لیکن یہ حال ہمیشہ نہیں رہتا ہے، دریا کی سی موجیں آیا کرتی ہیں، جب اور جس وقت اصل سے وصل ہوتا ہے اپنے کو اور تمام جہان کو نیست و نابود پاکر وجود حقیقی کو اپنے علم میں جاکر ہمہ اوست وغیرہ کہہ بیٹھتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کے حالی کی توضیح حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت میں خوب فرمائی ہے جس سے ہر ذی علم خوب سمجھ جائیگا۔

با مریدان آن فقیر محتشم	بایزید آمد کہ یزدان نک منم
مریدوں کے پاس اس بزرگ درویش نے	(بایزید نے) آکر کہا کہ میں خدا ہوں
گفت مستانہ عیان آن ذوفنون	لا الٰہ الا انا فاعبدون
اس مست نے صاف یہ کہا کہ	میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے بس میری ہی پرستش کرو
چوں گذشت آں حال گفتندش صباح	تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح
جب یہ حال گذر گیا، تو انہوں نے صبح کہا گیا	کہ آپ نے ایسا کہا تھا، اور یہ درست نہیں ہے

تو حضرت بایزیدؒ نے جواب دیا،

حق منزہ از تن و من با تنم	چوں چنیں گویم بباید کشتنم
اللہ تعالیٰ جسم وغیرہ سے پاک ہے اور میں جسم رکھتا ہوں، جس وقت میں ایسا کہوں تو مجھے مار ڈالنا چاہیئے	

پھر جب حال طاری ہوا:

چوں ہمائے بیخودی پرواز کرد	آں سخن را بایزید آغاز کرد
جب بیخودی کا ہما اڑنے لگا!	تو پھر بایزیدؒ نے وہی کہنا شروع کیا
عقل را سیل تحیر در ربود	زاں قوی تر گفت کاول گفتہ بود
تحیر کا دریا عقل کو بہا کرلے گیا	اور پہلے سے بھی زیادہ زور کر کے وہی الفاظ ادا کئے

نیست اندر جبہ ام الا خدا   چند جوئی در زمین و در سماء

کہ میرے لباس میں خدا ہے   تم زمین و آسمان میں کب تک جستجو کرو گے

حضرت مولانا نے خود یہ فیصلہ فرما دیا ہے، جیسی کہ حالت ہوش میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

اے بروں از وہم و قال و قیل من   خاک بر فرق من و تمثیل من

اے خدا تیری ذات میرے قیاس و گفتگو سے باہر ہے   میرے اور میری تمثیلات پر خاک پڑے

پس اس حکایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ وقت غلبۂ محبت کہ جس کو حالت عشق کہتے ہیں عقل بجا نہیں رہتی اور دریا تحیر کا تمیز و عقل کو بہا لیجاتا ہے اور اس وقت یہ کہہ دینا کچھ بعید از عقل نہیں، کیونکہ جب مجنوں سے کوئی پوچھتا کہ تو کون ہے؟ تو مجنوں جواب میں کہتا اَنَا لَیْلٰی (یعنی میں لیلیٰ ہوں) تو جب بندہ کی محبت میں بندہ اپنے کو بھول گیا تو کوئی خدا کی محبت میں اپنے کو بھول جائے اور خدا کہنے لگے تو کیا تعجب کی بات ہے؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

از محبت خشتہا زریں شود   از محبت تلخہا شیریں شود

محبت سے مٹی کی اینٹ سونے کی اینٹ بن جاتی ہے (اور) محبت میں کڑوی چیز میٹھی ہو جاتی ہے

از محبت سرکہا مُل می شود!   از محبت خارہا گل می شود

محبت سے سرکہ شراب بنجاتا ہے (اسیطرح) محبت سے کانٹا پھول ہو جاتا ہے

از محبت نار نور می شود   از محبت دیو حور می شود

محبت سے آگ نور بن جاتی ہے (یونہی) محبت سے بدشکل (دیو) خوبصورت (حور) بنجاتا ہے

اور جب ہوش آتا ہے تو سالک اپنے کو اور تمام خلق کو موجود پاتا ہے، اور خالق و مخلوق میں تمیز کرتا ہے، یہ حالت دیر کی کسی کو لحظہ، کسی کو گھنٹہ، کسی کو دن، کسی کو برسوں رہتی ہے

اور اکثر حضرات متقدمین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس حال میں برسوں اور بعض عمر بھر رہے ہیں اور اس مقامِ خاص کے وہ ذاتِ مبارک مرکز ہوتے ہیں، اور انکی نگاہِ علم میں گویا غیریت اُٹھ گئی تھی، اور اسی مقام میں خرقِ عادات، کشف، کرامات کثرت سے ظاہر ہوتی ہیں، اسی مقام میں صاحب کشف کو اپنے سینہ میں تمام جہان کی حقیقت نظر آتی ہے، اسی واسطے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " اولیا بعد فنا و بقا ہر چہ می بینند در خود می بینند، و ہر چہ می شناسند در خودی شناسند وحیرتِ ایشاں در وجود ایشاں وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ط،
(ترجمہ: اور تمہارے نفس میں پس کیا تم نہیں دیکھتے؟) اور حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں،

انکہ حق است اقرب از حبل الورید | تو فگندی تیر فکرت را بعید
اللہ تعالیٰ تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے | تو تیر فکر کو دور پھینک رہا ہے

یہ کلام حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث قدسی سے تعلق رکھتا ہے جسکا ترجمہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

گفت پیغمبرؐ کہ حق فرمودہ است | من نگنجم در سرا بالا و پست
نبی اکرم علیہ افضل التحیۃ والسلام نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں نشیب و فراز میں نہیں سما سکتا ہوں ..

من نہ گنجم بر زمین و آسماں | من بگنجم در قلوبِ مومناں
اور نہ میں زمین و آسمان میں سما سکتا ہوں (بلکہ) میں سچے مومن کے دل میں سما تا ہوں

جب خدا کی سمائی قلب مومن میں ہو جائے تو تمام خلق کا قلب مومن میں نظر آنا کیا بعید ہے لیکن یہ تقرب بیچونیت کیساتھ ہے، نہ کسی احاطہ ظرفیت کیساتھ۔ جیسے سمائی آسمان کی آنکھ کی پتلی میں، نہ آسمان آنکھ میں گھس گیا نہ آنکھ آسمان میں، بلکہ یہی سمائی بالمحبت ہے، جیسے کہ دوسری حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے بی یسمع بی یبصر الی اخرہ اگر حقیقتا سماعت بصارت وغیرہ بشر کی

عین خدا کی ساعت بصارت ہو جاتی تو پھر اس کو فنا نہیں ہونا چاہیئے تھا، حالانکہ خود ذات ہی
دلی کی فانی ہو تو پھر بقاء صفات کہاں، وہ آیت قرآنی اور احادیث قدسی اس طرح پر ہیں کہ جسطرح
حدیث شریف میں ارشاد ہو یا علی لحمك لحمی ودمك دمی اے علی گوشت تھارا گوشت میرا ہے
اور خون تمھارا خون میرا ہے، اگر حدیث شریف کے معنی حقیقتاً مان لئے جاویں تو پھر بی بی فاطمہ رضی اللہ
عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح نہیں ہو سکتا تھا۔ ان آیات بنات اذا رمیت الخ و فی
انفسکم افلا تبصرون و احادیث بی یسمع الخ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی
قلب عبد مومن اور یا علی لحمك لحمی ودمك دمی سے مراد اظہار عنایت و کرم ہے
بمقابلہ اور مخلوق کے اور ساتھ ہی اسکے ظلی اور صفاتی طور پر تقرب بھی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے کو ہر الفاظ تعریفیہ سے بلند تر فرماتا ہے سبحانہ تعالیٰ عما یصفون
اور یہ بھی ارشاد فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار یعنی کسی کی نگاہ اس کا ادراک نہیں کر سکتی تو
پھر جسم خاکی اور فانی اس سے کیسے تقرب احاطہ جسمانی کے ساتھ کر سکتا ہے، بموجب ارشاد
وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں)
کی طرح ہر تقرب حق قابل ایمان و حالت علم منقول سے تعلق رکھتی ہے اور اسی طرح قرب حق
اور نزول تجلی ذات خانہ کعبہ سے بیچون و بیچگونیت کیساتھ تعلق رکھتی ہے، اور نہ کوئی خلق ذات
حق کو تو کجا اس کی ایک اسم و صفت کا احاطہ اور وصل نہیں کر سکتی، کیونکہ حق جل و علا اور اس
کی جملہ صفات قدیم ہیں اور جمیع حوادث سے منزہ اور مبرا ہے۔ اور جمیع مخلوقات حادث، پس
حادث اور قدیم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن نزول تجلی خانہ کعبہ میں اور نزول قلب انسان
میں فرق ہے، خانہ کعبہ پر تجلی کا نزول ہر وقت رہتا ہے اور اولیاء پر بوجہ غفلت یا معصیت
کبھی تجلی کا ظہور بند ہو جاتا ہے، اور کبھی زیادہ کم ہوتا رہتا ہے، اور اس حالت کو اصطلاح صوفیہ

میں قبض و بسط کہتے ہیں، ان حالات کا تعلق علم معقول اور علم معاش سے نہیں ہے بلکہ علم منقول اور عقل معاد سے ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں،

علم معقولات علم اشقیاء　　علم منقولات علم انبیاءؑ

علم معقول اشقیا کا علم ہے　　اور علم منقول انبیاء علیہم السلام کا ہے

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

استدلالیوں یعنی علم معقول سے دلیل لانیوالوں کی دلیل لکڑی کے مانند ہے اور لکڑی کے پاؤں ناپائدار ہوتے ہیں

گر باستدلال کار دیں بدے　　فخر رازیؒ پیشوائے دیں بدے

اگر استدلال پر ہی مذہب اسلام کا دارومدار ہوتا (تو) امام فخرالدین رازی جو کہ علم معقول کے امام ہیں مذہب کے

سالک کثرت محبت الٰہی میں اپنے کو اور تمام خلق کو بھول جاتا ہے اور غیریت اسکی نگاہ علم میں اٹھ کر صرف ایک ذات واجب الوجود کی باقی رہتی ہے اور وہ اپنے کو اور تمام مخلوق کو عین خدا سمجھتا ہے اور بیساختہ اُس کی زبان سے لفظ انانیت کے نکلتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بھی بموجب حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی۔ ایسے لوگوں سے ان کے خیال کے مطابق ویسا ہی پیش آتا ہے۔ اور جو کچھ وہ زبان سے کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ویسا ہی کردیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات متقدمینؒ سے خرق عادات کثرت سے ظہور میں آئی ہیں، اسی واسطے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

آں دعا شیخ کے چوں ہر دعاست　　فانی از تو گفتہ گفتہ خداست

بندہ خاص کی دعا عام آدمیوں کی دعا کیطرح نہیں ہے، وہ محبت خدا میں فانی ہوا ہے۔ لہٰذا اُس کا کہنا گویا خدا کا کہنا ہے

اولیا را ہست قدرت از الٰہ　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

اولیاء کو خدا نے ایسی قوت اور طاقت عطا فرمائی ہے　　کہ کمان سے نکلا ہوا تیر واپس لوٹا لیتے ہیں

اگر والبرص چہ باشد مردہ نیز زندہ گردد از فسونِ آں عزیز

مادر زاد اندھا اور کوڑھی تو کیا مردہ بھی ان کے دم کرنے سے زندہ ہوجاتا ہے

اسی مقام کو اصطلاح صوفیا میں مقام فنا و بقا کہتے ہیں، فنا اس حالت کو کہتے ہیں کہ جب سالک کی نگاہ سے غیریت اُٹھ کر سوائے ذات باری تعالیٰ کے کچھ باقی نہ رہے، اور بقا اس حال کو کہتے ہیں کہ اس حال فنا سے اُس کو افاقہ ہو اور خالق و مخلوق حادث و قدیم میں تمیز کرے، سالک کو پہلے فنائے فعلی پھر فنائے صفاتی، پھر فنائے ذاتی ہوتی ہے، یعنی اپنے افعال کو فعل خدا میں، اور پھر اپنی صفات کو صفات خدا میں اور پھر اپنی ذات کو ذات خدا میں فنا پاتا ہے اور یہ بات کثرت ذکر اور خاصان حق کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے اور بموجب حدیث شریف اللہ تعالیٰ ایسے بندہ خاص کے افعال کو اپنی طرف منسوب فرماتا ہے؛

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم ملخصا ومایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتیٰ اُحِبَّہٗ فاذا احببتہٗ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہٗ التی یمشی بھا وان سألنی لاعطینّہٗ ولان استعاذنی لاعیذنہ (ترجمہ: ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے ہمیشہ مجھ سے قرب ڈھونڈھتا ہے، یہانتک کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو میں اُس کی وہ سماعت بنجاتا ہوں جس سے کہ وہ سنتا ہے اور وہ بینائی بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ بنجاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے اور وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسکو دیتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسکو پناہ دیتا ہوں) اور اس حدیث شریف کی تصدیق اور تائید میں آیہ شریف

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ارشاد رب العباد ہے۔ اور دوسری جگہ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (بیشک اے نبی جو لوگ کہ تم سے بیعت کرتے ہیں یقیناً اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) اسی مطلب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

اللہ اللہ کن کہ اللہ می شوی — ایں سخن حق ست باللہ می شوی

اللہ اللہ کر، کہ تو اللہ ہو جائے گا! — یہ بات بالکل سچ ہے، قسم خدا کی تو ضرور ہو جائیگا

یہ حالت فنا و بقا دریا کی موجوں کی طرح سالک پر وارد ہوتی رہتی ہیں، چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام — ہمچو سبزہ بار بار روئیدہ ام

میں نے سات سو ستر قالب دیکھے ہیں — اور سبزہ کی طرح کئی بار اگا ہوں

حضرت ابومدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ اسی معنی میں فرماتے ہیں:

کشتگان خنجر تسلیم را! — ہر زماں از غیب جانے دیگر است

خنجر تسلیم سے مرے ہوئے لوگوں کیلئے — ہر زمانہ میں غیب سے دوسری جان عطا ہوتی ہے

اور اسی مفہوم میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کس بمیرد ایک بار — بیچارہ جامی بارہا

ہر شخص ایک مرتبہ مرتا ہے۔ (لیکن) جامی کئی کئی بار

اور اسی مقصد میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"بعضے از دولتمنداں از ہر بار گفتن آں فنائے خاص در خودی فہمند و در ہر نفس چندیں بار می میرند"

شعر: بعض بندگان خاص ذکر الٰہی کرنے سے اپنے میں ایک فنائے خاص سمجھتے ہیں اور ہر سانس میں کئی بار مرتے ہیں

دمے صد بار دریادِ تو میرم	بایں بے طاقتی نام تو گیرم
ایکدم میں تیری یاد میں سو مرتبہ مرتا ہوں	اور باوجود اس بے طاقتی کے میں تیرا ذکر کرتا ہوں

یہ فنا بحکم مُوتُوا قَبْلَ اَنْتَ مُوتُوا (اپنے مرنے سے پہلے مرجاؤ) سالک پر گزرتی ہے، اور یہ حالت طاری ہوتی ہے بموجب جملۂ اولیٰ اس حدیث شریف کے ان تعبد اللّٰہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك (ترجمہ: یہ کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسکو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو تحقیق وہ (خدا) تجکو دیکھ رہا ہے (یعنی خدا کی عبادت ایسی کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے) پس جس وقت آئینۂ دل پر شعاعیں انوار اسمار وصفات الٰہی کی پڑتی ہیں، جیسے کہ آئینہ میں شعاعیں آفتاب کی پڑتی ہیں تو جسطرح شعشان نور آفتاب میں آدمی کو اپنا وجود اور وجود آئینہ دونوں نظر نہیں آتے، اسی طرح شعشان انوار اسمار وصفات الٰہی میں اپنا وجود اور وجود خلق سالک کو نظر نہیں آتا، یا جیسے چراغ کی روشنی دھوپ میں نظر نہیں آتی حالانکہ روشنی موجود ہوتی ہے، یا جیسے صفراوی بخار والے کو میٹھا بھی کڑوا معلوم ہوتا ہے حالانکہ مٹھائی میں کڑواس نہیں ہے، یا جیسے دریا کی ریت میں ذرات چمکتے ہیں، چمک خوب دکھتی ہے، مگر چمک میں وجود ذرہ نہیں دکھتا یا جیسے کسی کو مرض پیلیا ہوجاتا ہے تو اس مریض کو تمام جہان پیلا ہی پیلا نظر آتا ہے، حالانکہ جہان پیلا نہیں ہے، یا جیسے کسی کو ضعف زیادہ ہوجاتا ہے تو وقت کھڑے ہونے کے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہوجاتا ہے، حالانکہ جہان روشن ہے، یہ اس کی آنکھوں اور ضعف اور علم کا قصور ہے۔ اسی طرح بیماری محبت الٰہی میں سالک مجبور و معذور ہے کہ اس کی نگاہ علم و محبت میں تمام جہان میں سوائے خدا کے کچھ نظر نہیں آتا اور اسی مقام میں سالک پر ذوق و شوق گریہ و زاری آہ و نعرہ بیہوشی و مدہوشی اور اسی مقام میں درد محبت ہوتا ہے کہ جس درد کی آرزو حضرت فریدالدین عطار کرتے ہیں۔

کفر کافر را و دیں دیندار را ‏ ‏ ‏ ذرۂ دردِ دلِ عطار را

کفر کافر کیلئے اور دین دیندار کے لئے ‏ ‏ ‏ لیکن مجکو دردِ دل کی انتہائی آرزو ہے

یہ فنا و بقا جسمانی فنا و بقا نہیں ہے بلکہ سالک کے لطائف اور علم کی فنا و بقا ہے، اور تمثیل اس فنا و بقا کی اچھی طرح یوں سمجھ میں آجائے گی کہ کسی مقام پر دس دس یا پانچ پانچ گز کے فاصلے سے یکے بعد دیگرے شب کو چراغ رکھ دیے جائیں، اور چراغِ اوّل کو پس پشت لیکر آدمی کھڑا ہو جائے تو اس کا سایہ اس کے سامنے دکھائی دے گا اور جب اس چراغ اوّل کے پاس سے دوسرے چراغ کی طرف جوں جوں بڑھے گا، اُسی قدر سایہ اُس کا سامنے والا کم ہوتا جائے گا، حتیٰ کہ چراغ دوم کے قریب پہنچنے پر سامنے کا سایہ بالکل کالعدم ہو جائے گا۔ اور دوسرے سامنے کے چراغ کی روشنی کے سبب سے اس کا سایہ پس پشت آجائیگا۔ اسی طرح جب چراغ دوم سے آگے بڑھ کر چراغ سوم کی طرف چلیگا تو پھر اُس کا سایہ فوراً اُس کے سامنے آجائیگا، علیٰ ہذا القیاس ہر چراغ کے قرب اور بُعد میں اُس کے سایہ کو فنا اور بقا ہوتی رہے گی، حالانکہ اُس کے سایہ کو حقیقتاً فنا نہیں ہے۔ بلکہ نورِ چراغ کی قوت نے اُس کے علم میں اُس کے سایہ کو ایسا معدوم کر دیا ہے کہ اُس کو نظر نہیں آتا، اگر سامنے کا چراغ قریب کا گل کر دیا جائے کہ جس کی روشنی نے اس کے سایہ کو پیچھے کر دیا ہے تو پچھلے چراغ کی روشنی اس کے سایہ کو فوراً اُس کے سامنے قائم کر دے گی۔ اسی طرح ہر مقام انوار صفاتِ الٰہی میں جب سالک ترقی کرتا ہے تو اس کو اسی طرح تمام جہان کی فنا و بقا دکھتی ہے حقیقتاً اُس کی اور تمام جہان کی فنا و بقا نہیں ہوتی، سالک کا ہر مقام میں وجود موجود رہتا ہے۔ لیکن اُس کے علم میں نظر نہیں آتا، چنانچہ حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں:

چوں زبانہ شمع پیشِ آفتاب ‏ ‏ ‏ نیست باشد ہست باشد در حساب

اگرچہ چراغ کی لَو آفتاب کے سامنے معدوم ہوجاتی ہے، حالاں کہ وہ حقیقۃً موجود ہوتی ہے،

ہست باشد ذاتِ اُو تا تو اگر   بر نہی پنبہ بسوزد اں شرر

وہ تو موجود ہوتی ہے، چنانچہ اگر تم اسکی لَو پر روئی رکھو، تو وہ جل جائے گی۔

نیست باشد روشنی ندہد ترا   کردہ باشد آفتاب اُو را فنا

وہ چراغ معدوم معلوم ہوتا ہے اور روشنی بھی نہیں دے پاتی لیکن یہ سب کچھ آفتاب کیوجہ سے کہ اس نے چراغ کو ماند کر دیا ہے

اسی واسطے حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم   جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

بشریت کی سیاہی دونوں جہاں میں   ہرگز جدا نہیں ہوسکتی آگے خدا جانے

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر   نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

تو نہیں دیکھتا کہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیغمبر   بشر سے خدا نہ بن سکے تو اے طالب تو کیسے ابن سکتا ہے

غیر مذاہب کا ان بزرگوں کے الفاظ سے استنباطِ مسلہ تناسخ و آواگون کرنا بالکل غلط اور اس

کج فہمی ہے، یہ مقام نہایت عشق کا شدید ہوتا ہے اور بلا عشق شدید کے نفس ملعون کی سرکوبی اور خباثت

نفس اور کبر و عجب و ریا و حقد و حسد سے دل پاک نہیں ہوتا۔ اور اتباعِ سنتِ نبویؐ اور تحصیل ارشاد

الَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِص (آگاہ ہوجاو کہ اللہ کے لئے خالص دین ہے) نہیں ہوتی۔

ہر کرا جامہ ز عشقش چاک شد   اُو ز حرص و نقص کلی پاک شد

جس کسی کا خدا کے عشق سے کپڑا پھٹا کہ ہوا   وہ حرص اور نقص وغیرہ سے حقیقتاً پاک ہوا

اور بلا عبور کئے ہوئے اس مقامِ فنا و لقا کے جناب باری کی درگاہ میں گذر نہیں ہوتا، چنانچہ مولانا

رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہیچ کس را تا نہ گردد اُو فنا   نیست رہ در بارگاہ کبریا

جبتک کسی کو یہ فنا حاصل نہ ہو (اسوقت تک) اسکو معرفتِ الٰہی کا راستہ نہیں مل سکتا

اور حسین منصور فرماتے ہیں:

کفرت بدین اللہ والکفر واجبٌ ‏‏‏ لدیّ وعند المسلمین قبیحُ

میں نے اللہ کے دین میں کفر کیا اور میرے نزدیک کفر ‏‏‏ واجب ہے اور عام مسلمانوں کے نزدیک ناپسندیدہ

اس حال ہمہ اوست کو اصطلاح صوفیہ میں کفر طریقت بھی کہتے ہیں، اور کفر طریقت یہ ہے کہ امتیاز اُٹھ جائے اور بجز ذاتِ حق کوئی نظر میں نہ رہے، اور جبتک یہ حال طالب پر طاری نہ ہوگا فیضانِ الٰہی اخذ کرنے کے لائق بھی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ دوسروں کو اپنی ہمت باطن سے فیض پہنچا سکتا ہے، لہٰذا یہی عشق شدید عالم غیب سے فیض لینے اور خلق میں فیض پہنچانے کا ذریعہ ہے، اور اسی حال کے گذرجانے کے بعد تمام سلاسل صوفیہ میں وہ شخص اولیاء میں شمار کیا جاتا ہے، اور اسی حال کے گذر جانے کے بعد قطب ابدال، اوتاد، نقیب، نجیب، قطب مدار، قطب ارشاد اور اجازت سلسلۂ بیعت کے لائق ہوتا ہے، اور اسی فنا کے بعد قبور اولیاء سے فیض اخذ کرنے کے لائق ہوتا ہے اور اسی فنا کے بعد الحبُّ للہِ والبغض لِلّٰہِ پر عمل کرنے کے لائق ہوتا ہے، اور اسی مقام میں کشف اور خرق عادات کثرت سے ظاہر ہوتی ہیں، اسی مقام میں تمام جہان کا نقشہ سینہ میں نظر آتا ہے، اسی مقام میں بوقت غلبۂ حال اگر مردہ سے وہ کہے کہ زندہ شو تو وہ زندہ ہو جائے، اگر زندہ سے کہے کہ مردہ شو، تو وہ مرجائے، اسی مقام میں فی انفسکم افلا تبصرون معلوم ہوتی ہے، اسی مقام میں تمام زمین و آسمان کی حقیقت وسعتِ قلب کے مقابلہ میں نقطہ کے مانند معلوم ہوتی ہے۔ کثرت حال میں یہ بندۂ خاص اپنے کو بندہ نہیں جانتا، بلکہ اپنے علم میں دوئی اُٹھ کر ایک ہی جانتا ہے، تو خداوند تعالیٰ بھی اُس کے گمان کے موافق اس سے پیش آتا ہے، اور اس بندۂ خاص کے دعا کو رد نہیں کرتا، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔ کہ بعض میرے اُمتی پریشان حال اور غریب

ہونگے، اور لوگوں میں ان کی وقعت نہ ہوگی، مگر خدا کے نزدیک وہ مرتبہ والے ہوں گے اور وہ جو قسم کھا بیٹھیں گے خدا ویسا ہی کرے گا۔ اور دوسری حدیث شریف انا عند ظن عبدی بی یعنی جو بندہ مجھ سے جیسا گمان رکھیگا میں اس کے گمان کے موافق اُس سے پیش آؤں گا، اور پیش آتا ہوں۔

اطلاع: بعض اولیاء اللہ اکمل اپنے بعض طلبہ کو بطور طفرہ کے مقام ہمہ اوست کو درمیان میں چھوڑ کر ولایت کبریٰ میں لیجاتے ہیں (طفرہ کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ درمیانی مقام کو چھوڑ کر اوپر کو کود کر چلے جانا) جیسے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نانبائی کو مقام ہمہ اوست کو چھوڑ کر ایک توجہ میں مقامات عالیہ میں کھینچ لے گئے، حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید بھی اپنے بعض طلبہ کو اسی طرح لے گئے ہیں اور اولیائے اکمل بھی،

اطلاع: بعض اولیاء اس راہ سلسلۂ طریقت سے علاوہ صرف اتباع سنت اور کثرت عبادت اور خلوص اور مجاہدہ سے بھی خدا تک پہنچے ہیں، اور بعض پیدائشی ولی ہوئے ہیں، ان کو اجتبائے صرف میں حصہ دیا جاتا ہے، بلا تعلیم، بلا علم، بلا صحبت خود بخود ان کی روح میں کشش ربانی ہوتی ہے اور وہ خدا تک پہنچتے ہیں اور اکثر وہ مجذوب ہو ستے ہیں، لیکن دونوں قسم کے اولیاء شاذ و نادر ہوتے ہیں، ولایت کا راستہ شاہراہِ عام میں سلسلۂ طریقت صوفیہ ہے۔

جب سالک اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا ہے کہ جس کی تشریح پہلے آچکی تو اس سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں، اور جب سالک کو اپنی اصل سے وصل ہوتا ہے تو اس حالت میں بحالت بیخودی اور شدت عشق سے اور بوجہ امتیاز اُٹھ جانے اور بجز ذات حق اسکی نظر میں باقی نہ رہنے کے ہمہ اوست۔ "انا الحق" "سبحانی ما اعظم شانی" وغیرہ کہہ اُٹھتا ہے۔ اس سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور جب اس حال سے سالک کو حالت ہوش میں اس جہان کے ناقصوں کی تربیت کیلئے شیخ کامل واپس لاتے ہیں، تو اس سیر کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں، حضرت مولانا بحالت عشق کی یہ فرماتے ہیں،

عشق آں شعلہ است کہ چوں بر فروخت　　　ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق ایسا شعلہ ہے کہ جب بھڑک اٹھتا ہے تو معشوق (حقیقی) کے سوا تمام چیزوں کو جلا دیتا ہے (اور پھر)

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت　　　شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

خدا ہی خدا باقی رہ جاتا ہے، اور تمام ماسوی اللہ اشیا جل جاتی ہیں، اے شرک کے جلا دینے والے عشق، تو ہمیشہ آباد رہے،

آگاہی: فنا کی تین قسمیں ہیں، فنائے اول، فنائے ثانی۔ فنا، الفنا۔ فنائے اول کا سالک حالتِ خواب اور حالتِ مراقبہ میں اپنے کو مردہ اور تمام جہان کو نیست و نابود پاتا ہے اس فنا کو عود کا خوف ہے، اور یہ فنا ضعیف ہے، فنائے ثانی کا سالک جاگتے میں بچشم ظاہر اپنے کو اور تمام جہان کو معدوم اور صرف ایک ذات واجب الوجود کو موجود پاتا ہے، اس فنا کو عود کا خوف نہیں ہے، اور فنا الفنا اُسکو کہتے ہیں کہ سالک کو شعورِ فنا بھی باقی نہ رہے، فنا ثانی اگرچہ بہتر فنا ہے اور اس کو عود نہیں ہے، مگر جو توحید کبرائے دین و علمائے سابقین و عرفائے محققین کے نزدیک معتبر اور اصلی ہے، وہ یہ ہے کہ ظہورِ توحید بلا قید جسم کے ہو، بموجب ارشاد واللّٰہ من ورائھم محیط اور فنائے ثانی کا سالک اپنے وجود کو اور ہر شے کے وجود کو کثرت محبت میں فنا جانتا ہے، اس میں انانیت باقی ہے اسی واسطے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "انا گفتن آسان ست و انا زائل کردن مشکل است" اور یہی فنا الفنا ہے اور یہی فنا حدیث اَن تعبد اللہ کانک تراہ الخ سے مناسبت رکھتی ہے اور یہی فنا شریعت سے چسپاں اور طریقت سے وابستہ ہے، اور یہ توحید صوری جسمانی صورت توحید ہی اور توحید باجسم واللّٰہ من ورائھم محیط اصلی اور حقیقی توحید ہے، اولیائے فنائے ثانی اور

فناء الفنا کا وجود خلق کے واسطے رحمتِ حق اور ذات اسکی کبریتِ احمر ہے اگرچہ تینوں قسم کی فناء والی جماعت اولیاء میں داخل ہیں، لیکن مرتبہ میں اور فیض میں اور قربِ خدا اور اثرِ صحبت میں ان کے بہت بڑا فرق ہے، مولانا فرماتے ہیں:

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک ــــ نقشہا بینی برون از آب و خاک

جب دل کا آئینہ پاک صاف ہو جائے تو تجھے وہ چیزیں نظر آئیں گی، جو ادیات سے بالاتر ہیں

سوال: یہ مقام اور حالات "ہمہ اوست" وغیرہ صحابہ کبارؓ سے ثابت نہیں اور عقائداً وہ اولیاء سے افضل ہیں،

جواب: صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس مقام پست کے حاصل کرنیکی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ اُن کو ایک ہی توجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تقرب حاصل ہوتا تھا کہ اگر ولی لاکھ برس کی عمر پاکر ریاضت شدیدہ کھینچے تو بھی صحابہ کبارؓ کے قربِ حق اور صفائی باطن اور قوتِ ایمان اور مرتبۂ عالیہ کو نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ جب ولی کی صحبت ایک ساعت کی دوسروں کے صدہا سال کی طاعت و عبادات بے ریا سے بہتر ہے، تو پھر سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صحبت یافتہ کے قرب کا کیا پتہ اور کیا کہنا، جن کے آدھ سیر جَو جو اُنھوں نے خدا کی راہ میں خرچ کئے، ہر ولی ہر اُمتی کے پہاڑ اُحد کے برابر سونا چاندی راہِ خدا میں خرچ کرنے سے بہتر ہیں، صرف اسی حدیث سے صحابہؓ کے خلوص اور مرتبہ کا پتہ چلتا ہے، اگر اس مقام "ہمہ اوست" کو مقام انتہائے قرب اور عالی مان لیا جائے تو علاوہ ولایتِ صحابہؓ کے انبیاءؑ کے مرتبہ کی بھی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ جو مقرب زیادہ ہوگا اسی کا مرتبہ بھی زیادہ ہوگا اگر کشف و کلام اولیاء صحیح اور معتبر مان لیا جائے تو کشف و کلام انبیاء اور احکام وحی الٰہی غیر صحیح ماننا پڑیگا، اور اگر وہ صحیح ہیں تو کشفِ اولیاء ماننے کے قابل نہیں ہوسکتا، اور احکام وحی وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ جو سبحان ذاتِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے کلام سے یعنی حدیث سے بھی افضل و اعلیٰ اور قابل عمل ہیں تو پھر کلام اولیاء خلاف

کلام خدا و خلاف کلام مصطفٰے کیسے درست ہوسکتا ہے، کہ جو شرعاً اور طریقتاً اور عقائداً اور عقلاً بالکل بعید ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کا مشرب یہ ہے کہ خدا قدیم ہے اور مخلوق حادث اور خالق الگ اور مخلوق الگ خالق ہے مخلوق کا، اور قدیم سے حادث کا کوئی حلول و اتحاد نہیں ہوسکتا

چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں،

چوں قدیم آمد حدث گردد عبث	پس کجا داند قدیمی را حدث
جب قدیم آیا، تو حادث معدوم ہوا	پس ایسی صورت میں حادث قدیم کو کب پاسکتا ہے

اور کفر کو برا اور اسکے شانے میں کوشاں رہے، اور اسلام کو اچھا اور اس کے بڑھانے میں ساعی رہے پس اولیاء کے حالات سُکر اور صحابہؓ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات میں فرق بیّن اور حالِ ضدین ہے۔ اب فیصلہ صرف اس بات کا ہے کہ آیا انبیاء پر اولیاء کی اتباع ہر امر میں واجب ہے۔ یا اولیاء پر انبیاء علیہم السلام کی۔ پس یہ بات کسی مسلمان (ادنیٰ ہو یا اعلیٰ عالم ہو یا جاہل) پر مخفی نہیں ہے کہ اتباع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اولیاء اور ہر مخلوق پر فرض ہے۔ ثبوت میں اس کے نص قطعی مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (یعنی اے مومنو! جو میرا رسول تمہارے پاس لائے اسکو لیلو اور جس بات سے منع کرے اُس سے باز رہو) اور وجہ اسکی یہ ہے کہ رسول صلعم کے فعل اور ارشاد میں کوئی لغزش اور خرابی نہیں ہوتی، اور اولیاء اللہ کو جو کشف اور الہام ہوتا ہے اُسکے سمجھنے میں غلطی اور سہو اور دھوکہ شیطان کا ممکن ہے (یہ مسئلہ مسلمہ تمام علمائے طریقت اور علمائے شریعت ہے) پس جس قول و فعل کی صحت میں تامل ہو اُس کو مان لینا اور جو قول و فعل انبیاء علیہم السلام کا ہر خرابی سے مبرّیٰ ہو اسکو نہ ماننا صریح اور فاش غلطی ہے، اور نعوذ باللہ اگر سب شے کو عین خدا سمجھ لیا جائے تو پھر کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اور یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ اور لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ اور وَاللّٰہُ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ

وغیرہ آیات مبارکہ کا مضمون کیسے درست ہو سکتا ہے۔ یہ درست جب ہی ہو سکتا ہے کہ خالق الگ اور مخلوق الگ، نافرمان الگ اور فرمانبردار الگ، جہنمی الگ اور جنتی الگ ہوں، اور کلام حق حق ہے، اور ہر تحقیق اس کے خلاف غلط۔ جب یہ بات سب جانتے ہیں کہ کسی اولیاء سے حالت سکر میں بھی کھانا، سونا وغیرہ صفات انسانی دور نہیں ہوئی، تو پھر صفات (بشری) کو دور کر کے خدا کیسے بن سکتے ہیں، جب دنیا میں آنکھ ذات واجب الوجود کے دیکھنے سے مجبور ہے، تو تو بندۂ خاکی خدا میں مل جانے یا خدا بن جانے پر کیسے قادر ہو سکتا ہے، جب بندہ کو روح اور پھول کی خوشبو اور آنکھ کی روشنی اور ہوا اور آواز اور درد اور دوا کے اثر شفا و نقصان ہی نہیں دکھتے تو ان کے خالق کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟ اور پھر دیکھنا تو کجا خود خدا میں ملجانا یا خدا ہو جانا کیونکر اور کیسے ہو سکتا ہے، اگر کسی نے کہا ہے تو بحالت سکر کہا ہے اور کلام اہل سکر قابل ماننے کے نہیں ہوتا، اسی واسطے امام الطریقہ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر کہ دیدہ شد وشنیدہ شد ودانستہ شد آں ہمہ غیر است" اور ارشاد فرماتے ہیں:

کس را نہ بد نزد تو نشانے ... اینست نشان بے نشانے

کسی کو تیرا نشان نہیں دیکھتے ... یہی ہے بے نشانی کی علامت

اور ارشاد فرماتے ہیں:

برتر از علم ست و بیروں از عیاں ... ذاتش اندر ہستی خود بے نشاں

وہ علم سے بالا اور خیال سے باہر ہے ... اسکی ذات اسکی ہستی میں بے نشان ہے

زو نشاں جز بے نشانی کس نیافت ... چارۂ جز جاں فشانی کس نیافت

اس کا سوائے بے نشانی کے کسی نے نشان نہ پایا اور سوائے جان فشانی اور حیرانی کے کوئی چارہ دکھا

گر عیاں جوئی نہاں آنگہ بود ... ور نہاں جوئی عیاں آنگہ بود

جب تو اس کو ظاہر تلاش کرے تو وہ پوشیدہ ہوگا، اور اگر پوشیدہ تلاش کرے تو اسوقت ظاہر ہو جائیگا

در ہم جوئی چو بیچون ست اُو — آں زماں از ہر دو بیروں ست اُو

اور اگر ساتھ ساتھ تو اسکو تلاش کرے تو وہ بیچوں اور بے مثال ہو، اسوقت وہ دونوں حالتوں (عیاں و نہاں) سے باہر ہوگا

صد ہزاراں طور از جاں برتر است — ہر چہ خواہم گفت از آں برتر است

لاکھوں طریقے وہ جان سے بالاتر ہے — اور جو کچھ میں کہونگا وہ اس سے کہیں زیادہ برتر و بالا ہے

عجز از اں ہمراہ شد با معرفت — کو نہ در شرح آید و نہ در صفت

معرفت کیساتھ اس سے عاجزی ملی ہوئی ہے، کہ جو نہ بیان کیجا سکتی ہے اور نہ اسکی تعریف کیجا سکتی ہے

حضرت خواجہ باقی باللہ کو اس درجہ اس مقام فنا و بقا میں ترقی نصیب ہوئی کہ بجائے نام محمد عبد الباقی کے باقی باللہ مشہور خلائق ہیں، مگر بعد میں جب ترقی ہوئی تو فرمایا کہ توحید کوچہ تنگ است شاہراہ دیگر است یعنی مقام وحدۃ الوجود تنگ راستہ ہے، بڑا راستہ شاہراہ یعنی راستہ فرمودہ انبیاء علیہم السلام اور ہے، اسی طرح شروع حال میں اولیاء متقدمین سے بعض بعض نے توحید وجودی کے الفاظ بحالت سکر فرمائے ہیں، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس مقام سے ترقی نصیب فرمائی ہے، چنانچہ حضرت فرید الدین عطارؒ کے کلام سے بحالتِ سکر اشعار توحید وجودی وغیرہ کا اظہار ہوا ہے، لیکن آخر میں یہ فرمایا:

نمی بینی کہ شاہِ چوں پیمبر — نیافت او نقد کل تو رنج کم بر

کیا تو نہیں دیکھتا کہ نبی کریم صلعم جیسے سردار انبیاء بشریت سے پاک ہو کر خدا نہ بن سکے تو تو کیوں خواہ مخواہ کوشش کرتا ہے

اور فرماتے ہیں:-

بے گناہ نگذشت بر ما ساعتے — با حضور دل نہ کردم طاعتے

میری ایک گھڑی بھی ایسی نہیں گزری جبمیں مجھ سے گناہ سرزد نہوا ہو اور آجتک مجھ سے کوئی عبادت خلوص قلب کیساتھ ہوئی

اطلاع: یہ حضرت فرید الدین عطار حضرت مولانا رومیؒ سے پیشتر ہوئے ہیں۔ انکی تعریف میں حضرت مولانا نے فرمایا ہے کہ انھوں نے سات بازار عشق کے طے کئے ہیں اور میں ایک ہی بازار میں ہوں، اور حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اے بروں از وہم و قال و قیل من ۔۔۔ خاک بر فرق من و تمثیل من

اے وہ ذات کہ جو وہم و چون و چرا سے باہر ہے۔ میرے سر اور میری مثال پر خاک پڑے

قرب بیچون ست عقلت را بہ تو ۔۔۔ آں تعلق ہست بیچوں اے عمو

عقل کے ذریعے ہی تجھ کو قرب حاصل ہے، اور وہ تعلق اور قرب بھی بیچونیت کے ساتھ ہے

اتصالے بے تکیف بے قیاس ۔۔۔ ہست رب الناس را با جان ناس

جو اتصال کہ پروردگار کا انسان کیساتھ ہے، وہ نہ قیاس میں آسکتا ہے نہ عقل میں،

زانکہ فصل و وصل نبود در رواں ۔۔۔ غیر فصل و وصل نندیشد گماں

چونکہ اسکا قرب فصل و وصل سے بالاتر ہے اسلئے انسان گمان و خیال ابھی تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ صرف فصل و وصل کی حد تک رہتا ہے

مر صفاتش را چناں داں اے پسر ۔۔۔ کز وے اندر نایدم جز اثر! -

اسکی تعریف بس اسقدر سمجھ لو کہ انسان کے وہم و خیال میں سوائے اثر کے اور کچھ نہیں آسکتا'

ظاہر ست آثار و نور و رحمتش ۔۔۔ لیک کے داند جز او ماہیتش

اسکی رحمت کے انوار و آثار ظاہر ہیں، لیکن ان کی حقیقت سوائے اس کے کون جان سکتا ہے

ہیچ ماہیات اوصاف و کمال ۔۔۔ کس نداند جز بہ آثار و مثال

اس کے وصف و کمال کی حقیقت کو سوائے اثر اور مثال کے کوئی نہیں جان سکتا'

صد ہزاران وصف گر گوئی و بیش ۔۔۔ جملہ وصف اوست اذیں جملہ بیش

چاہے کوئی لاکھ اس کی تعریف کرے، لیکن وہ ان تمام اوصاف اور تعریفوں سے بالاتر ہے

واں کہ بر مدحے نبود حق رود | بر صور اشخاص عاریت بود

جو تعریف کسی کی کی جائے وہ حقیقتاً اس کی نہیں بلکہ اللہ ہی کی تعریف ہے

چوں نہایت نیست اورا لاجرم | لاف کم باید زدن بربند دم

چونکہ اس کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ اس لیے خاموشی بہتر ہے

ہرچہ اندیشی پذیرائے فناست | واں کہ در اندیشہ ناید آں خداست

تم جو کچھ خیال کرتے ہو وہ سب فانی ہے۔ اور خدا وہ ہے جو خیال و گمان سے بالاتر ہے

آں مگو چوں در اشارت نایدت | دم مزن چوں در عبارت نایدت

جو تیرے اشارہ و کنایہ اور عبارت سے بالاتر ہے۔ اس کے متعلق خاموش رہ

نے اشارت می پذیرد نہ عیاں | نہ کسے زد علم دارد نہ نشاں

نہ وہ قابلِ اشارہ ہے، نہ ظاہر ہے، اور نہ کسی کو اس کا علم اور پتہ ہے

ہر کسے نوعِ دگر در معرفت | می کند موصوف غیبے راصفت

ہر شخص نئی نئی طرح اپنی حیثیت کے موافق اس کی تعریف کرتا ہے

فلسفی از نوعِ دیگر کردہ شرح | واں دگر مرگفت اورا کردہ جرح

فلسفی کسی اور طرح اس کی تعریف بیان کرتا ہے (لیکن) کوئی دوسرا اس فلسفی کی تردید پر آمادہ ہے

واں دگر بر ہر دو طعنہ می زند | واں دگر از زرق جانے می کند

ایک تیسرا شخص ان دونوں پر اعتراض کرتا ہے، چوتھا اس کے بھی خلاف دلائل تیار کرتا ہے

ہاں وہاں گر حمد گوئی و سپاس | ہمچو نافرجام آں چوپاں شناس

اگر کوئی خدا کی حمد اور اس کا شکر ادا کرنا چاہے تو وہ اس (موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے) چرواہے کی تعریف جیسی ہوگی

حمد تو نسبت بہ تو گر بہتر است | لیک آں نسبت بحق ہم ابتر است

تمھاری تعریف خواہ تمھارے نزدیک بہتر ہو(لیکن) خدا کی شان کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی

جب موسیٰ علیہ السّلام نبی اولوالعزم ایک پر تو صفات سے بیہوش ہو کر گر پڑے ۔ اور

لَن تَرَانِی کا آواز سنا ، تو ولی بیچارہ خاک پائے انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اس جہان میں خدا کو

کیسے دیکھ سکتا ہے ؟ جناب حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسّلام شب معراج میں عرش معلّٰی

پر تشریف لیگئے ، اور خدائے پاک کو اپنی چشم مبارک ظاہر سے دیکھا اور قریب ہونے میں قاب

قوسین او ادنیٰ کا مرتبہ پایا اور اچھی طرح دیکھنے میں مَازَاغَ البَصَرُ وَمَا طَغیٰ کا خلعت جناب

باری سے عطا ہوا ، فَاَوحیٰ اِلیٰ عَبدِہٖ مَا اَوحیٰ کے رموز تاج خاص سے خدا نے مشرف

فرمایا ، یہ مراتب ، یہ قرب ، یہ رفعت ، یہ عزت ، یہ خلعت کسی کو مخلوق میں سے نہ ملی مگر ایسے

قرب کے وقت خاص میں بھی جناب باری کے سامنے یہی عرض کیا اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ

اِلَّا اللّٰہُ وَاَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہٗ وَرَسُولُہٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود سوائے

خدا کے نہیں ہے ، اور یہ شہادت بھی دیتا ہوں کہ محمد اللہ تعالیٰ کے بندہ اور اُس کے پیغمبر ہیں) اور

ایسے وقت خاص میں کہ مخلوق الٰہی میں سے کسی کو یہ مرتبہ نصیب ہوا ، اپنے کو اور اُمت گنہگار

اور صالحین کو ، اور خدائے عزوجل کو ، الگ الگ جانتے رہے ، اور فرق فرماتے رہے کہ جس

جگہ ولی کی روح بھی نہیں پہنچ سکتی ، بعض مقام قرب و تجلیات میں روح کا گذر بھی نہیں ہے

اگر جائے تو جل جائے مگر سیر فطری روح کو ہوتی ہے وہ بھی بوسیلہ اور تبعیت روح اقدس

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے جس کا حال آئندہ دوائر میں آئے گا ، اور مسئلہ ضمنیت

صغریٰ و ضمنیت کبریٰ سے حال روشن ہوگا ، جسکی تشریح یہ ہے کہ خاص خاص قرب میں تجلیات

الٰہی کی روح برداشت نہیں کر سکتی ، تو اکمل اولیائے متقدمین کی روح کم درجہ کے اولیاء کی

روح کو اپنی روح کے احاطہ میں لیکر سیر کراتے ہیں اس کو ضمنیت صغریٰ کہتے ہیں اور بعض اعلیٰ مقامات

قرب میں اکمل اولیار کی روح کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے احاطہ روح انور میں لیکر سیر کراتے ہیں' اسکو صنفیت کبریٰ کہتے ہیں۔ تو ولی بیچارہ کو نہ وہ مقام نصیب' نہ وہ قرب حاصل تو پھر ان کا "انا الحق" کہنا خلاف احکام قرآنی' وخلاف حدیث نبوی' و خلاف ارشاد صحابہ کب درست ہو سکتا ہے۔ اگر ہو سکتا ہے تو اتنا کہ اثنائے سکر اور غلبہ محبت خدا میں بحالت مدہوشی یا بیہوشی ایسا فرمایا۔ لیکن یہ اُن کا بحالت بیخبری کہنا ان کے واسطے نور ہے اور اوروں کیواسطے ہلاک کہنا نار ہے' اور وجہ اسکی یہ ہے کہ خاصان خدا کعبہ مقصود کے اندر اپنے کو پاتے ہیں' اور دریائے معرفت میں غرق ہوتے ہیں' اسلئے وہ بمقابلہ اوروں کے مستثنیٰ ہیں' جیسے کہ حاجی وقت داخلی بیت اللہ سمت کعبہ کے احکام سے مستثنیٰ ہیں' پھر ان کی نقل غیر کو کیونکر درست ہو سکتی ہے' چنانچہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:-

در درون کعبہ رسم قبلہ نیست — چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست

کعبہ کے اندر قبلہ کی کوئی خاص سمت نہیں ہے — جس طرح غوطہ خور کو جاڑے کی ضرورت نہیں ہے

خون شہیداں را از آب اولیٰ تر است — زیں گناہ از صد ثواب اولیٰ تر است

شہیدوں کا خون پانی سے زیادہ پاک ہے — اور اسیوجہ سے یہ گناہ ہزاروں نیکیوں سے افضل ہے

بس ان بندگان خاص اہل حال کیواسطے اتنا کہنا کافی ہے السکاریٰ معذورون (سکر والے معذور ہیں) ان کا حال ان کے لیے نور ہے اور ان کے حال کی اتباع اہل قال کے واسطے نار ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار۔ بفضلہ تعالیٰ میرے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے طلبہ کو فنائے ثانی میں ترقی نصیب ہوئی ہے۔ مگر اظہار نام کی مرضی نہ تھی۔ نہ ہے۔

اطلاع ضروری: مقام فنا و بقا سے مراد اور مقصد صرف خلوص اور یقین کامل' یعنی ایمان حقیقی حاصل کرنا ہے۔ اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ مقام فنا و بقا کے حاصل ہونے پر بشر عین خدا

ہو جاتا ہے یا خدا میں یہ شخص سماجاتا ہے، ایسا خیال الحاد اور زندقہ ہے، نعوذ باللہ، چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدودِ شریعت کے اندر رہ، اگر شریعت سے باہر قدم رکھا تو گمراہ ہوا اور بہرا ہوا اور ضرور ہوا۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھے مقصود کے خزانہ کا پتہ اور نشان بتا دیا۔ اگر ہم نہ پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے

فصل چھٹی دائرۂ ولایتِ کبریٰ میں

جب طالب ولایتِ صغریٰ کو کہ جو مقام ظلال اسماؤ صفاتِ الٰہی ہے، اور یہ مقام ولایت اولیا ہے، طے کر چکتا ہے، تو ولایت کبریٰ میں اُس کو عروج ہوتا ہے کہ جو اصل ہے ظل کی یعنی اسماؤ صفات ہیں، اور یہ ولایت کبریٰ ولایت ہے انبیاء علیہم السلام کی اور مبدء یعنی تجاس اور اصل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و ملائکہ کی اسماؤ صفاتِ الٰہی سے ہے اور اسماؤ صفات الٰہی جمیع نقصانات سے پاک ہیں، اسی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ کرام معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں، انبیاء کو اس مقام میں ایسا قرب حاصل ہے جیسے مرکز اور اولیاء کو بطفیل انبیاء علیہم السلام اور اُن کی متابعت کی وجہ سے مثل دائرہ کے، اسی واسطے انبیاء کو معصوم اور اولیاء کو محفوظ کہتے ہیں، اس مقام میں علم شریعت ہے اور ذوق و شوق آہ و ولولہ جاتا رہتا ہے، یہاں نیستی گزشتگی حاصل ہوتی ہے، یہاں سالک اپنے کو خوب جان لیتا ہے کہ یہی اصل شر و فساد ہے، اور جو کچھ خیر ہے وہ من جانب اللہ ہے، مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ

دائرۂ ولایت کبریٰ

مِن سَیِّئَۃٍ فَمِن نَّفْسِکَ (جو اچھی بات تمھیں پہنچے وہ اللہ کی جانب سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تمھاری طرف سے) چشم علم ظاہری و چشم علم لدنی سے دیکھ لیتا ہے، اور اس ولی کی پرورش بعض وقت خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جس طالب کی استعداد ضعیف ہوتی ہے تو وہ اکثر حضورؐ کی پرورش اور التفات بحالت خواب دیکھتا ہے، اور جس کی قوتِ ولایت بدرجہ اوسط ہوتی ہے، وہ جناب صلی اللہ علیہ وسلم کو دل کی آنکھوں سے بحالت مراقبہ دیکھتا ہے، اور جس طالب کی ولایت قوی ہوتی ہے وہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو چشم ظاہر سے دیکھتا ہے اور پرورش آپؐ کی ذاتِ مبارک سے اور التفات اور انعام پاتے رہتا ہے، بعض خاصانِ خدا پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قدر عنایت ہوتی ہے اور اتصال روحانی ہوتا ہے کہ کبھی آپؐ اس ولیؒ کی شکل بن جاتے ہیں، اور کبھی ولی آپؐ کی شکل بنجاتا ہے، اور کبھی دونوں ہمشکل بن جاتے ہیں، اس اتصال کو صوفیہ میں اتصالِ روحانی کہتے ہیں، اور اس کو فنا فی الرّسول بھی کہتے ہیں، فنا فی الرّسول کے کئی اقسام ہیں، آپ کی محبت میں فنا ہونا، آپ کی اتباع میں فنا ہونا، وغیرہا، لیکن یہ اتصال روحانی ہمشکل ہوجانا سب سے اعلیٰ اور قوی تر ہے، لیکن کمالِ اتصالِ روحانی اور بدرجۂ اتم آپ کے علوم و رموزِ باطنی سے جب کوئی مشرف ہوتا ہے، کہ دائرۂ حقیقت محمدی میں اُس کو پورا عروج میسر ہو، اور اس ولایت کبریٰ کا تعلق اسم ھوالظاھر سے ہے، الحمد للہ میرے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے کئی طلبہ اس ولایت کبریٰ سے اور ان حالات سے جو لکھے گئے مشرف تھے، لیکن اُن کے نام اور پتہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا، اور نہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی مبارک اظہار کی تھی، اور نہ ہے، جس بندہ خاص کے پرورش یافتہ ایسے ہوں، اسکی تعریف کیا کی جائے؟ رب جانے اور اُس کا حبیبؐ جانے، صلی اللہ علیہ وسلم

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں　　　گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھے مقصود کے خزانہ کا نشان اور پتہ بتا دیا ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے

فصل ساتویں ولایت علیا کے بیان میں

ولایتِ علیا فرشتوں کی ولایت ہے، اور تعلق اس کا اسم ھو الباطن سے ہے۔ اور یہ ولایت علیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت سے اعلیٰ ہے، چونکہ ولایت کبریٰ کا تعلق اسم ھو الظاھر سے ہے اسی واسطے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خلق پر ظاہر اور مبعوث ہوئے اور ملائکہ کا تعلق اسم ھو الباطن سے ہے، بایں وجہ وہ پوشیدہ رہے، اور ترقی ملائکہ اسما وصفات وشئونات ذات تک ہے چونکہ تعلق اسم ھو الباطن کا ذات غیب الغیب سے زیادہ مناسبت اور قرب رکھتا ہے بمقابلہ اسم ھو الظاھر کے، اسی واسطے فرشتوں کی ولایت انبیاء کی ولایت سے اعلیٰ ہے

سوال: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بمقابلہ ملائکہ کرام افضل ہیں تو ولایت بھی ان کی افضل ہونی چاہیئے، اور یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، خصوصاً حضور رسول خدا صلعم کا ہر قرب حق تمام خلق سے زیادہ مانا گیا ہے۔

جواب: تحقیقات وحالات ومقامات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر اعتراض یا شبہ کرنا کہ جسکی تصدیق ہزاروں بڑے بڑے علماء اور صلحاء کر چکے ہیں، اور جو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، اسی طرح ان حضرات پر ظاہر ہوا ہے اور حضرت شیخ کے فرمودہ میں سرمو فرق نہ ہوا) ذرا فہمید سے دور ہے، مگر چونکہ سوال کیا گیا ہے، اس لیے یہ جواب لکھا جاتا ہے، ولایت جزو کمالات نبوت ہے جس کی خوبی

دائرہ
ولایت علیا

اور بھلائی عین کُل کی خوبی اور بھلائی ہے، جملہ قرب حق اور جملہ خوبیاں تمام خلق کی یہ سب بڑی خوبی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی، لیکن بعض مخلوق میں سے بعض قوم، اور بعض افراد کو بعض بعض معاملات میں خصوصیت ہے، جیسے ملائکہ پوشیدہ رہتے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام ظاہر، یا جیسے حضرت خضر علیہ السلام اسرار الٰہی سے واقف ہوئے اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام واقف نہ ہوئے، یا جیسے ترقی اسلام اور فتوحات امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوئی، ویسی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہ ہوئی لیکن ان جزئی خصوصیات سے نہ حضرت خضر حضرت موسیٰ نبی سے افضل ہو سکتے ہیں اور نہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت رسول خدا صلعم سے بہتر و افضل ہو سکتے ہیں، یہ فرق بشریت اور ملکیت کا ہے۔ فرشتوں کی ولایت کی ترقی انوار اسماء و صفات الٰہی اور شئونات ذات تک محدود ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ترقی کمالات نبوت میں ہے، جہاں تجلی ذات بے پردہ صفات ہے۔ اس جگہ ملائکہ کا گذر نہیں، اور یہ ترقی ملائکہ کو صدقہ ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور یہ خصوصیت بشریت اور ملکیت کی یوں خوب سمجھ میں آجائیگی کہ جو کلام خدا یعنی وحی بتوسط فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئی، وہ افضل ہے حدیث قدسی سے، کہ جو کلام اللہ تعالیٰ نے خود حضورؐ سے بلا توسط فرشتہ کے فرمایا، عقل معاش چاہتی ہے کہ حدیث قدسی افضل ہونی چاہیئے وحی سے، کیونکہ خدا نے سب سے بہتر ذات صاحب لولاک سے خود کلام فرمایا تو پھر کم درجہ والے کی معرفت جو ارشاد فرمایا وہ کیونکر افضل ہو سکتا ہے، لیکن بھید اس کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں، مگر بوجہ بشریت بھول ممکن ہے، جیسے سورہ کہف میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کے حالات میں ارشاد ہے وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اور

نہیں بھلایا مجھے اُن کو مگر شیطان نے) اور فرشتے علاوہ معصوم ہونے کے بھول سے بھی پاک ہیں، اسی واسطے وحی حدیث قدسی سے افضل ہے، اس فضل جزئی سے فرشتے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے نہ افضل ہو سکتے ہیں اور نہ اُن کی ولایت افضل ہو سکتی ہے، یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان چہارم پر زندہ اُٹھا لیے گئے، اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ترسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، اور قبر شریف زمین پر مدینہ منورہ میں بنی۔

تنبیہ: حضور انور نے وفات پائی، مگر صرف نقل مکان کیا ہے، آپ حیات النبی ہیں جیسے کہ دنیائے ظاہر میں زندہ تھے، ویسے ہی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپ تو کیا آپ کے غلامان غلام بندۂ خاص حسب مراتب حسب حیثیت قبروں میں زندہ ہیں، جب شہداء فی سبیل اللہ کیواسطے ارشاد رب العباد ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَاءٌ الخ (جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے ہیں، اُن کو تم مردہ خیال مت کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں، الیٰ آخرہ) اور اللہ تعالیٰ نے مرتبہ کا تفاوت خود ہی قرآن مجید میں فرمایا ہے مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ، جب شہداء کو موت نہیں ہے اور وہ زندہ ہیں، تو صدیقین جو مرتبہ میں شہداء سے بہتر ہیں (یعنی اولیاء) تو وہ بالاولیٰ زندہ ہونا چاہئیں اور جب شہداء اور اولیاء غلامانِ غلام حضرت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندگی میسّر ہے، تو سردار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حیات النبی کہنا بالکل درست اور ہر طرح ٹھیک ہے، اور جب آپ حیات النبی ہیں تو آپ کے غلام اولیائے کرام بموجب اس حدیث شریف کے العلماء ورثۃ الانبیاء کو بھی حصّہ حضور کی صفت حیات میں سے ملنا چاہیے، اگر کسی صفت میں حصّہ نہ ملے تو وارث کہنا لازم نہ آئیگا اس جزئی خوبی سے حضرت عیسیٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت نہیں پا سکتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام مستقل طور پر سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف رکھتے ہیں، مگر اس جزئی فضیلت سے

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضورؐ سے افضل نہیں ہو سکتے، ترقی شب معراج میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ اور حضرت جبرئیل علیہما السلام سے کہیں بالاتر مقام پر پائی۔ اور حدیث قدسی لی مع اللہ الخ میں ترقی درجات اور قرب مولیٰ کا حال تو بالکل صاف ہو گیا، کہ کوئی نبی مرسل یا فرشتہ مقرب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور قرب میں شرکت نہیں رکھتا پس ہر نبی اور خاص فرشتے بعض جزئی تفضیلات سے حضورؐ کے فضل کلی پر سبقت نہیں پا سکتے یہی تفاوت ولایت کبریٰ ولایت علیا اور کمالات نبوت کا ہے، کہ ولایات میں فضل جزئی ہے اور کمالات نبوت میں فضل کلی نصیب ہے، غرضکہ جملہ قرب حق اور جملہ صفات حمیدہ تمام خلق کی پرتو ہے، ذات صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا، اور اظہار اس کا مختلف صورتوں اور مختلف اقوام اور مختلف افراد میں، وقتاً فوقتاً مجملاً اور مفصلاً ہوتا رہا، اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا جیسے کہ فرمایا حضورؐ نے، کہ مجکو ملک شام اور ملک کسریٰ کے فتح کی کنجیاں عنایت ہوئی ہیں، مگر حضور والا کے زمانہ میں یہ ملک فتح نہ ہوئے، بلکہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں فتح ہوئے، لیکن یہ فتح خلفاء عین فتح خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یا جیسے تخم درخت کہ درخت کے شاخوں کی بلندی، پتوں کی سبزی، پھولوں کی خوشبو، پھل کا ذائقہ یہ سب تعریف تخم درخت کی ہے، شاخیں پتے پھول پھل اپنے جزئی فضل سے درخت کے فضل کلی پر سبقت نہیں لیجا سکتے، یا جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بعض تعریفیں اور خصوصیتیں حضورؐ نے ایسی فرمائی ہیں کہ وہ اور صحابہؓ میں نہیں پائی جاتیں، لیکن ان جزئی خصوصیات اور فضائل سے فضل کلی حضرات شیخینؓ پر لازم نہیں آتا، رضوان اللہ علیہم اجمعین، یا جیسے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ صحابی کو حضورؐ نے فرمایا کہ تو میری شئی سے پیدا ہوا ہے اور اس کو اصطلاح صوفیہ میں اصالت کہتے ہیں، اگرچہ یہ اصالت موجب فضیلت ہے، مگر اس جزئی خوبی سے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ حضرات خلفائے

راشدینؓ اور عشرہ مبشرہؓ اور حضرت امام حسنؓ امام حسینؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بہتر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ہر نبی مرسل فضائل اور خصوصیات جزئی جزئی رکھتے ہیں، جیسے حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ حضرت عیسیٰؑ روح اللہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ، حضرت داؤدؑ خلیفۃ اللہ، حضرت ایوبؑ صابر ونعم العبد حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ہمارے رسول پاک صاحب لولاک علیہ التحیۃ والبرکات فضائل اور خصوصیات کلی سے ممتاز ہیں۔ اور جزو اور کل میں ایسا فرق ہوتا ہے جیسے شے اور سایۂ شے میں۔ اسی طرح حضورؐ کی مرتبہ قرب اور رفعت اور خلت اور خلافت اور صداقت اور صبر اور حلم اور علم اور عفو اور شجاعت اور سخاوت اور شفاعت اور رحمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ سب فرشتے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام خلق آپ ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ شعر

خوبیٔ و شکل و شمائل حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قدم غالب ہے ولایت میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قدم غالب ہے کمالات نبوت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے، چونکہ ولایت جزو نبوت ہے، اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہوا، جیسے شب کو ماہتاب روشن رہتا ہے اور آفتاب پوشیدہ ہو جاتا ہے، یہ جزئی فضیلت ماہتاب کو آفتاب پر ضرور ہے لیکن روشنی ماہتاب میں خود بخود نہیں بلکہ قیام روشنی ماہتاب آفتاب سے ہے، لہٰذا صفت جزئی مہتاب صفت کلی آفتاب پر سبقت نہیں پا سکتی۔ اسی طرح قرب ولایت صغریٰ، کبریٰ، علیا کی جزئی جزئی فضیلت سے کمالات نبوت کے فضل کلی پر سبقت نہیں پا سکتیں۔ جس سالک کی ولایت علیا قوی ہوتی ہے، اور اس کو کشف دیا جاتا ہے، اس پر فرشتے ظاہر ہوتے ہیں اور

بہت سی راز کی باتیں اُس پر کھلتی ہیں اور بوجہ مناسبت ملائکہ اس سے گناہ بہت کم ہوتے ہیں
چنانچہ حضرت مرزا جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
کو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے قاضی صاحب تم کیا عمل کرتے ہو کہ جب تم ہمارے پاس آتے
ہو تو فرشتے تمھاری تعظیم کو اُٹھتے ہیں اور تمھارے بیٹھنے کے لیے جگہ خالی کرتے ہیں۔ اس ولایت کے
کے متعلق جو مقامات انتہائی بیان کیے جائیں گے، ان کی تحقیقات مفصل کوئی دیکھنا چاہے تو
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف دیکھے، اور اس ولایت علیا میں تین عنصر
آگ پانی ہوا کے لطائف سے ترقی ہوتی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طلبہ میں سے
ایک آدھ کو اس مقام میں ترقی اجمالی طور پر ہوئی مفصل نہیں لیکن فرشتے بعض وقت دیکھتے تھے۔

باب چہارم

فصل اوّل دائرہ کمالات نبوت میں

طالب جب ولایت علیاء کے فیضان وانوار سے مشرف ہو چکتا ہے، اور طلب
اس کی اعلیٰ ہوتی ہے تو اُس کو مقام کمالات نبوت سے اللہ تعالیٰ مشرف فرماتا ہے اس
مقام کا دلی ایسی ذات اکمل ہوتا ہے اور ان کمالات سے مشرف ہوتا ہے کہ اولیائے ولایت
صغریٰ وکبریٰ و علیا، اس کے کمالات کا احاطہ اور پورے طور پر ادراک نہیں کر سکتے اور یہ بندہ

خاص العلماء ورثۃ الانبیاء کا پورا پورا مصداق ہوتا ہے، اور علماء اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل کی شکل مجسم ہوتا ہے، اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو ایسی ذات اکمل نبی ہوتا، اس مقام کمالات نبوت ...... میں ظہور تجلی ذات بلاپردہ صفات ہوتا ہے اور ترقی اس جگہ لطیفۂ عنصر خاک سے ہوتی ہے اور انعام و اکرام الٰہی اسی لطیفۂ خاک پر ہوتا ہے اور تمام لطائف عالم خلق عالم امر اس کے تابع ہوتے ہیں

دائرہ
کمالاتِ نبوت

اور چونکہ یہ عنصر خاک مخصوص بہ بشر ہے، اسی واسطے خاص بشر خاص ملائکہ سے اور عام بشر عام ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں۔

سوال: بشر تو کفار بھی ہیں؟

جواب: اس جگہ بشر سے مراد مومن ہے، فرشتوں کے واسطے ایک مقام مخصوص ہے نہ ترقی ہے نہ تنزل، اور بشر کی ترقی غیر محدود ہے، بشر حامل اور فیضیاب جمیع انوار اسماء وصفات الٰہی کا ہے، فرشتے اس سے محروم ہیں، جیسے جب آدمی بھوکا ہوتا ہے تو شان رزاقی اور سخی حقیقی کے دروازہ کو ڈھونڈھتا ہے اور جب بیمار ہوتا ہے تو فیضان یا شافی یا سلام کا انتظار کرتا ہے اور جب گناہ ہو جاتا ہے تو صفت رحیم و کریم، ستار و غفار کی طرف جھکتا ہے اور جب نادار ہوتا ہے تو غنی مطلق کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور جب کوئی زبردست دشمن ستاتا ہے تو بادشاہ حقیقی کی اعانت طلب کرتا ہے، اور کفار کے واسطے شان قہار وجبار اور مومنین اور ضعیفوں کے واسطے شان رؤف و حلیم کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور جب اپنی تحقیق و ادراک میں عاجز اور متحیر ہوتا ہے تو عرض کرتا ہے ربّ زدنی علمًا اور جب تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر اور نعمت پر شکر کرتا ہے

لہذا بموجب ارشاد اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وہ جو مانگتا ہے اور جو چاہتا ہے خداوند تعالیٰ سب کچھ اسکو عنایت فرماتا ہے اور اپنے دروازے سے محروم نہیں پھیرتا، اسی وجہ سے فرشتوں سے بشر سبقت لے گیا ہے اور ان فیضان و انعامات سے فرشتے محروم ہیں اور انہی وجوہات سے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کا لقب اس کو عنایت ہوا ہے اور بار امانت (معرفت و محبت) کے اٹھانے میں بھی یہ سب سے پیشقدم رہا ہے، اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ظہور ہر شے کا ضد کیساتھ ہوتا ہے چونکہ اصل انسان میں مٹی ہے اور مٹی کو پستی ہے اور مٹی میں اندھیری ہے، اندھیری کے مقابلہ میں انوار الٰہی اور پستی کے مقابلہ میں بلندی و رفعت لازمی ہے، یہی وجہ ہے کہ خاتم النبیین صلعم عرش معلّٰی پر پہنچے اور کوئی مخلوق ناری یعنی جنات اور کوئی مخلوق نوری یعنی ملائکہ اس رفعت اور بلندی اور ترقی پر نہ پہنچے اور قدرت حق نے ثابت کر دکھایا کہ فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پس تم اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرتے ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کے نفس کو صاف کر دیتا ہے، اور اللہ ہر بات پر قادر ہے) کو مخلوق پر ظاہر و ثابت کر دیا اور سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی سے شروع کر کے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی وَقَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی پر ختم کر دیا، اس مقام میں ذوق و شوق اور بیتابی وغیرہ کچھ نہیں ہوتی، صرف برد یقین (ٹھنڈک) اور رضا و تسلیم اور اتباع سنت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے، اور عاجزی اور نیستی اور رویہ قصور زیادہ ہوتا ہے اور ہر ایک عبادت کو رب کے لائق نہیں جانتا اور بموجب حدیث شریف مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ وَلَا اُحْصِیْ ثَنَاءَکَ (ہم نے حق تیری معرفت کا حق تھا ویسا نہیں پہچانا، اور میں تیری حمد و ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا) اور خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ (اور پاک ہے اور برتر ہے اللہ ان

صفات سے کہ جن سے لوگ اسکو متصف کرتے ہیں) اس کے پیش نظر ہوتا ہے، اور جیسے عام لوگ جناب باری میں گناہ کرنیسے نادم ہوتے ہیں، یہ بندۂ خاص عبادت کرکے عبادت کو ناقص جان کر نادم ہوتا ہے، جیسے سعدیؒ فرماتے ہیں:۔

عاصیاں از گناہ توبہ کنند — عارفاں از عبادت استغفار

عام گناہ کرنے والے اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں لیکن عارف اپنی عبادت کو ہیچ سمجھ کر استغفار کرتے ہیں

اور حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

بے گنہ نگذشت بر ما ساعتے — با حضور دل نہ کردم طاعتے

ایک گھڑی بھی بے گناہ کے ہم پر نہیں گزرتی — اور ہم نے حضور دل سے کوئی عبادت نہیں کی

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر فرمایا کرتے تھے، کاشکے عبداللہ کا ایک سجدہ ہی قبول ہوجائے، اور یہ خیال عارف کا بالکل یوں درست ہے کہ سب مخلوق میں بشر افضل ہے، اور سب عبادتوں میں نماز افضل ہے اور نماز کے تمام ارکان میں سجدہ افضل ہے اور خلق میں نبی کریم صلعم افضل ہیں تو ہر نماز کے ہر سجدہ میں آپ کی جیسی ذات سر مبارک زمین پر رکھ کر ادا اللہ تعالیٰ کی حمد سبحان ربی الاعلیٰ عرض کرکے سر مبارک سجدہ سے اٹھا کر جب یہ عرض کریں اللہ اکبر یعنی جو کچھ حمد و ثنا تیری میں نے مٹی پر اپنا سر رکھ کر کی تو اس سے بھی بڑا ہے، تو دلی بیچارہ کیا حق حمد و ثنا کا ادا کر سکتا ہے، اسی واسطے عارف ہر عبادت سے استغفار کرتا ہے، حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

بال و ہاں گر حمد گوئی و سپاس — ہمچو نافرجام آں چوپاں شناس

انسان جو خدا کی تعریف کرے (وہ) ایسی ہی جیسے گڈریے نے حضرت موسیٰ کے وقت میں سجدے بھی کی تھی

حمد تو نسبت بہ تو گر بہتر است — لیکن آں نسبت بحق ہم ابتر است

حمد خدا تیری تیرے لیے اچھی ہو ۔ لیکن خدا کے لائق ہرگز نہیں ہے

سوال: ولی کو بیچارہ کیوں کہا جاتا ہے، حالانکہ ان سے بڑے بڑے کمال ظاہر ہوتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات لامتناہی کے مقابلہ میں کہا گیا ہے ۔ اسی واسطے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عریضہ کے جواب میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا: یقین تر کامل تر "جس قدر یقین قوی ہے، اسی نسبت ولایت قوی ہے" چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ "میرا یقین ایسا ہے کہ اگر میں جنت و دوزخ کو دیکھوں تو ان کے دیکھنے کے بعد میرا یقین جو موجود ہے اس سے زیادہ نہ بڑھے" اور اس مقام میں سوائے جہل اور حیرت کے کچھ محسوس یا دید یا ادراک حاصل نہیں ہوتا، چنانچہ قرب نہایت کے ادراک میں امیر المومنین خیر البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں العجز عن درك الادراك ادراكٌ (ادراک کے درک یعنی معلوم یا محسوس ہونے سے عاجز رہنا ہی ادراک ہے) اور جو اذکار صوفیہ میں جاری ہیں اس مقام میں کچھ سود مند نہیں ہوتے، یہاں ذریعۂ ترقی تلاوت قرآن مجید بالترتیب، ادائے نماز و آداب اور وہ اذکار کہ جو حدیث شریف سے ثابت ہوں، اور اتباع حبیب خدا صلعم فائدہ مند ہے، اس مقام کمالات نبوت میں بعید و قاب قوسین او ادنیٰ و دنیٰ فتدلیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ کا منکشف ہوتا ہے

اطلاع: میرے حضرت صاحبؒ کے طلبہ نے اس مقام میں ترقی مفصل نہیں پائی مجملاً پائی جو نہ ہونے کے برابر ہے۔

فصل دوسری دائرہ کمالاتِ رسالت میں

کمالاتِ رسالت کمالاتِ نبوت سے افضل ہیں، جیسے نبیؐ اور مرسلؐ میں فرق مراتب ہے، اسی طرح قرب حق میں بھی فرق ہے۔ فیضانِ ذاتِ بحت سے بے پردہ صفات یہ بندۂ خاص مشرف ہوتا ہے اور فیضانِ لطائف عشرہ کی مجموعی قوت پر وارد ہوتا ہے ترقی اس مقام میں کثرتِ تلاوت قرآن مجید و نماز باطول قرأت اور اتباعِ سنت سے ہوتی ہے

دائرہ

کمالاتِ رسالت

فصل تیسری دائرہ کمالات اولوالعزم میں

مقام کمالات اولوالعزم کمالاتِ رسالت سے قوی تر اور ذاتِ بحت سے اقرب ہے جیسے تمام مخلوق میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بہترین مخلوق ہیں اور اس تعداد انبیاء علیہم السلام سے تین سو تیرہ مرسلین بہتر اور افضل ہیں، اور ان میں سے پانچ نبی اولوالعزم حضرت آدمؑ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمد رسول اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام جنابِ باری میں زیادہ مقرب ہیں، اور اسی حیثیت سے فیضان و انوارِ الٰہی و انعام و اکرام و اسرار و رموزِ یزدانی سے مشرف ہیں، انبیاء پر کتاب آسمانی نازل نہیں ہوتی، نبی مرسل کی اتباع کیا کرتے ہیں اور

مرسلین پر صحیفۂ آسمانی اُترے ہیں پیغمبران اُولوالعزم کو نیا دین اور نئی کتاب عنایت فرمائی جاتی ہے اور وہ کتاب آسمانی کتابہائے سابقہ اور دین ہائے سابقہ کی ناسخ ہوتی ہے، اسی طرح ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبران اُولوالعزم سے بھی اُولوالعزم ہیں اور قرآن پاک ناسخ کتبہائے آسمانی سابقہ ہے اور دین اُن کا ناسخ ادیان ہے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اسی طرح قرب میں بھی آپ تمام پیغمبروں سے جناب باری میں سبقت رکھتے ہیں، اور کوئی نبی مرسل اور کوئی فرشتۂ مقرب آپ کے قرب خاص کو نہیں پہنچا، اسی واسطے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حدیث شریف میں فرماتے ہیں لی مع اللہ وقتًا لا یسعنی فیہ ملکٌ مقربٌ ولا نبی مرسلٌ (مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک ایسا وقت حاصل ہے کہ جس میں نہ تو فرشتہ مقرب میری برابری کر سکتا ہے اور نہ نبی مرسل) حضرت جامیؒ نے اس کتاب قرآن پاک کیواسطے خوب فرمایا ہے کہ جو کتاب آخری پیغمبر پہ نازل ہوئی ہے۔

دائرہ
کمالاتِ اُولوالعزم

توریت کہ بر موسیٰؑ و انجیل بر عیسیٰؑ شد محو بیک نقطۂ فرقان محمدؐ

توریت کہ جو موسیٰ علیہ السّلام پر اور انجیل عیسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کے ان مقامات کمالات نبوت کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم کے دوائر و حالات تبرکًا اور اتباعًا لکھ دیے گئے ہیں ورنہ بڑے بڑے عقلاء اور عرفاء ان کی تحقیق اور فہمید میں عاجز ہیں، کتنا ہی بڑا متقی اور عابد و زاہد ہو اور اپنی دانست میں وہ عمل بے ریا کرتا ہو، لیکن بلاحصول مقامات فنا و بقا اس کے ہر فعل میں ریا شریک ہوتی ہے، اور صورت اتقاء ولایت صغریٰ میں اور حقیقت اتقاء ولایت کبریٰ میں اور کمال اتقاء کمالات نبوت میں حاصل ہوتی ہے قبل فنا و بقا جو افعال نیک ہیں زاہد و عابد کو نظر نہیں آتی ہے کیونکہ خود علم کی خرابی ہے جیسے کہ ہر ایک مکان میں ہر وقت ذرات اُڑتے رہتے ہیں لیکن وہ دکھتے نہیں اور جس وقت

اس مکان میں کسی سوراخ یا دریچی کے ذریعہ شعاع آفتاب پڑتی ہے تو اس نور آفتاب میں ذرات بالکل صاف نظر آتے ہیں اسی طرح قبل حصول ولایت اعمال میں ریا نہیں دکھتی، اور جب خانہ دل میں شعاع انوار الٰہی پڑتی ہے تو اعمال میں ریا اور ہر فعل خیر و شر کی صاحب ولایت کو تمیز ہوتی ہے، جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله (ڈرو، مومن کی فراست سے اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

آگاھی: کمالات اولوالعزم کے بعد راستہ قرب حق کا دو طرف جاتا ہے، ایک راستہ حقائق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف اور دوسرا حقائق اللہ کیطرف، ان کمالات مذکورہ بالا اور حقائق اللہ و حقائق انبیاء علیہم السلام کی تصدیق ہزارہا علماء اور صلحا حضرات مجددیہ نے تواتر کے ساتھ کی ہے اور جو لوگ ان کمالات سے مشرف نہیں ہوئے ہیں اور وہ لوگ حق پسند ہیں اور آیت شریف فضلنا بعضكم على بعض ان کے پیش نظر ہے وہ ساکت ہیں، اور یقین کرتے ہیں اور بعض نا فہموں نے حضرت امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام معرفت پر اعتراض کیا ہے، لیکن اس کا جواب حضرات مجددیہ نے کافی دیدیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصیت نامہ میں فرمایا ہے کہ "اگر کسی کو تحقیقات ولایت دیکھنا ہے، تو حضرات نقشبندیہ کے رسائل و کتب دیکھے، کہ ان حضرات نے ولایت کی خوب تشریح فرمائی ہے"۔

اطلاع: ایک ولایت بفتح الواؤ ہے اور ایک بکسر الواؤ، یعنی وَلایت اور وِلایت جو ولایت واؤ کے زبر کے ساتھ ہے، اس کا تعلق اور انکشاف انوار اسماء و صفات الٰہی سے ہے اور جو ولایت واؤ کے زیر کے ساتھ ہے، اس کا تعلق زیادہ تر انکشاف حالات دنیا سے ہے صاحب وَلایت مرتبہ میں صاحب وِلایت سے بدرجہا افضل ہے۔

فصل چوتھی دائرۂ حقیقت کعبہ میں

اس مقام میں سالک پر حقیقت کعبہ ربانی کے اسرار اور شانِ کبریائی کا اظہار ہوتا ہے
جب حقیقت کعبہ ربانی میں سالک کو کامل ترقی ہوتی ہے تو تمام مخلوق کی عبادات و سجود اپنی
طرف دیکھتا ہے، وہ عبادات و سجود مخلوقات حقیقتاً تجلی ذات کی طرف
ہوتی ہیں، لیکن سالک چونکہ اس حقیقت سے قریب ہوتا ہے
اور اپنے کو اس حالت میں محو پاتا ہے تو بحالت محویت اسکو
معلوم ہوتا ہے، جیسے کسی بادشاہ کے پاس کوئی نقیب چوبدار کھڑا ہو
اور جو درباری اور رعایا حاضر دربار شاہی ہوں تو اُن کا آداب و سلام حقیقتاً بادشاہ کو ہوتا ہے
نقیب و چوبدار کو نہیں ہوتا، مگر بوجہ قرب شاہ اور سمت ہونے کے سلامیوں کا رُخ اسی طرف ہوتا
ہے، یا جیسے دو آدمی ایک آگے اور ایک پیچھے جاتے ہیں اور اُن کے سامنے سے جو شخص آتا ہو
وہ سلام سامنے سے آنے والوں میں سے پچھلے آدمی کو کرتا ہے، لیکن آگے والا آدمی یہ سمجھتا
ہے کہ یہ شخص مجھ کو سلام کر رہا ہے، حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے، اسی طرح اس مقام کا
سالک مخلوق کی عبادات اور سجدہ کو اپنی طرف دیکھتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حقیقتاً سجدہ
و عبادات اللہ کے لئے ہوتے ہیں، نہ کہ اس سالک کے لئے، لیکن علم کی غلطی سے وہ
اپنی طرف سمجھتا ہے۔

دائرہ
حقیقت کعبہ

فصل پانچویں دائرہ حقیقت قرآن میں

بندۂ خاص جب اس مقام حقیقتِ قرآن سے مشرف ہوتا ہے اور کلام قدیم اور اسکے انوار و اسرار و برکات سے متمتع ہوتا ہے تو ہر ہر حرف قرآن پاک کو دریائے ذخار و بے کنار پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندۂ خاص سے ایسی کلام فرماتا ہے کہ جس کلام کی حقیقت اور ماہیت اور فیضان کو وہی جانتا ہے، دوسرا اس سے واقف نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایسا کلام فرمایا کہ اس کو نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا" اور حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "دو مرتبہ میں نے خدا کا کلام سنا ہے، لیکن اس میں نہ حرف ہے نہ صوت (آواز)" حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "عارف اکمل سے اللہ تعالیٰ ایسا کلام فرماتا ہے کہ وہ کلام پھر دوسروں سے نہیں فرماتا" اس شرح سے یہ بات صاف ہوگئی ورنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور دیگر عرفاء کے مرتبہ کی تنقیص واقع ہوتی تھی اور جو حالت خاتم النبیین صلعم پر ثقالت کی بروقت نزول وحی معلوم ہوتی تھی، اس کا نمونہ بھی عکسی طور پر اس بندۂ خاص پر گذرتا ہے اور سینہ اس بندۂ خاص کا کلام ربانی کی فہمید کے واسطے نہایت وسیع ہوجاتا ہے اور اسرار حروف مقطعات الٓمٓ وطٰہٰ ویٰسٓ وغیرہ سے اپنی لیاقت کے موافق واقف ہوتا ہے، اور سورۂ الم نشرح و سورۂ اقرأ کے فیضان سے مشرف ہوتا ہے ع

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی (خدا کی قسم تو اس شراب کے مزہ سے واقف نہیں ہوسکتا جبتک کہ نہ چکھے)

دائرہ
حقیقت قرآن

فصل چھٹی دائرہ حقیقت صلوٰۃ میں

مقام حقیقت صلوٰۃ ایسا مقام ہے کہ بلا پردہ بندہ کے سامنے رب اور رب کے سامنے بندہ ہوتا ہے، اور کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہوتی اور اس مقام کے عارف پر الصلوٰۃ معراج المومنین اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے اسرار کھلتے ہیں اور جو رویت حق عالم آخرت میں نصیب ہوگی اُس کا نمونہ نماز میں میسر ہوتا ہے' اور جو اسرار علوم اور انوار و برکات سے خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرف ہوئے تھے اس کی اتباع اور اس کے عکس سے یہ بندہ خاص بھی مشرف ہوتا ہے اور اس بندہ خاص کی ایک رکعت اوروں کی لاکھوں رکعت سے بہتر ہے، اسی معنی میں حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

دائرہ
حقیقت صلوٰۃ

یک رکعت او از رکعت تو صد ہزار — بہتر از تو بہترست اے ناکار

اسکی ایک رکعت تیری لاکھوں رکعتوں سے — بہتر ہے، اے ناکارہ انسان

فصل ساتویں دائرہ حقیقت معبودیت صرفہ میں

یہ مقام نہایت عالی مقام ہے، یہاں ترقی قدمی نہیں صرف ترقی نظری ہے، یعنی قدم روح بھی یہاں آگے نہیں بڑھ سکتا، صرف نظر روح کام دیتی ہے، جس مقام میں روح کا بھی گذر نہ ہو اس میں علم قال کا کیا گذر ہو سکتا ہے۔

دائرہ
حقیقت معبودیت صرفہ

بابِ پانچواں

فصل اوّل دائرہ حقیقت ابراہیمیؑ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اپنا خلیل فرمایا، خلیل اسکو کہتے ہیں جو نہایت رازدار دوست ہو۔ آپ کی رازداری جو رب کیساتھ تھی، اس سے فرشتے واقف نہ تھے۔ اس کا اظہار فرشتوں پر اور خلق پر اس وقت ہوا کہ جب آتش نمرود میں آپ جا رہے تھے اور کسی فرشتے یا اور کسی سے کسی قسم کی اعانت نہ چاہی اور دوست رازدار حقیقی کیطرف اشارہ کر کے فرمایا حَسْبِیَ اللّٰہُ۔ اور بروقت قربانی حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام آپ کی رازداری جو رب کے ساتھ تھی اس سے کچھ واقف ہوئے۔ مقام خلت میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا قدم نہایت غالب ہے۔ آپؑ مرتبہ خلت میں خاص شان رکھتے ہیں۔ ترقی اس مقام میں کثرت درود ابراہیمی سے ہوتی ہے کہ جو اثنائے نماز میں پڑھی جاتی ہے، سالک اس مقام کا اپنی حیثیت کے موافق تحقق خلت کے انوار و برکات سے مشرف ہوتا ہے اور اس سالک کی نگاہِ دل حقیقتِ ذات کی طرف ہوتی ہے اور تمام خلق سے حقیقتاً بے تعلق ہو جاتا ہے۔ بموجب اس آیت شریف اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ

دائرہ
حقیقتِ ابراہیمی

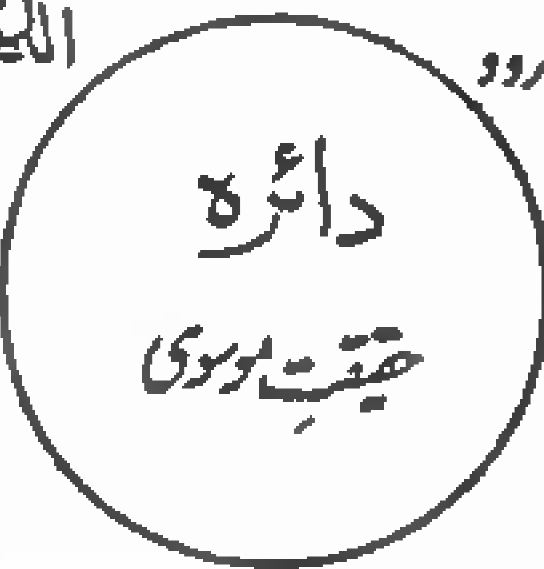
لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

فصل دوسری دائرۂ حقیقت موسوی میں

بعد ختم سیر دائرہ حقیقت ابراہیمی سیر دائرۂ حقیقت موسوی میں ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رب العالمین کو جو محبت خاص تھی کہ جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام رب العالمین سے کوہ طور پر ایسے کلام بے خوف اور بوجہ ناز برداری کے عرض کیا کرتے تھے کہ جو کلام شایان عبدیت نہ ہوتا، اور اس قدر کرم رب العالمین کا تھا کہ وہ اس کا خیال بعض وقت نہیں رکھا کرتے تھے، جیسے کسی نے کہا ہے ع

کہ بائے تو ارا کرد گستاخ

اس مقام میں ترقی کثرت درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی کَلِیْمِكَ مُوْسٰی سے ہوتی ہے۔



فصل تیسری دائرۂ حقیقت محمدی میں

اس مقام کو "حقیقت الحقائق" اور "حقیقت محمدی" بھی کہتے ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی تمام مخلوقات کی حقیقت اور تعلق اس مقام میں ان کمالات سے ہے، جن کا تعلق حضورؐ کے جسم اطہر سے ہے، اور یہ جسم پاک وہ ہے کہ جو شب معراج میں رب کے نزدیک عرش معلٰی پر پہنچا

یہ جسم نورانی وہ ہے کہ جس کے قرب اور رفعت کے مقابلہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام مقام سدرۃ المنتہٰی پر ٹھہر گئے اور یہ کہہ کر رہ گئے ،

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلّی بسوزد پرم

اگر میں ایک بال کے برابر بھی زیادہ بڑھوں تو تجلی ذات بحت میرے پر پرواز جلا ڈالے

یہ جسم لطیف وہ ہے کہ جس نے رب کے نزدیک اس قدر قربت حاصل کی تھی کہ جسکو خلعت قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی و دَنٰی فَتَدَلّٰی وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ملا ہے اور یہ جسم شریف وہ ہے، جس کا سایہ نہ تھا ، یہ جسم مطہر وہ ہے کہ جس پر ہر شجر و حجر سلام و درود بھیجتے تھے یہ جسم الطف یہ جسم مبارک وہی کہ جس پر خود خدا درود بھیجتا ہے اور یہ فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

دائرہ
حقیقت محمدی

(بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اے مومنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو) صاحب اس مقام کا اپنے کو اور خاتم النبیین صلعم کو دیکھتا ہے کہ میں اور آپ ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوئے ہیں، اور میں اور حضور ہم آغوش ہم کنار ہیں اور ہم ایک ہی بستر پر ہیں اور ہم دونوں مثال شیر و شکر ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت ہوتی ہے کہ خدا کی محبت پر بھی آپ کی محبت غالب آجاتی ہے ، چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جب اس مقام حقیقت محمدی سے مشرف ہوئے تو اثنائے حال میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ کو دوست رکھتا ہوں اس واسطے کہ وہ رب ہے محمد کا" صلی اللہ علیہ وسلم ، غرضکہ اس مقام کا انعام و اکرام خداوندی ایسا ہوتا ہے کہ جس کے لکھنے سے قلم قاصر ہے اور بیان کرنے سے زبان عاجز، اور خیال اپنی رسائی میں سرنگوں ہے۔

فصل چوتھی دائرہ حقیقتِ احمدی میں

یہ مقام حقیقتِ احمدی بڑا جلیل القدر اور عالی مقام ہے، اسمیں عجیب و غریب عنایات الٰہی اور تجلیاتِ ذاتِ لامتناہی سے مشرف ہوتا ہے اور اس دائرہ حقیقت احمدی کا تعلق آپ کی روح اقدس سے ہے جس قدر کہ روح میں اور جسم میں لطافت اور قدامت میں فرق ہے، اسی قدر ظہور تجلیاتِ ذات میں فرق ہے، اس کے حالات میں کوئی کیا کہے اور کیا سُنے!

دائرہ
حقیقتِ احمدی

فصل پانچویں دائرہ حُبِّ صرفہ میں

یہ مقام حقیقت احمدی کے بعد ہے، اس مقام میں سیرِ نظری روحی ہے، سیرِ قدمی روحی مسدود ہے، یہ مقام وہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنے حبیب پاک صلعم کو پیدا کروں اور آپ کی ذات سے تمام مخلوقات کو تو فرمایا کن یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پس آپ کی ذات مبارک ظاہر ہوگئی، اس کی طرف حدیث شریف میں ارشاد ہے کُنتُ کنزاً مخفیاً الخ اور دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے، لولاک لما خلقت الافلاک الخ یہ مقام مخصوص ہے، نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے واسطے، اس میں کسی نبی اور فرشتہ مقرب علیہم السلام کو رسائی نہیں، اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے

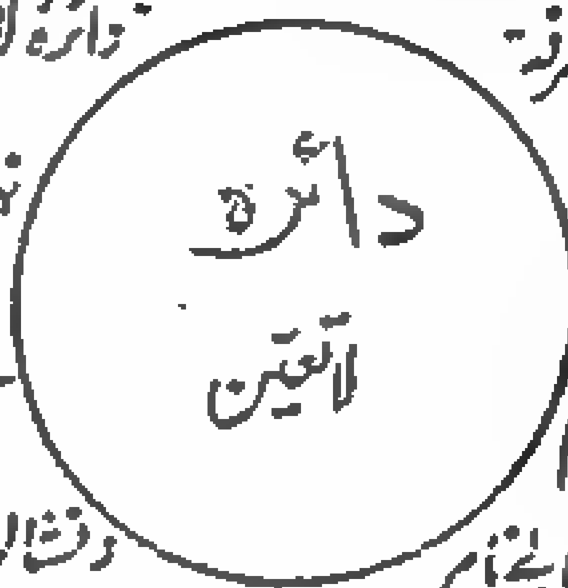
دائرہ
حُبِّ صرفہ

لی مع اللہ وقتٌ الخ (ع)

قتلم ایں جا رسید سر بشکست

فصل چھٹی دائرۂ لاتعینؒ میں

بعد طے دائرۂ حب صرفہ دائرۂ لاتعین میں ترقی ہوتی ہے اس جگہ ترقی نظری ہے قدمی نہیں اور یہ مقام بھی مخصوص بنیہ الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور یہ مقام وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن بے نام ونشان بے وہم وگمان ہے جس کی خبر مولانا جامیؒ دیتے ہیں



بنام آنکہ آن نامے نہ دارد　　بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

اس ذات کے نام سے شروع کرتا ہوں کہ جسکا کوئی نام نہیں ولیکن جس نام وصفت سے اس کو پکارو وہ اُس سے بالاتر اور برتر ہے،

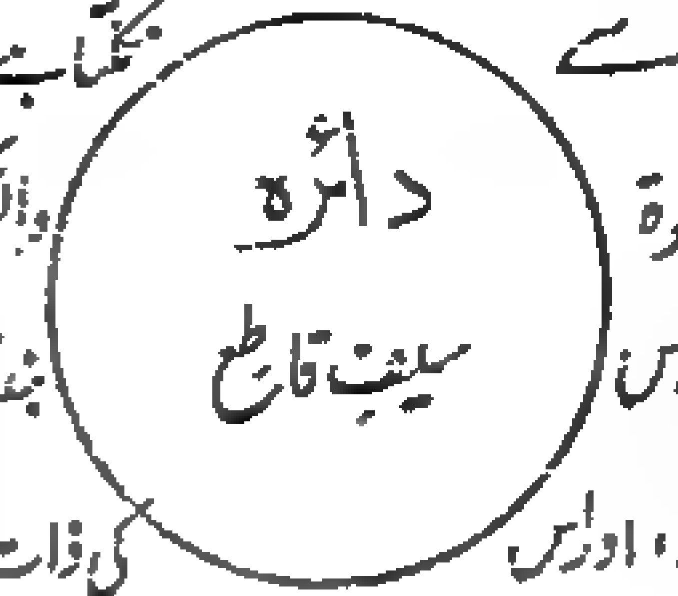
اللہ تعالیٰ خود کلام پاک میں فرماتا ہے سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ایک برتر اور برتر ہے وہ ذات اُس تعریف اور وصف سے جس سے لوگ اُس کو موصوف کرتے ہیں،

فصل ساتویں دائرۂ سیف قاطع

دائرۂ منصب (د) قیومیت میں

دائرۂ سیف قاطع داخل سلوک نہیں بعض کو پیش آتا ہے اور بعض کو نہیں اور یہ دائرہ

سیف قاطع "ولایت کبریٰ" کے محاذ (مقابل) ہے اور دائرہ منصب قیومیت کا بھی داخل سلوک نہیں، جیسے دائرہ سیف قاطع محاذ ولایت کبریٰ ہے، اسی طرح "دائرہ منصب قیومیت دائرہ کمالات اُولوالعزم" سے ملتا ہے، اس مرتبہ منصب قیومیت سے خاص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور امت میں خاص خاص اولیاء مشرف ہوتے ہیں اس بندۂ خاص پر اسم یا حیّ یا قیوم کا فیضان نازل ہوتا ہے، اور اس کی ذات سے تمام زمین و آسمان کا قیام رہتا ہے،



باب چھٹا

فصل اوّل پیر کو مرید سے برتاؤ کرنے میں

جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بطفیل پیرانِ عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بعد فنا و بقا اجازت طریقہ مرشد کامل سے دلادے تو چاہیئے کہ ہر معاملہ میں پیران کبارؒ کی تقلید کرے اور انکی کتابوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے مطابق ہر کام کو کرتا ہے، اپنی تحقیقات علمی یا کشفی یا الہامی پر بھروسہ نہ کرے، کیونکہ ائمہ طریقت کا قول و فعل مقلدین کے قول و فعل کا امام ہے، جیسے کسی کا ارشاد ہے کلام الملوک ملوک الکلام، علاوہ اس کے ائمہ طریقت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کی تحقیقات اور ارشادات کی تصدیق و تائید تواتر کے ساتھ ہزاروں علماء اور صلحاء کر چکے ہیں کہ جنمیں سے ایک کیطرف بھی خیال کذب نہیں ہو سکتا۔ مثلاً امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی و حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اور جو کسی کشف یا الہام ہوتا ہے یا ہو تو اس کی تصدیق سوائے اسکے نفس اور عقل کے کوئی نہیں کرتا، تو ایسے ائمہ کے مصدقہ کلام کو چھوڑ کر غیر مصدقہ پر چلنا سراسر دھوکہ ہے۔ اپنے مریدوں کے ساتھ نہایت محبت اور خلوص کے ساتھ پیش آئے، اور مصداق اس آیت شریف کا بنے "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ" (تمھارے پاس رسولؐ (پیغمبر) آئے تمھیں میں سے جو کہ تمھاری ذاتوں کو عزیز رکھتے ہیں، اور تمھاری بھلائی اور نیکی میں تم پر حریص ہیں، اور ایمان والوں کے ساتھ مہربان اور رحم کرنیوالے ہیں) اور اپنا کام طالب سے نہ لے جبتک کہ اس میں محبت خدا غالب نہ آجائے کیونکہ جب محبت ہوتی ہے تو ہر کام سخت آسان معلوم ہوتا ہے، اور بلا محبت ہر آسان کام سخت معلوم ہوتا ہے، اگر کسی طالب سے کام لیا اور وہ گھبرا کر بھاگ گیا تو حشر میں مواخذہ ہوگا۔ کہ میرا طالب تیرے پاس آیا تھا پھر تو نے اپنا کام لے کر اس کو بھگا دیا اور اس مضمون کا وہ پیر مستحق ہوگا، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ چرواہے اور موسیٰ علیہ السلام کی حکایت میں فرماتے ہیں:

تو برائے وصل کردن آمدی	نے برائے فصل کردن آمدی
تو ملانے کے لیے آیا ہے!	نہ کہ جدا کرنے کے لئے

بلکہ ہو سکے تو خود طالب کی خدمت ہاتھ، پاؤں، زبان روپیہ وغیرہ سے کرے اور اگر ہو سکے تو مرید کے انتقال کے بعد اس کے اہل وعیال کی بھی روپیہ پیسہ سے اور ہر قسم کی خدمت کرے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی یا داؤد اذا رأیت طالبا

فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا (یعنی اے داؤدؑ جب تو میرے طالب کو دیکھے تو اُس کا خادم ہو جا)

حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جبتک طالب میں جذب پیدا نہ ہو اُس کو مثل شیر کے سمجھے یعنی اس سے خدمت لینے سے دور بھاگے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کفار کے واسطے بھی بددعا نہیں کی۔ تو پیر کو چاہیئے کہ مرید اور مسلمان کے واسطے بھی کبھی بددعا نہ کرے طالب حق سے خصوصاً اور مسلمانوں اور غیر قوموں سے عموماً نہایت خلق سے پیش آئے اور انکی باتیں جو اُس کی مرضی کے خلاف ہوں اُن پر غصہ نہ ہو بلکہ معاف کرے۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ جیسے اپنی اولاد کی خطاؤں پر درگزر کرتا ہے۔ ویسا ہی معاملہ مریدوں سے برتنا چاہیئے حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرید نے بُرا بھلا کہا اور گالیاں دیں مگر آپ نے جواب نہ دیا اور دوسرے وقت وہ جماعت مخلصین میں توجہ لینے کو حلقہ میں آبیٹھا۔ میں نے چاہا کہ اسکو سزا دوں تو آپ نے منع فرمایا اور مثل دیگر مخلصوں کے اُسکو توجہ دی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت نے مثل مخلصوں کے اس کو توجہ دی۔ اسکا کیا سبب؟ تو آپ نے فرمایا "اے مرزا صاحب اگر میں اسکو توجہ نہ دیتا تو خداوند تعالیٰ جب مجھ سے حشر میں پوچھتا کہ تیرے سینہ میں ہم نے نور ہدایت عطا کیا تو نے کیا ہمارے بندہ کو کیوں محروم کردیا تو میں کیا جواب دیتا! کیا یہ کہتا کہ اسنے مجھے گالیاں دی ہیں اور یہ جواب کب قبول ہوتا سبحان اللہ یہ ہے درویشی! جیسے از روئے شرع (مسئلہ شرعی) اپنے اہل وعیال کے حقوق کو مقدم رکھ کر دوسرے غیر مستحق کو روپیہ کپڑا وغیرہ دینا ناپسند کرتا ہے اسی طرح غریب مریدوں کے اہل وعیال کے حقوق کو مقدم سمجھ کر ان سے کچھ نہ لے۔ تاکہ اہل حقوق کی حق تلفی نہ ہو۔ اور مواخذہ عاقبت سے پیر و مرید دونوں بچیں کیونکہ جب خاتم النبیین صلعم کا اَب بنانا ہے تو اپنے خلق کو اور ہر معاملہ کو ثابت کر کے دکھانا چاہیئے اور تو نہ اس آیت کا قَوْلُ اِنَّكَ

لعلیٰ خلق عظیمؐ ہونا چاہیئے، حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برادر گر خرد داری تمام　　　نرم و شیریں گوئے با مردم کلام

اے عزیز! اگر تو مکمل عقل رکھتا ہے (تو) لوگوں سے ہمیشہ نرم اور میٹھی باتیں کر

ہر کہ باشد تلخ گوئے ترش روئے　　　دوستاں از وے بگردانند روئے

جو شخص کہ بدمزاج اور کڑوی باتیں کہنیوالا ہوگا (اس سے) دوست بھی منہ پھیرنے لگیں گے

جیسے پیر اپنی بیوی اور بہنوں اور بیٹیوں کا پردہ مریدوں سے کرانا مناسب سمجھتا ہے اسی طرح مرید عورتوں سے پردہ کرنا چاہیئے، اور پردہ کی ہمیشہ احتیاط رکھے اور اپنے مریدوں کو پردہ کے معاملہ میں تاکید کرتا رہے کیونکہ بیعت ہونا سنت ہے اور پردہ فرض ہے، جب پردہ نہ کیا، اور ترک فرض کیا تو سنت بیعت کیسے قائم اور فائدہ بخش رہ سکے گی؛ نامحرم عورت سے پردہ نہونا بہت سی خرابیاں پیدا کرتا ہے، نفس شیطان سے کسی کو اطمینان نہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے، چنانچہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مکان میں یہ دونوں باپ اور بیٹی بیٹھے ہوئے تھے، اور یہ دونوں ذات مبارک وہ ہیں کہ جن کی پاکیزگی اور بزرگی میں قرآن پاک میں کئی جگہ آیات نازل ہوئی ہیں تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو تنہا بیٹھا دیکھ کر یہ فرمایا کہ اے ابوبکر شیطان دور نہیں ہے، تنہا بیٹی کے پاس بھی نہ بیٹھا کرو، بلکہ تیسرے آدمی کو ساتھ لیلیا کرو" جو پیر پردہ نہیں کرتے وہ نہایت خطرہ اور اندیشہ میں ہیں، سوال کسی چیز کا کسی سے نہ کرے، اگر کوئی خود بخود کوئی شے پیش کرے تو اسکو واپس بھی نہ کرے بشرطیکہ وہ شے اسکی تحقیق میں حرام نہ ہو، جب پیر ایسا معاملہ مریدوں سے برتے گا، تو مریدوں کو خواہ مخواہ محبت ہوگی، اور جب محبت ہوگی تو اس کو جلد ترقی ہوگی، جب کوئی شخص بیعت ہونے کو آئے تو اس مرید کے ذریعہ سے اللہ کی جناب میں اپنی گناہوں کی بخشش اور فتوحات

دارین کی دعا کرے، اور اپنے کو ہمیشہ مریدوں اور غیر مریدوں پر ترجیح نہ دے، نہ معلوم عاقبت میں کون اچھا ہو؟ کیسا ہی مسلمان گنہگار ہو اس پر اپنی ذات کو ترجیح دینا حرام ہے، مریدان کی قوت جسمانی و تعلقات دنیوی و حالت طبعی و خشکی و تقاضائے عمر وغیرہ پر لحاظ کر کے اسقدر ذکر اذکار و وظائف تعلیم کرے کہ جسکو وہ بآسانی بطیب خاطر روزمرہ ادا کر لیا کرے، مرید کو ہر وقت پاس نہ رکھے کہ اسمیں اندیشہ کمی محبت اور خلاف عادت کی وجہ سے بیزاری کا باعث ہوگا، کیونکہ جیسے شکلوں میں فرق ہے، اسی طرح ہر انسان کی عادتوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر وقت پیر بھی مرید کے پاس نہ رہے، مرید کے معاملات خانہ داری و خرچ اخراجات میں دخل نہ دے کیونکہ ہر شخص اپنے ضروری اور غیر ضروری اخراجات کو خوب جانتا ہے۔ اگر یہ اپنے مرید کو یا کسی مسلمان کو باتباع آیت شریف کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی مت کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچ کو دوست نہیں رکھتا) ہدایت کرنا چاہتا ہے تو تذکرۃً و حکایۃً سمجھا دے، ذکر حق و فکر حق کی طرف زیادہ رغبت دلائے، جب ذکر حق و فکر حق غالب آجائیگا تو مرید کی سب برائیاں خود بخود دور ہو جائیں گی، اور سب بھلائیاں اس میں پیدا ہو جائیں گی۔ اور کوئی بات ایسی نہ کرنا چاہیئے کہ مخلوقات کی نفرت کا باعث ہو اور مریدوں کی نظر میں ذلت و خواری ہو، اور مریدوں میں زیادہ خلا ملا نہ ہو، اور فضول باتیں اور حکایتیں بیان نہ کرنا چاہیئے، اس سے رعب اب شیخی میں فرق آتا ہے، اور جب مریدوں کے دل میں شیخ کی وقعت اور ہیبت اور آداب نہ ہوگا تو فائدہ نہیں ہو سکتا

فصل دوسری بیعت کرنے اور توجہ دینے کے بیان میں

جب کوئی خدا کا طالب بیعت کیلئے آئے تو اسکو حکم استخارہ کرے اور خود بھی استخارہ کرے

بحالت اطمینان طرفین کے پھر بیعت کرے، لیکن قبل بیعت کے یہ ضرور کہدے کہ فلاں فلاں بزرگ اس شہر میں ہیں اُن سے ملو اور مجھ سے وہ ہر طرح بہتر ہیں جب طالب مصر ہو کہ میں تو آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کروں گا تو پھر انکار نہ کرے، کیونکہ زیادہ انکار کرنے سے طالب کا دل پژمردہ ہوتا ہے اور بعض طالب مایوس ہو کر چلے جاتے ہیں بیعت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پیران عظامؒ کی ارواح طیبات کو الحمد شریف اور تین یا پانچ یا سات یا نو یا گیارہ طاق عدد سے قل ھو اللہ شریف پڑھ کر بخشے، اور ان کے توسل سے اپنے اور طالب کے واسطے توجہات ظاہری و باطنی جناب الٰہی سے چاہے اور آپ قبلہ رو ہو کر باوضو بیٹھے، اور مرید کو باوضو اپنے سامنے منھ کر کے اور کعبہ شریف کی طرف اس کی پیٹھ کرا کے دو زانو بٹھلائے، پہلے کلمۂ شہادت اور استغفار تین تین مرتبہ خود بھی پڑھے اور مرید کو بھی اسی کے پڑھنے کا حکم کرے جب پڑھ چکے تو مرید کا سیدھا ہاتھ اپنے سیدھے ہاتھ میں اور بایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے اور اپنے کو ذلیل و خوار اور ریا سمجھ کر بجائے اپنے پیر یا امام طریقہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کر کے مرید سے کہے تو کہہ کر قبول کیا میں نے طریقہ نقشبندیہ یا جس سلسلہ میں بیعت کرنا چاہتا ہے، اور یہ الفاظ تین مرتبہ خود کہے، تاکہ مرید سنکر ان الفاظ کو ادا کرے اور پھر اس کے بعد انگشت شہادت سے طالب کے دل پر اسم ذات لکھدے، یہ لکھنا اسم ذات کا کسی سیاہی یا رنگ سے نہ ہوگا، بلکہ انگشت شہادت سے اسم ذات میں جیسے حرف ہوتے ہیں ان حروف پر صرف انگلی پھیری جائیگی پھر طالب کو ہدایت کرے کہ وہ اپنے دل سے بقوت خیال اسم اَللّٰہُ جاری کرے اور منھ بند ہے اور آواز نہ نکلے اور زبان حرکت نہ کرے اور طالب سے کہے کہ تو اپنی آنکھیں بند کر کے یہ ذکر دل سے جاری کر اور شیخ طالب کے دل کی طرف متوجہ ہو کر اور ہمت باطنی سے نور باطنی اپنے قلب سے اس کے قلب میں ڈالے توجہ کی اصل وہ تفسیر ہے کہ جب سورہ اقرا نازل ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے خاتم النبیین

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تین مرتبہ اپنے سینہ سے لگا کر دبایا۔ تیسری مرتبہ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پڑھنے لگے، علاوہ اس کے توجہ کی اصل وہ حدیث شریف ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ بچھا دے چادر اپنی، تو حضرت ابوہریرہؓ نے بموجب ارشاد چادر اپنی بچھا دی اور حضورؐ نے اس چادر میں تین مرتبہ تین لپ اپنے سینۂ اقدس کی طرف سے بھر بھر کر اس میں ڈالے، پھر فرمایا حضورؐ نے کہ اے ابوہریرہؓ باندھ لے، پس انھوں نے اس چادر کو باندھ لیا، فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ اس روز سے نہ بھولا میں کوئی بات جو سنا میں نے برابر یاد رہا مجھ کو۔ علاوہ اس کے اور احادیث شریف سے بھی توجہ اور القا کی اصلیت ثابت ہے، اور یہ خیال کرے کہ نور دل حضرت خاتم النبیین صلعم سے جاری ہے، اور اولیائے کبارؒ کے سینوں میں ہوتا ہوا ہوا علی قدر مراتب سلسلہ یعنی قلب میں ہوتا ہوا سرایت کرتا ہوا میرے قلب میں آتا ہے اور میرے قلب سے قلب طالب میں جاتا ہے، میرے قلب سے مراد وہ قلب ہے کہ جسکو اس پیر نے اپنی جگہ قائم کر رکھا ہے اور اپنے کو برا اور ناکارہ جان کر علٰحدہ کر دیا ہے، اس کو توجہ کہتے ہیں اسیطرح ہر لطیفہ اور ہر مقام کی توجہ طالب کو دینا چاہیئے اور اسی طریقہ سے توجہ دیتا ہے، یہاں تک کہ طالب کا دل ذکر اللہ سے جاری ہو جائے اور توجہ کم سے کم تین ہفتہ تک طالب کو دے اور زیادہ جس قدر ہو سکے بہتر ہے، اور طریقہ عورتوں کے بیعت کرنے کا یہ ہے کہ عورت پردہ میں ہو سامنے تھو جو الفاظ مردوں سے کہلوائے جائیں گے وہی عورتوں سے لیکن اتنا فرق ہوگا کہ عورت کا نہ ہاتھ پکڑا جائیگا اور نہ اسکے قلب پر انگشت شہادت سے اسم ذات لکھا جائے گا، اسم ذات صرف قوت خیال سے عورت کے قلب پر لکھنا چاہیئے، اور عورتوں کا صرف زبانی اقرار کافی ہوگا اور بروقت بیعت مستورات کے اگر عورت کا محرم داخل سلسلہ ہے تو اس کو اپنے اور عورت کے درمیان بٹھا لیا جائے اور اگر داخل سلسلہ نہیں ہے تو اس کو اپنے سامنے اتنی دور بٹھایا جائے کہ وہ تلقین کے الفاظ کو نہ سن سکے

اور جیسے پیر کو مریدہ عورت نامحرم کا دیکھنا جائز ہے، اسی طرح عورت نامحرم کو بھی پیر کا دیکھنا
جائز نہیں اور عورت کو بحالت حیض ونفاس بھی بیعت کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود بیعت سے توبہ کا کرنا اور تزکیہ
نفس ہے، پہلے زمانہ میں جن بزرگوں کی روح پیدائشی قوی تھی، جیسے حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین
عبدالقادر جیلانیؒ و حضرت خواجہ نقشبندؒ و حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ و حضرت خواجہ مجدد الف ثانیؒ
و حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہیدؒ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، یہ بزرگوار باوجود پیدائشی ولی ہونے کے
بیس بیس تیس تیس برس اپنے شیخ کی خدمت میں رہے ہیں اور ذکر وفکر خدا اور خدمت شیخ کی ہے
اسی واسطے یہ بزرگ بڑے بڑے پایہ کے گذرے ہیں اور ہر سلسلہ کے پیشوا اور رہنما اور توسل دارین بنا
اور جیسے وہ تھے ویسے ہی ان کے پیر بھی زبردست تھے، اب ایسے طلبہ ہیں، اور نہ ایسے شیخ، نہ اتنا
زمانہ طلب میں صرف کرتے ہیں نہ ویسا خلوص اور نہ زمانہ قرب نبوت، اب جو کچھ تھوڑے زمانہ میں
تھوڑی ریاضت میں طلبہ کو فیض اور نور باطنی ملتا ہے، یہ سب بفضل خدا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اور پیران عظامؒ کا صدقہ اور توسل ہے، طالب کی ہمت کو بلند کرنا چاہیئے، ایسی بات نہ کہنی چاہیئے کہ
جس سے طالب مایوس ہو کر طلب حق سے باز رہجائے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے روز بروز ہر معاملہ میں
آسانی بموجب ارشاد لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اس کی طاقت
اور قوت کے اندازہ سے تکلیف دیتا ہے) فرماتا ہے اور چند خوابوں، یا کشف، یا انوار لطائف نظر
آنے سے طالب کو کمال حاصل ہونے یا تعریف کرنے سے نہ باور کرے اور نہ اجازت کم از کم سلطان
الاذکار حاصل ہونے سے پہلے دے اور اجازت طریقہ غیبی نہ ہوجائے تب تک نہ دے، اور اجازت
دینے میں جلدی نہ کرے، ظاہر میں متبع سنت باطن میں ولایت صغریٰ اور یا سلطان الاذکار
اسکو حاصل ہو اور صحبت بھی عرصہ تک رہی ہو، اور معاملات شریعت و طریقت میں اسکو استقامت
نصیب ہو، ہر حالت میں مرید کو بموجب ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا

اعتدال پر کاربند ہونے کا حکم کرے قلب کے اجزا میں جہانتک ہوسکے پیر و مرید دونوں کوشاں رہیں قلب تمام مقامات کا مرکز ہے جسقدر قوت ذکر قلبی میں ہوگی اسیقدر ہر مقام میں ترقی اور قوت ہوگی اور ذکر قلبی اگر قوی ہوگا تو حالات سلطان الاذکار کے بھی زیادہ منکشف ہوں گے اور سلطان الاذکار اگر قوی ہوگا تو انشاء اللہ ولایت صغریٰ بھی نہایت قوی ہوگی۔ اور ولایت صغریٰ تمام مقامات عالیہ کی سیڑھی اور کنجی ہے، جب طالب کا ذکر قلبی نہایت قوی ہوجائے تو چاہیئے کہ لطیفہ نفس کی نور باطن سے پرورش کرے، جب لطیفہ نفس پر اثر ذکر کا قوی ہوگا تو درمیانی لطائف روح سر خفی اور اخفیٰ خود بخود منور اور ذاکر ہوجائیں گے اور سلطان الاذکار جاری ہوجائیگا۔ یہ طریقہ اختصار عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اسی طرح سلطان الاذکار کو نہایت قوی ہونے دے یہانتک کہ علاوہ جسم کے تمام شجر حجر در و دیوار ذرہ ذرہ اور آسمان و زمین اور دیگر مخلوقات سے آواز ذکر کی طالب کو آنے لگے، جب سلطان الاذکار قوی ہوجائے گا تو نور ولایت صغریٰ بہت جلد اثر کرے گا اور بلا کسی تعلیم کے حال مقام "ہمہ اوست" کا اُس پر طاری ہوجائے گا اور اسی طرح ولایت صغریٰ کو مثل ذکر قلبی سلطان الاذکار کے خوب قوی اور پختہ ہونے دے، یہانتک کہ علم سالک میں غیریت اُٹھ جائے، بلا اس فنا و بقا کے آگے مقامات میں ترقی نہیں ہوتی، جیسے مولنا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہیچ کس را تا نہ گردد او فنا — نیست رہ در بارگاہ کبریا

جبتک کسی آدمی کو یہ فنا نہ ہو (اُسوقت تک) اُس کو بارگاہ ایزدی کا راستہ نہیں ملتا

فصل تیسری اس بیان میں کہ مرید کو کیا کرنا چاہیئے

بعد بیعت ہونے کے جو کچھ شیخ تعلیم فرمائے اُس کو اور اتباع سنت کو خوب مضبوط پکڑے

اور شب و روز اس میں مشغول رہے اور جس قدر محبت پیر سے زیادہ ہوگی اسی قدر ترقی جلد ہوگی چنانچہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "فقیر نے جو کچھ پایا ہے وہ اپنے پیر کی غلبہ محبت سے پایا ہے" اور جو کچھ اوراد و وظائف بیعت سے پہلے پڑھتا ہو اُس سب کو پیر پر ظاہر کرے، جس چیز کے واسطے پیر منع کرے اُسکو چھوڑ دے اور جس کی اجازت دے اُس کو پڑھے اور جس معاملہ میں پیر ساکت رہے اس کا بار بار کہنا اور حسب منشا اس معاملہ کا طے ہونا یا طے کرانا نہیں چاہیئے، اس میں نقصان کی صورت ہے، مرید مثل بیمار کے ہے، اور پیر مثل حکیم کے، لہٰذا جو دوا اور پرہیز بتلائے اسی پر عمل کرنا چاہیئے، پیر کے کہنے سے کسی معاملہ میں اپنی طرف سے زیادتی کمی نہ کرے اگر ذکر فکر یا وظائف میں ذرا زیادتی یا کمی کیجائیگی تو فائدہ ہرگز نہیں ہوگا، جو بات سمجھ میں نہ آئے اُس کو دریافت کرے، اسی معاملہ یعنی اتباع میں حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

بہ مے سجادہ رنگین کن اگر پیر مغاں گوید   کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

جائے نماز کو شراب میں رنگ لے اگر پیر مغاں کہے   کیونکہ سالک راہ حق کی منزل کے راہ و رسم سے بیخبر نہیں ہوتا

اور حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں،

از اطاعت شیخ خود قاصر مشو   ہمچو موسیٰؑ زیر حکم خضرؑ شو

پیر کی خدمت میں باادب رہنا چاہیئے کہ جس کا ذکر باب اوّل کی چھٹی فصل میں آچکا ہے پیر کی خدمت میں سوائے ذکر فکر کے اور کسی طرف مخاطب نہ ہونا چاہیئے بلکہ یہ بہتر ہوگا کہ بجائے ذکر فکر کے اگر اپنے دل کو پیر کے قلب کی طرف کر کے ہمہ تن اس خیال میں مشغول ہے کہ قلب شیخ سے میرے قلب میں نور باطن آرہا ہے، اس سے جلد ترقی ہوتی ہے، پیر کی خدمت میں زیادہ بات نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ خاموش رہنا افضل ہے، تاکہ تو حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کی حقیقت سے واقف ہو،

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند　　گر نہ بینی سرِ حق بر ما بخند

آنکھ۔ کان۔ منہ بند رکھو (اسپر بھی) اگر تو اسرارِ حق سے واقف نہو تو ہم پر ہنس

خنجرِ خاموشی و شمشیرِ جوع　　نیزۂ تنہائی و ترکِ ہجوع

خاموشی کا خنجر اور بھوک کی تلوار تنہائی کا نیزہ اور ترکِ خواب یہ تیرا اسرارِ حق سے واقف کرانیوالا

پیر کے معاملات خانہ داری و اخراجات میں دخل نہ دینا چاہیئے اسکی عادات کہ جو اسکی منشاء کے خلاف ہوں ان پر اعتراض کرنا چاہیئے، بعد کمالات کے پیر کے حالات اور معاملات مثل عام لوگوں کے سے ہوجاتے ہیں، ان حالات سے اس کو عام نہ سمجھنا چاہیئے، کیونکہ باطن اس کا نورانی اور ظاہر اس کا عام بندوں کا سا ہوتا ہے، پیر سے اس وقت میں گفتگو کرے کہ جس وقت پیر گفتگو کرنے کو مخاطب ہو، بروقت ذکر و فکر حلقہ و مراقبہ اس سے کوئی گفتگو نہ کرے، ایسی حالت میں گفتگو کرنے سے مرید کو نقصان پہونچتا ہے، اپنی عورتوں کا پیر سے پردہ کرانا چاہیئے، پیر کے پاس شب و روز اکثر نہ رہے، بلکہ حلقہ اور مراقبہ کے وقت ضرور حاضر رہے، اور روزمرّہ کی حاضری صحبت کے متعلق حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

نمازِ زاہد حقیقت قضا بود لیکن　　نمازِ صحبتِ ما را قضا نخواہد بود

ذکرِ حق چاہے قضا ہوجائے لیکن　　ہماری نمازِ صحبت قضا نہیں ہوتی

اور بعد نمازِ تہجد نمازِ صبح تک اور ہوسکے تو اشراق تک مراقبہ اور ذکر میں رہنا چاہیئے اور بعد مغرب سے عشا تک یہ دونوں وقت خاص نزولِ فیضان و التفاتِ ارواحِ طیبات پیرانِ عظام کے ہیں، ہر وقت قریب رہنے سے بعض باتیں پیر سے بوجہ بشریت ایسی صادر ہوتی ہیں کہ جس سے مرید کو اچھی نہ معلوم ہوں اور بہت سی باتیں مرید کی ایسی ہوتی ہیں کہ جس کے سرزد ہونے سے پیر کی منشاء کے خلاف ہوں، اور یہ دونوں کی عادتیں محبت للّٰہ فی اللّٰہ میں فرق ڈالنے والی

نمازِ صحبت کا ذکر حق ہے

ہوتی ہیں اور یہ کہ محبت یا دل میں اعتقاد کے فرق آنے سے طالب نورِ باطن سے محروم رہجائے؛ پیر سے روپیہ قرض نہ لے اور نہ پیر مرید سے قرض لے، اگر بحالت مجبوری و معذوری قرض لیا بھی جائے تو معاملہ کی صفائی رکھنا چاہیئے، ورنہ محبت اور خلوص میں فرق آتا ہے، پیر کے انتقال کے بعد اُس کے اہل و عیال کی خدمت کرنا چاہیئے، اسمیں خوشنودی حق و خوشنودی ارواح طیبات پیرانِ کبار کا باعث ہے، پیر کے پاس سونا نہ چاہیئے، کیونکہ بعض وقت خراٹوں کی آواز سے اور بعض وقت کھانسی سے اور بعض وقت نیند میں بڑانے سے دوسرے آدمی کی نیند اُچٹ جاتی ہے اور بعض وقت بوجہ بشریت اخراج ریاح کے شرم دامنگیر ہوتی ہے، اور جو وقت پیر کے آرام اور سونے کا مقرر ہو اُس وقت اس سے علیحدہ ہو جائے کیونکہ وقت پر نہ سونے سے طبیعت مکدر ہوتی ہے اور پھر پچھلی شب کے اُٹھنے میں سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے، اور یاد خدا اور وظائف میں پورا حظ اور ذائقہ نہیں آتا، بعض وقت جاگتے ہیں اور بعض کو سوتے میں شیطان بشکل بشر پیر کی ایسی برائیاں کرتا ہے کہ جس سے محبت میں فرق آئے اور طالب نور باطن سے محروم رہ جائے، یہ باتیں مجھ پر خود گذری ہیں اور ایسی حالت میں لاحول اور استغفار پڑھنا چاہیئے، علاوہ ذکر و فکر کے خدا توفیق دے تو پیر کی ہر قسم کی خدمت میں دریغ نہ کرے جب پیر کی طبیعت خوش ہوگی تو خدا بھی خوش ہوگا، کیونکہ پیر کی خوشی اور ناخوشی کے ساتھ خدا کی خوشی اور ناخوشی وابستہ ہے، پیر کی خوشنودی سے ترقی باطن اور ظاہر کی جلد ہوتی ہے کہ جو ذکر و فکر سے نہیں ہو سکتی ہے، چنانچہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں اے دروغگو تو دعویٰ کرتا ہے دینداروں کے ساتھ محبت کا اور اپنے دینار و درہم اُن سے چھپاتا ہے، کہ کہیں کسی کو دینا نہ پڑے، حالانکہ اُنکے قرب اور مصاحبت کا خواہاں ہے، پیر کی خدمت دنیا و آخرت میں مصیبت سے بچانے والی اور آفات دین و دنیا سے نجات دلانے والی اور ہر آرزوئے دین و دنیا کو پورا کرنے والی ہوتی ہے جیسے کہ

نانبائی صاحب نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اور خوشنودی سے ایک ہی توجہ میں کامیابی حاصل کی اسی واسطے حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

تا توانی اے پسر خدمت گزیں — تا شود اسپ ارادت زیر زیں

جہاں تک ہو سکے اے عزیز خدمت کر — تاکہ تیری مرادیں پوری ہوں

ہر کہ پیش صالحاں خدمت کند — ایزدش با دولت و حرمت کند

جو خاصانِ حق کی خدمت کرتا ہے — خدائے تعالیٰ اسکو صاحب عزت و دولت بنا دیتا ہے

بہر خدمت ہر کہ بربندد کمر — از درخت معرفت یابد ثمر

جو شخص خدمت پر کمر بستہ ہو جائے (یعنی آمادہ ہو جائے) وہ معرفت کے درخت کا پھل حاصل کرتا ہے

بندہ چوں خدمت مرداں کند — خدمت او گنبد گرداں کند

جو بندہ خاصانِ خدا کی خدمت کرتا ہے — تو اسکی خدمت اسکو سربلند کر دیتی ہے

فصل چوتھی نماز ہائے ضروری میں

بیان نماز تہجد

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مالابد منہ میں نماز تہجد کو سنت مؤکدہ فرماتے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعد نماز فریضہ پنجگانہ کے کوئی نماز اشرف و اعلیٰ نماز تہجد سے نہیں ہے۔ نماز تہجد کی ایک رکعت نماز نافلہ کی ہزار رکعت سے بہتر ہے۔ پس طالب ہمیشہ اس نماز کے گزارنے میں سستی اور کاہلی نہ کرے۔ اور اسکی ادائیگی کو بمنزلہ ادائے نماز پنجگانہ جانے۔ اگر اتفاق سے قضا ہو جائے تو دن میں اس کو ادا کرے

اور پچھلی شب کو تضرع و زاری و دعا و استغفار کرے کیونکہ دعا اس وقت کی جلد قبول ہوتی ہے اور کپڑا آلودہ لوثِ غفلت و معصیت کا اسوقت کی تضرع و زاری کے پانی کے بغیر پاک صاف نہیں ہوتا ہے اور دریائے رحمت و مغفرت بے تکرار استغفار جوش زن نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے صحابہؓ سے فرمایا: تم کو معلوم ہو کہ شب بیدار ہو کر یہ رفتار انبیاء و مرسلین اور اولیاءؒ کی ہے، تم بھی اس کو اختیار کرو شب بیدار ہو کہ وہ وقت قربِ حق اور رحمتِ حق تعالیٰ کا ہے اور سبب ہے گناہوں کے کفارہ کا، اور شب بیداری کی فضیلت آیاتِ قرآن پاک اور حدیث شریف سے ثابت ہے "تمام ہوا کلام حضرت مرزا جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کا" اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر شب میں آسمانِ اول پر جلوہ افروز ہو کر اپنے بندوں کو پکارتا ہے، ہے کوئی بندہ جو مغفرت چاہے میں اس کو بخشوں، ہے کوئی روزی مانگنے والا اُسے روزی دوں، ہے کوئی حاجت والا کہ اسکی حاجت روا کروں، غرضکہ صبح صادق تک ایسا ارشاد ہوتا رہتا ہے حضرت مولٰنا فرماتے ہیں

بانگ می آید کہ اے طالب بیا ۔۔۔ جود محتاج گدایاں چوں گدا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی ہے کہ اے مانگنے والو آؤ ہماری بخشش و عطا مانگنے والوں کی تلاش میں ہے جیسے مانگنے والے سخی کو ڈھونڈتے ہیں

جود می جوید گدایان و ضعاف ۔۔۔ ہمچو خوباں کآئینہ جوید صاف

ہماری سخاوت و عنایت فقیروں اور طلبگاروں کی ایسی مشتاق ہے جیسے معشوق (صاف) آئینہ کے خواہشمند رہتے ہیں

روئے خوباں از آئینہ زیبا شود ۔۔۔ روئے احساں از گدا پیدا شود

خوب صورتی آئینہ سے معلوم ہوتی ہے ۔۔۔ اور بخشش کا اظہار مانگنے والے سے ہوتا ہے

چوں گدا آئینۂ جود ست ہاں ۔۔۔ دم بود بر روئے آئینہ زیاں

چونکہ فقیر (مانگنے والا) بخشش و سخاوت کا آئینہ ہے اس لئے اسکو نہ دھتکاؤ کیونکہ جب آئینہ پر منہ کی بھاپ لگتی ہے تو وہ دھندلا

زاں سبب فرمود حق در والضحیٰ ۔۔۔ بانگ کم زن اے محمدؐ بر گدا

اسی وجہ سے پروردگارِ عالم نے سورۂ والضحیٰ میں فرمایا ہے کہ اے پیارے نبی فقیر کو کبھی نہ دھتکار

اے بندہ خدا، اے طالبِ خدا ایسے وقت کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دو، اور وقتوں میں تم خدا کو پکارتے ہو، اس وقت خود خدا تم کو پکارتا ہے۔

پنجابی

ہر شبِ آخر میں ربّ العالمیں | از طفیلِ رحمتہ للعالمیں
تا صبحِ صادق یہ فرمائے خدا | بخشش و رحمت کا در میرا کھلا
مانگو مجھ سے میں وہی دوں گا ضرور | اٹھو حاضر ہو نہ بھاگو دور دور
منعم و غفار و رحمٰن و رحیم | میں ہوں رازق اور ستار و کریم
آؤ دیکھو میرا انعام و کرم | سب خطائیں بخش دوں گا یک قلم
بیکسوں کے در پہ پھرتے ہو سدا | قادرِ مطلق سے مانگو تو ذرا
از گدا تا شاہ سب محتاج ہیں | انبیاء و اولیاء محتاج ہیں
در پہ محتاجوں کے اے محتاج کیوں | آرزو لیکر کے تو جاتا ہے کیوں
فستجبنا یہ میرا وعدہ ہے عام | میرے بندہ مانگنا تیرا ہے کام
میں غنی ہوں اور سب محتاج ہیں | ہیں گدا یا خواہ صاحب تاج ہیں
اے برادر کب تلک سوتا ہے | عمر اپنی مفت میں کھوتا رہے
روئی غفلت کان سے اب تو نکال | سرمہ دیدِ حق کا اب آنکھوں میں ڈال
نیند نے رکھا نہ تجھ کو کام کا | تو مسلماں رہ گیا بس نام کا
اے محبِ خواب دشمن عاقبت | عاقبت ہو سے خراب در آخرت
رب پکارے اور تو غافل رہے | نیند سے اٹھنے میں تو کاہل رہے
دعوئے حبِ خدا کرتا ہے تو | اور خلاف اس کے سدا کرتا ہے تو
اے منافق کاذب و اے بوالفضول | کب کرے تو رخ خدا دل میں نزول

یہ خمارِ نیند تیرا کب تلک — بستر راحت یہ سونا کب تلک
یہ جوانی یہ تغافل کب تلک — یہ پسر یہ مال و دولت کب تلک
ایک دن یہ خاک میں ملجائیں گے — جسم تیرا جانور کھا جائیں گے!
اٹھ خدا کے واسطے اب تو ذرا — معصیت سے بھاگ رب سے دل لگا
بندگی ہے کام بندہ کا سدا — صابر و شاکر بہ تسلیم و رضا
گر نہ کی تو نے یہاں کچھ بندگی — حسرت و افسوس ہو شرمندگی
حضرت مولینا رومیؒ جناب — اُمت احمدؐ کو کرتے ہیں خطاب
زندگی آمد برائے بندگی — زندگی بے بندگی شرمندگی
مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ بخواں — جز عبادت نیست مقصود از جہاں

کیا انصاف اسی کا نام ہے کہ جس وقت شب کو تمھاری بیوی تمھارے بچے تمھارے دوست تمھارے حاکم پکارتے ہیں تو تم فوراً آواز دیتے ہو' خدمت کرنے کو نیند چھوڑنے کو تیار ہو جاتے ہو' افسوس! ہزار افسوس!! شب آخر میں خدا بندہ کو پکارے' اور بندۂ ذلیل پڑا رہے تم خود انصاف کرو کہ تم خدا کی پکار کی کس قدر وقعت جانتے ہو؟ اور عزیزوں دوستوں کو جو فانی ہیں' بے وفا ہیں' اور وہ خود محتاج ہیں' اپنی حاجتوں اور غیر کی حاجتوں کے روا کرنے میں' پھر ایسے بیکار اور بے وقار اور مکاروں کی آواز کی تم کس قدر وقعت کرتے ہو' اے عزیز! عزیز و اقارب تم کو اپنے کام اپنے آرام کیلئے پکارتے ہیں' اور خدا تمھاری راحت اور تمھارے کام کے لئے پکارتا ہے' عورتیں جو ضعیف الجثہ اور ضعیف العقل ہیں' پچھلی شب سے اپنے شوہر اور اپنے بچوں کی خوشی و راحت کے واسطے اٹھ کر محنت شاقہ کھینچکر چکی پیستی ہیں' خاکروب بہت صبح سے اٹھ کر راستوں کا کوڑا کچوڑا صاف کرتے ہیں' دھوبی بہت صبح سے پانی میں کھڑے

ہو کر کپڑے دھوتے ہیں، لیکن اے بندہ خدا تجھ کو شرم نہیں آتی کہ طلب خدا کا دعویٰ ہے اور قوی القوی اور قوی العقل ہونیکا مدعی ہے مگر بجائے چکی پیسنے کے اور راستوں میں جھاڑو دینے کے ذرا وضو کر کے چند رکعتیں رب کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا دشوار ہے، دل کے گرد و غبار معصیت کو ذکر کی جھاڑو سے صاف کرنا تجکو پہاڑ نظر آتا ہے، اے منافق اپنے کلام منافقانہ کو چھوڑ محبت اور دعویٰ کا ثبوت اعمال سے دے، زبانی جمع خرچ بیکار ہے، پچھلی شب کو اٹھ، اپنے گناہوں پر رو تاکہ تیرے خشک شدہ باغ دل کو رحمت حق کا پانی سرسبز کرنے، ورنہ عنقریب موت تجکو ایسا سلائیگی کہ تو حشر تک نہ اٹھے گا، اور تیری سب آرزوں کا خاتمہ کر دیگی،

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

گریہ وزاری عجب نعمت ہے اور خصوصاً گریہ وزاری شب آخر کی، حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں،

تا نہ گرید ابر کے خندد چمن
تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن

جبتک بادل نہ روئے (یعنی نہ برسے) اسوقت تک چمن کیسے کھل سکتا ہے اور جبتک بچہ نہ روئے دودھ کیسے پیدا ہو سکتا ہے

طفل یک روزہ ہمی داند طریق
کہ بگریم تا رسد دایہ شفیق

ایک دن کا بچہ بھی یہ بات جانتا ہے کہ جب میں روؤں گا تب میری ماں مجھے دودھ پلائیگی

تو نمی دانی کہ دایہ دایگاں
کم دہد بے گریہ شیرت رایگاں

کیا تجھے یہ علم نہیں کہ جبتک تو نہ روئے گا (عبادت نہ کریگا) اسوقت تک دایہ حقیقی (اللہ تعالیٰ) تجھے دودھ (رحمت) نہیں دیگا

گفت ولیبکوا کثیرا گوش دار
تا بریزد شیر فضل کردگار

اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ زیادہ گریہ وزاری کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل فرمائے

کار تو موقوف بر زاری دل است
بے تضرع کامیابی مشکل است

تیری کامیابی گریہ وزاری پر منحصر ہے
کیونکہ بلا گریہ وزاری کامیابی مشکل ہے

ہر کجا آب رواں خضرت بود	ہر کجا اشک رواں رحمت شود
جہاں پانی بہیگا وہاں سبزہ ہوگا	اور جہاں آنسو بہینگے وہاں رحمت ہوگی
اے خنک چشمے کہ او گریان اوست	اے ہمایوں دل کہ او بریان اوست
وہ آنکھ کسقدر ٹھنڈی ہے جو خدا کی محبت اور خوف میں روتی ہے	اور وہ کس قدر مبارک دل ہے جو راہ حق میں سوختہ ہو

ترکیب نماز تہجد

نماز تہجد میں اکثر لوگ مختلف سورتیں مختلف ترکیب سے پڑھتے ہیں، بعض حافظ قرآن الحمد سے لیکر سورہ والناس تک سلسلہ وار قرآن شریف ختم کرتے ہیں، بعض قرآن شریف کی ایک منزل روز پڑھ لیتے ہیں، بعض زیادہ اور کم، بعض سورہ اخلاص کو ہر رکعت میں بعد الحمد شریف تین تین بار یا پانچ پانچ یا سات سات یا گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھتے ہیں، اور بعض اوّل رکعت میں ایک بار دوسری میں دو تیسری میں تین اسی طرح بارھویں رکعت میں بارہ مرتبہ پڑھتے ہیں، بعض اول رکعت میں بارہ مرتبہ دوسری میں گیارہ تیسری میں دس، اسی طرح ایک ایک کم کرکے بارھویں رکعت میں ایک مرتبہ پڑھتے ہیں، لیکن حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اکثر نماز تہجد میں سورہ یٰسین شریف پڑھتے ہیں حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تین دل مومن ایک وقت میں جمع ہوکر دعا کرتے ہیں، تو دعا رد نہیں ہوتی، ایک سورہ یٰس کہ جو دل ہے قرآن شریف کا، اور دوسرے شب آخر کہ جو دل ہے رات کا، اور ایک دل مومن بندہ خدا کا، لہذا جس وقت یہ تینوں دل جمع ہو جاتے ہیں تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے، حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے پیر ہیں، نماز تہجد میں ساٹھ مرتبہ یٰس شریف پڑھا کرتے تھے، پس طالب حق کو چاہیئے کہ نماز تہجد ضرور پڑھیں، اور اس میں یٰس شریف بھی ضرور پڑھیں، اب یہ اپنی ہمت پر حصر ہے کہ ہر رکعت

میں لیس شریف ایک مرتبہ پڑھیں یا زیادہ یا ہر رکعت میں نصف نصف یا ہر رکعت میں ایک ایک رکوع ۔ اگر سورہ یس شریف کسی کو یاد نہ ہو تو کچھ قرآن شریف میں سے یاد ہو اور اسکو آسان معلوم ہو وہ پڑھے اور اتنا پڑھے کہ وہ بلشہ بخوشی دل اس کو ادا کرتا ہے ۔ تاکہ خلوص میں فرق نہ آئے، بہت نہ ہو ، تھوڑا ہو لیکن ساتھ خلوص کے ہو اور اُس میں استمرار ہو ۔ ایسی زیادتی عبادت میں نہ کرے کہ جس سے نفس تنگ آکر تھوڑے کار خیر سے بھی باز رکھدے ، غرضکہ پچھلی شب کو اُٹھنا اور اپنے رب کے سامنے زمیں پر سر رگڑنا اور اپنے گناہوں پر نادم ہونا یہی مطلب کی بات ہے اور جو سویا اُس نے کھویا " جس نے اپنی نیند کو دوست رکھا ، اُس نے اپنی راحت دارین کو تباہ و برباد کیا ، سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ،

خواب نوشین بامداد رحیل | بازدارد پیادہ راز سبیل
میٹھی نیند کوچ کی صبح کو | پیدل آدمی کو راستے سے باز رکھتی ہے

طالب کو چاہیئے کہ نماز تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد بیٹھ کر مراقبہ و ذکر حق میں مشغول رہے نہ ایسا زیادہ کھڑا رہے کہ جس سے تھک جائے نہ ایسا زیادہ بیٹھا رہے کہ جس سے بیٹھے بیٹھے تنگ آجائے ، وقت نماز تہجد کا آدھی رات گزر جانے کے بعد سے صبح صادق سے قبل تک ہے ، رکعت نماز تہجد میں بارہ سے دو تک اجازت ہے ،

نمازِ اشراق

نمازِ اشراق کی دو رکعت ہیں ، اوّل میں بعد الحمد سورہ کافرون اور دوسرے میں سورہ اخلاص لیکن پیران عظام نے ان دو رکعت کے بعد دو رکعت صلوٰۃ استخارہ اکثر پڑھی ہیں ، ان ہر دو رکعت صلوٰۃ استخارہ میں بعد الحمد پانچ پانچ بار سورہ قل ھو اللہ شریف پڑھنے کو فرمایا ہے ، صبح کی نماز کے بعد اسی جگہ ذکر

فکر میں مخاطب ہے آفتاب نکلنے کے بعد نماز اشراق پڑھے کہ یہی وقت آفتاب نکلنے کے بعد نماز اشراق کا ہے

نمازِ چاشت

نمازِ چاشت کی چار رکعتیں ہیں ، نمازِ چاشت کا وقت دھوپ تیز ہونے کے بعد سے زوالِ آفتاب سے قبل ہے ،

نماز فی الزّوال

نمازِ زوال آفتاب کے زوال سے بعد اور ظہر کی نماز سے پیشتر چار رکعت ہیں

نمازِ اوّابین

نمازِ اوابین کی چھ رکعتیں ہیں ، بعد نمازِ مغرب دو دو رکعتوں کی نیت کر کے پڑھی جاتی ہیں ان نمازوں کے پڑھنے سے فتح ابواب ہوتا ہے ، اور ہزاروں دین و دنیا کے فائدے ہیں ، سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اتباع حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔

فصل پانچویں دعائے حزب البحر کے بیان میں

دعائے حزب البحر کو تمام طرق صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین میں پڑھتے ہیں ، اور اسکی برکتیں اور انوار جس پر جس قدر گذرتے ہیں وہ خوب جانتا ہے ، یہ دعائے مبارک نہایت مستجاب نہایت سریع التاثیر اور حل مشکلات ہے ، اس کا ہر ہر جملہ توحید اور دعا سے خالی نہیں ، اسمیں قرب حق ہے ، اسمیں تسخیر ہے

اس میں تقہیر ہے۔ اس میں رزق کی ترقی ہے۔ اسمیں دفع امراض جسمانی و روحانی ہے غرضکہ جو بھی کام دین و دنیا کا ہو بشرطیکہ حلال ہو ضرور اللہ تعالیٰ اس کو حل فرماتا ہے حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس دعا کو نوسو ننانوے ۹۹۹ مرتبہ پڑھ لیتا ہے۔ وہ داخل جماعت اولیاء ہو جاتا ہے کیونکہ اولیا محفوظ ہیں اور ۹۹۹ کا عدد بھی یاحفیظ کا ہے اور اس دعا کے شروع میں نَسْئَلُکَ العِصْمَۃَ سے عَنْ مُطَالَعَۃِ الغُیُوبِ تک دعا کے الفاظ طلب ولایت کرتے ہیں اور یہ دعا دعائے حزب البحر کا مغز ہے۔ میرے دادا پیر حضرت شیر محمد خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے پیر حضرت علی شیر خانصاحب سے فرمایا کہ یہ دعائے حزب البحر دشمن کے واسطے تلوار ہے اور دشمن کے وار سے بچنے کے لئے ڈھال ہے۔ اور یہی ارشاد حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعا کی بہت تعریف کی ہے اور اسکی شرح اور تاثیر کے بارہ میں ایک کتاب جوامع حزب البحر لکھی ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس دعا کو چالیس برس تک برابر پڑھتے رہے اور کبھی قضا نہ کی۔ نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالی نے اپنی کتاب الدّاء والدّواء میں اس دعائے حزب البحر کی بہت تعریف کی ہے۔ نفس دعا میں اکثر کم اختلاف ہے لیکن اعتصام اور اختتام دعا میں اکثر صوفیہ نے اپنی فہم کے مطابق زیادتی اور کمی کی ہے۔ لیکن میرے نزدیک جس قدر دعا کے الفاظ نفس دعا میں یا اعتصام یا اختتام دعا میں حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہوا اتنا ہی پڑھنا افضل و اولیٰ ہے کیونکہ وہ اس دعا کے امام ہیں اور انھیں کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا ہم کو عنایت فرمائی ہے۔ اور وہ سلسلۂ شاذلیہ کے بھی امام ہیں۔ یہ دعائے مبارک ان لوگوں کے واسطے بہت مناسب ہے کہ جو بعد فنا و بقا یا الہام خدا کسی کام دین کے انتظام یا خلق کے انتظام یا امت کی دعا اور حفاظت کے واسطے یا قاصین کو خدا کی طرف لیجانے کے لئے مقرر کیے گئے ہیں۔ ہر کس و ناکس اور غیر محتاط کے پڑھنے کی دعا نہیں ہے۔ جو شخص محتاط نہ ہو۔ اور اس دعا کو اپنے نفس کی خواہش کے موافق ناحق کیا تھا

پڑھیگا، یعنی اپنے مخالف کو ناحق تکلیف پہنچانے اور ناحق فائدہ اُٹھانے کو پڑھیگا تو اسکو خود تکلیف پہنچ جائے گی۔

ھدایت: طالبِ حق کو چاہیئے کہ جب تک وہ ولایت صغریٰ سے مشرف نہ ہوجائیں اس وقت تک سوائے ذکر و فکر خدا کے کسی وظیفہ کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

فصل چھٹی ختم خواجگان میں

ختم خواجگان بھی نہایت مشہور اور پُر تاثیر وظیفہ ہے۔ اکثر سلاسل میں اس کو بزرگ اور صاحب حاجت پڑھتے آئے ہیں، ہر مقصد ہر مطلب کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے، اس کو ہمیشہ پڑھے تو بہت ہی اچھا ہے، ورنہ بوقت ضرورت جو کام مشکل سے پیش آئے اُس کے حل ہونے کو ایک شخص یا چند اشخاص مل کر چالیس دن پڑھیں۔ انشاء اللہ ضرور مطلب برآری ہوگی۔ ترکیب ختم خواجگان یہ ہے کہ اول ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ ایک بار پڑھے، بعد اُس کے سورہ فاتحہ سات بار بعد اُس کے درود شریف سو بار بعد اسکے سورہ الم نشرح ۷۹ بار، بعد اُس کے سورہ اخلاص ۱۰۰۱ بار، بعد اُس کے سورہ فاتحہ سات بار بعد اس کے درود شریف سو بار بعد اس کے ہاتھ اُٹھا کر ثواب اس کا حضرات خواجگان نقشبندیہ کی ارواح طیبات کو بخش کر اُن کی ارواح مقدسہ کے توسل سے اپنے کام کے حل ہونے کی دعا خدا سے مانگے، بسم اللہ ہر سورہ کے ساتھ پڑھنی چاہیئے، ختم خواجگان تو صرف اتنا ہی ہے لیکن بعض اشخاص اپنی ضرورت کے موافق اسمائے الٰہی میں سے سو سو بار یہ اسم پڑھ لیا کرتے ہیں جیسے وقت امراض یا آفات کے یا دافع البلیات یا بضرورت روزی کے یا رزاق یا اللہ کام کے یا حلال المشکلات یا وقت بیماری کے یا شافی الامراض وغیرہ۔

ختم مجددیہ

یہ ختم شریف بھی ہر درد سے را دوا و ہر مرضے را شفا کا مصداق ہے، یہ ختم شریف حضرت امام ربانی غوث الصمدانی قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کام میں کامیابی کی امید نہ ہو چکی ہو اس کے پڑھنے سے کامیابی ہوتی ہے، خصوصاً کوئی آفت ناگہانی یا ہیضہ یا طاعون آسمانی نازل ہو چکے ہوں، تو اس کے دفع ہونے اور آفات ارضی و سماوی سے بچنے کے لیے اسکی تاثیر نہایت قوی ثابت ہوئی ہے، اور کیوں نہ ہو کہ کلمہ لاحول کی تعریف حدیث شریف میں بہت کچھ آئی ہے، اسکو بھی تنہا یا چند اشخاص مل کر پڑھ سکتے ہیں، ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول سو مرتبہ درود شریف پڑھی جائے پھر پانچ سو مرتبہ صرف لاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر سو مرتبہ درود شریف۔ علی العظیم کو شامل نہ کرے،

فصل ساتویں ضروری وظائف میں

وظیفوں میں سب سے اچھا وظیفہ کہ جو کسی حالت میں رد نہیں ہوتا (خواہ خلوص سے پڑھے یا بغیر خلوص، زبان اس کی محتاط ہو یا غیر محتاط) درود شریف ہے، اور درود شریف کے فضائل سے کتابوں کے ورق اور مسلمانوں کے دماغ لبریز ہیں، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ فقیر نے جو کچھ پایا ہے وہ درود شریف کی برکت سے پایا ہے" اور ہر طالب خدا مبتدی ہو یا منتہی وظیفہ درود شریف اور استغفار کا اس کے واسطے لازمی ہے، اسی واسطے حضرت غلام علیشاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہر طالب کو لازم ہے،

کہ روزمرہ ہزار مرتبہ درود شریف اور ہزار مرتبہ استغفار پڑھے" اور اس قدر نہ ہو سکے تو پانچ پانچ سو مرتبہ اور اتنا بھی نہ ہو سکے تو کم از کم تین سو تیرہ مرتبہ ہر دو وظائف ضرور پڑھنا چاہیئے' یہ عدد تین سو تیرہ نہایت مبارک اور بابرکت ہے' تین سو تیرہ نبی مرسل ہوئے ہیں' اور تین سو تیرہ ہی اصحاب جنگ بدر تھے اور تین سو تیرہ کو بقاعدہ اعداد جمع کیا جائے تو سات عدد ہوتے ہیں' اور سات عدد کو سات منزلیں قرآن مجید اور سات آیات الحمد شریف اور سات طبق آسمان اور سات طبق زمین اور سات یوم سے مناسبت ہے' جبتک کوئی شخص کسی شیخ سے بیعت نہ ہو اس کو لازم ہے کہ درود اور استغفار اور تلاوت قرآن پاک کو اپنے لئے کافی وافی سمجھے'

باب نواں

مختصر حالات و نصائح کبرائے دین میں

فصل اوّل مختصر ارشادات و حالات حضور سرور کائنات علیہ التحیات و البرکات

سید و سرور محمدؐ نور جاں

مہتر و بہتر شفیع مجرماں

حضور رسول پاک صاحب لولاک خاتم النبوت و الکمالات علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات نہایت درجہ صابر و بُردبار اور معاف کرنے والے خطاؤں کے اور شرم والے اور سخی اور مہربانی کرنے والے اور مروت والے اور ہمدرد اور بہادر تھے ، اور

گفتگو نہایت شیریں اور آہستہ آہستہ فرماتے تھے۔ ایک روز ایک دیہاتی اعرابی نے بلا عرض کیے بلا اطلاع پیچھے سے چادر مبارک پکڑ کے اس زور سے جھٹکے کیساتھ کھینچی کہ آپ گر گئے اور چادر کا نشان گردن مبارک پر پڑ گیا اور پھر وہ کہنے لگا یا محمدؐ خدا نے جو مال آپ کو دیا ہے اسمیں سے مجھکو بھی دیجئے حضورؐ اسکی بیوقوفی پر ہنسنے لگے اور کچھ دیدینے کو فرمادیا۔ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کی ضعیف عورتیں اپنے بازار کے کام کاج کیلئے آپ سے عرض کرتیں اور آپ خوشی سے اُن کا کام کرتے۔

جنگ اُحد میں جب آپ زخمی ہوئے اور بہت سے صحابہؓ بھی شہید ہوئے۔ تو چند صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے لیے بددعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بدگوئی کیلئے نہیں بھیجا ہے۔ اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! میری نادان قوم کو ہدایت فرما۔ آپؐ نے کبھی کسی بیوی یا غلام کنیزک کو نہیں مارا۔ آپ کو کسی سے تکلیف پہنچی تو اس کا بدلہ نہیں لیا۔ ایک یہودیہ نے آپؐ کو کھانے میں زہر دیا۔ اور بعد تحقیق اُسنے اقرار جرم بھی کر لیا۔ لیکن حضورؐ نے اُس کو معاف فرما دیا۔ حضورؐ کی کوئی دعوت کرتا اور اسمیں کوئی سالن بنا ہوا (یعنی جسکا ذائقہ کچھ خراب ہو گیا ہو) کھلا دیتا تو آپ بطیب خاطر کھا لیتے۔ اور اسکی کوئی برائی نہیں فرماتے۔ ایک روز ایک بڑھیا نے آپؐ کی دعوت کی اور بغیر چکھے کدو پکا لیا اور وہ کڑوا تھا آپؐ نے اسکو کھا لیا اور کچھ بُرا نہ مانا۔ اور نہ بڑھیا کو اس کے کڑوے ہونے کی اطلاع فرمائی۔ بلکہ بڑھیا سے آپ مانگ مانگ کر سب سالن اُس کدو کا نوش فرما گئے۔ تاکہ اس بڑھیا کو اس کدو کے کڑوا ہونیکی اطلاع نہ ہو۔ آپ کسی سائل کو کسی سوال پر لا (یعنی نہیں) نہیں فرماتے جہاں تک ہوتا اسکے سوال کو پورا فرماتے ورنہ نہایت خوش خلقی اور نرمی سے یہ فرماتے کہ پھر کبھی آنا۔ اپنے صحابہؓ سے ملتے، اُن سے باتیں فرماتے اور اُن کے بچوں کے ساتھ ہنسی بہلاؤ کی باتیں فرماتے۔ ان کے بچوں کو اپنی گود میں بٹھا لیتے۔ مدینہ طیبہ میں دور اور قریب رہنے والے مریض کی عیادت کو تشریف لیجاتے۔ کوئی عذر کرتا تو اُس کے عذر کو قبول کرتے۔ مسلمانوں سے سلام اور مصافحہ میں پیشقدمی فرماتے۔ جو کوئی آپؐ کی خدمت شریف میں حاضر ہوتا

اس کی تعظیم کرتے اور کسی کے لیے چادر مبارک بھی بچھا دیتے اور کسی کو مسند مبارک پر بٹھلا لیتے، اور صحابہ کو اچھے ناموں اور اُن کی کنیتوں سے یاد فرماتے، اور کسی کی بات کو نہ کاٹتے اور تکلف کرنے کو اور اپنے کو بڑا سمجھنے کو بُرا سمجھتے، ایک روز کسی کے یہاں حضورؐ کی دعوت تھی آپ اس کے گھر گھوڑے کی سواری پر تشریف لیجا رہے تھے، راستہ میں حضرت ابو ہریرہؓ ساتھ تھے آپ نے فرمایا آؤ اے ابو ہریرہؓ تم بھی سوار ہو جاؤ، عرض کی یا نبی اللہ میں حضورؐ کیساتھ سوار نہیں ہونگا، مگر آپ نے ان کی عرض کو نہ مانا اور اپنے ساتھ سوار ہونے کا حکم فرمایا، حضرت ابو ہریرہؓ بتعمیل حکم حضورؐ سوار ہونے لگے تو گھوڑا اونچا تھا حضرت ابو ہریرہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر چڑھنے لگے، تو حضرت ابو ہریرہؓ آپ بھی گرے اور رسول پاک صلعم کو بھی لے گرے، لیکن پھر آپ سوار ہو گئے اور کچھ برا نہ مانا، اور پھر فرمایا اے ابو ہریرہؓ آؤ سوار ہو جاؤ، عرض کی یا نبی اللہ اب تو میں سوار نہیں ہونگا، آپ نے فرمایا کہ نہیں تو حضرت ابو ہریرہؓ پھر سوار ہوئے اور پھر خود بھی گرے اور حضور انورؐ کو بھی لے گرے اور اسی طرح تیسری مرتبہ معاملہ پیش آیا سبحان اللہ! قربان ہوں ہمارے جان و مال بلکہ ہیں کیا سارا جہان ایسے نبی پاک صلعم پر جنکے ایسے اخلاق حمیدہ ہیں، ایسے شان والے نبی کہ جن کے غلام بلالؓ کی جوتیاں شاہان روئے زمین تاج سے بہتر ہیں، ان کے اخلاق کا یہ حال! کیوں نہیں؛ خدا ان کی شان میں یہ فرمائے وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ اور غلاموں کے ساتھ برابر کام کرتے، اور ان کے بچوں کی اور اُن کی بیویوں کی خبرگیری فرماتے، علماء یا درویش جو دعی نیابت ہیں، اُن کو چاہیئے کہ اپنے اخلاق و عادات خاتم النبیین صلعم جیسے کریں،

حضور صلعم کے ارشادات

دو خصلتیں ہیں کہ ان سے بہتر کوئی شے نہیں، ایمان ساتھ اللہ کے، اور نفع دینا مسلمانوں کو

اور دو خصلتیں ہیں کہ ان سے بری کوئی شے نہیں ہے۔ شرک کرنا اللہ کیساتھ اور دکھ دینا مسلمانوں کو۔ لازم پکڑو علماء[1] کے پاس بیٹھنا اور حکیموں[2] کا کلام سننا: کیونکہ اللہ تعالیٰ دل مرے ہوئے کو نورِ حکمت سے جلاتا ہے، جیسے کہ مری ہوئی زمین کو مینہ کے پانی سے جلاتا ہے۔

مائیں چار ہیں۔ ماں دوائیوں کی۔ ماں اداب کی۔ ماں عبادتوں کی اور ماں آرزوؤں کی چنانچہ دوائیوں کی ماں کھانے کی کمی ہے۔ اور آداب کی ماں کلام (بات چیت) کی کمی ہے، اور عبادتوں کی ماں گناہوں کی کمی ہے، اور آرزوؤں کی ماں صبر ہے، ہمیشہ جبرئیلؑ وصیت کرتا رہا حق ہمسایہ میں یہانتک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ اسکو وارث کریگا۔ اور ہمیشہ وصیت کرتا رہا عورتوں کے حق میں، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ ان کی طلاق حرام ہوگی۔ اور ہمیشہ وصیت کرتا رہا مجکو غلاموں کے حق میں، یہانتک کہ گمان کیا میں نے کہ ٹھہرے گا ان کے لئے ایک وقت کہ اسمیں وہ آزاد ہوجائیں گے اور ہمیشہ وصیت کرتا رہا مجکو مسواک کی، یہانتک کہ گمان کیا میں نے کہ وہ فرض ہے، اور ہمیشہ وصیت کرتا رہا مجکو نماز کی جماعت میں، یہانتک کہ گمان کیا میں نے کہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا نماز کو مگر جماعت میں اور ہمیشہ وصیت کرتا رہا مجکو رات کے اٹھنے کی عبادت کے واسطے، یہانتک کہ گمان کیا میں نے کہ رات کو سونا نہیں اور ہمیشہ وصیت کرتا رہا مجکو ذکر خدا کی یہاں تک کہ گمان کیا میں نے کہ فائدہ نہیں دیتی کوئی بات، مگر اس کے ساتھ۔

جڑ تمام گناہوں کی محبت دنیا کی ہے، اور جڑ تمام فتنوں کی عشر اور زکوٰۃ کا نہ دینا ہے اے ابوذر غفاریؓ نئی بنا کشتی کہ دریا گہرا ہے، اور لے توشہ پورا کیونکہ سفر بڑا ہے، اور ہلکا کر بوجھ کہ گھاٹی سخت ہے۔ اور خالص کر عمل کو، کیونکہ پرکھنے والا آگاہ والا ہے: آئیگا زمانہ میری امت پر کہ دوست رکھیں گے پانچ کو، اور بھولیں گے پانچ کو، دوست رکھیں گے دنیا کو اور بھولیں گے آخرت کو، دوست رکھیں گے گھروں کو اور بھولیں گے قبروں کو، دوست رکھیں گے مال کو اور بھولیں گے حساب کو،

[1] علماء سے مراد علمائے شریعت [2] اور حکماء سے مراد علمائے شریعت

دوست رکھیں گے گھر کے لوگوں کو اور بھولیں گے حوروں کو، دوست رکھیں گے نفس کو، اور بھولیں گے اللہ کو، یہ لوگ مجھ سے بیزار ہیں اور میں ان سے بیزار ہوں نماز دین کا ستون ہے، اور اس میں دس باتیں ہیں، خوشبوئی منہ کی، اور روشنی دل کی، اور آرام بدن کا اور دیا لگنا قبر میں اور اتارنا رحمت کا اور کنجی آسمان کی اور بوجھ ترازو کا، اور خوشنودی پروردگار کی، اور قیمت بہشت کی، اور پردہ آگ سے، سو جس نے قائم رکھا اس کو، بیشک قائم رکھا دین کو۔ اور جس نے چھوڑا اس کو بیشک گرایا دین کو۔ غنیمت جان پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے، بڑھاپے سے پہلے اپنی جوانی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو، فقیری سے پہلے تونگری کو۔ اور موت سے پہلے زندگی کو اور مشغولی سے پہلے فراغت کو۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم، عجلوا بالتوبۃ قبل الموت وعجلوا بالصدقۃ

حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ موت کے پہلے توبہ جلد کرلو اور مال کے منتقل ہونے

قبل تحویل المال وعجلوا بتزویج البنات قبل الفضیحۃ وعجلوا بدفن

سے پہلے صدقہ جلد دو، اور لڑکیوں کی شادی جلد کرو رسوائی سے قبل، اور میت کو حدث کے

المیت قبل الحدث وعجلوا بالصلوۃ قبل الفوت، وعجلوا باستعداد

پہلے جلد دفن کردو۔ اور موت ہونے سے پہلے نماز جلد ادا کرو اور ملک الموت کے آنے

الموت قبل نزول ملک الموت وعجلوا باعمال الصالحۃ قبل فناء العمر

سے پہلے موت کی تیاری جلد کرلو، اور عمر ختم ہونے سے پہلے نیک اعمال جلد کرلو اور

وعجلوا بارضاء الخصوم قبل الندامۃ

دشمن کو ندامت ہونے سے پہلے جلد خوش کرلو۔

فصل دوسری مختصر حالات و کلمات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں

امیر المومنین خیر البشر بعد الانبیاء بالتحقیق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ نہایت حلیم اور متواضع تھے، عام مسلمانوں میں اس طرح مل جل کر بیٹھتے کہ کوئی شخص تمیز نہیں کرسکتا تھا، آپ کی شان میں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا ہے میں نے سب کے احسانات کا معاوضہ کردیا لیکن ابوبکرؓ باقی ہیں، قیامت کے دن اللہ پاک اس کا اجر دیگا۔ ابوبکرؓ سے بڑھ کر میری ذات پر کسی کا احسان نہیں، ابوبکر نے اپنی جان سے زیادہ غمخواری کی، مال تصدق کیا، اپنی صاحبزادی سے عقد کردیا۔ جو کچھ ڈالا اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا میں نے اسکو ابوبکر کے سینہ میں، ابوبکر کا ایمان ایک پلہ میں رکھا جائے اور تمام امت کا ایمان دوسرے پلہ میں تو بھاری ہوگا ایمان ابوبکر کا، عمرؓ کی تمام عمر کی نیکیوں سے ابوبکر کی ایک نیکی بہتر ہے۔ اگر میرے دل میں سوائے محبت خدا کے گنجائش ہوتی، تو میں محبت ابوبکر کی رکھتا۔ اے صحابہ تم پر ابوبکر کو سبقت بوجہ کثرت نوافل یا تلاوت قرآن یا شب بیداری یا مال خرچ کرنے سے نہیں ہے بلکہ اللہ نے ابوبکر کے دلمیں اپنی محبت ایسی دی ہے جس سے اس کو سبقت ہے۔ آپ بہت کثیر البکاء تھے (یعنی بہت رویا کرتے تھے) آپ عبادت بہت پوشیدہ کیا کرتے تھے۔

آپ کے اقوال

ایک چڑیا درخت پر بول رہی تھی۔ آپؓ نے دیکھ کر فرمایا تو بڑی خوش قسمت ہے کہ جہاں چاہتی

ہے، میٹھی ہے، کھانے پینے میں آزاد ہے، بغیر حساب چلتی پھرتی ہے، کاش ابوبکر بھی ایسا ہوتا، کاش میں درخت ہوتا کہ کاٹ ڈالا جاتا، اور جانور کھا لیتے، یا گھاس ہوتا کہ چارپائے چرلیتے، جو شخص داخل ہوا قبر میں بے توشہ گویا سوار ہوا دریا پر بلا کشتی (توشہ سے مراد اعمال نیک) جس کی فاسد ہوئی زبان، روتے ہیں اُس پر جنات اور حیوانات اور جس کا خراب ہوا دل روتے ہیں اُس پر فرشتے۔ تین چیزیں ہیں کہ تین چیزوں سے حاصل نہیں ہوتیں، دولتمندی خواہشوں سے اور جوانی خضاب سے اور تندرستی دواؤں سے پسند ہیں مجھ کو دنیا کی تین چیزیں، دیکھتا رہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف اور خرچ کروں اپنا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور میری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے۔ اندھیرے پانچ ہیں اور چراغ اُن کے پانچ ہیں۔ محبت دنیا کی اندھیرا ہے اور چراغ اُس کا پرہیزگاری ہے۔ اور گناہ اندھیرا ہے اور چراغ اُس کا توبہ ہے۔ اور قبر اندھیرا ہے اور چراغ اُس کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے اور آخرت اندھیرا ہے اور چراغ اُس کا عمل ہے پل صراط اندھیرا ہے اور چراغ اُس کا یقین ہے۔ آٹھ چیزیں ہیں زینت آٹھ چیزوں کی، پرہیزگاری زینت ہے فقیری کی، اور شکر زینت ہے نعمت کی۔ اور صبر زینت ہے مصیبت کی، اور حلم زینت ہے علم کی۔ اور عاجزی زینت ہے سیکھنے والے[1] کی، اور رونے کی کثرت زینت ہے خوف کی، اور احسان نہ رکھنا زینت ہے احسان کی۔ اور نیاز کرنا زینت ہے نماز کی۔

یادداشت: سلسلہ نقشبندیہ آپ ہی کی ذات مبارک سے جاری ہے اور آپ ہی اس سلسلہ نقشبندیہ کے سر حلقہ ہیں، اسی وجہ سے حضرات نقشبندیہ فخر کرتے ہیں کہ جیسے آپ تمام امت میں بہتر ہیں ویسی ہی آپ کی نسبت بھی بہتر ہے۔ اور سلاسل کی نسبت سے آپ کے متبعین کو آپ کی اتباع چاہیئے۔

[1] یعنی سیکھنے والا جبتک سکھانے والے کی خدمت اور اُس سے عاجزی نہ کرے گا اس کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے عہد خلافت میں جس قدر اسلام پھیلا اور فتوحات ملک و مال ہوا آجتک کسی کے زمانہ میں نہیں ہوا۔ اسلام کی رونق اظہار اور قوت بھی آپ ہی کے ایمان لانے پر زیادہ ہوئی۔ آپ بہت بڑے عالی ہمت تھے، اور قوت ہمت باطنی کا ثبوت کثرت فتوحات ہے آپکی رائے نہایت صائب ہوتی تھی، اکثر اوقات آپ کی رائے کے موافق اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہے آپ عادلوں کے سردار ہیں آپ غریبوں کے غمگسار ہیں آپ کفار فجار کے واسطے شان قہار ہیں اور مومنوں کیواسطے ظلّ رحیم و کریم و ستار ہیں آپ عہد خلافت میں بھی صوف (اُون) کے کرتے اور وہ بھی پھٹے ہوئے اور اسپر چمڑے کے پیوند لگے ہوئے پہنتے تھے، پائجامے اور تہبند میں بھی پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے، اور اسی لباس سے بازار میں اور دعوت میں تشریف لیجایا کرتے تھے، آپ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ خدا کے مال میں سے بانٹ رکھے کہ میرے واسطے صرف دو جوڑے کپڑے ایک گرمی کا، اور ایک سردی کا اور اوسط درجہ کا کھانا بیت المال سے لینا جائز ہے، باقی میری وہی حیثیت ہے جو ایک عام مسلمان کی ہو حضرت عبداللہ بن عیسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دونوں رخساروں پر روتے روتے دو لکیریں پڑگئی تھیں، حضرت انس رضی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ اے عمر تو اور امیر المومنین؟ خدائے پاک سے ڈر ورنہ تجھے سخت عذاب ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپنے تنکا زمین سے اُٹھا کر فرمایا کاش میں تنکا ہوتا اور میری ماں مجھکو نہ جنتی" حضرت عبداللہ بن عمر بن حفص رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر گردن مبارک پر مشک رکھے ہوئے جارہے تھے لوگوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے نفس نے کچھ غرور کیا تھا اسکی یہ سزا ہے، آپ

دن کو انصاف فرماتے، اور رات کو غریبوں کی خبر گیری اور عبادت کرتے جن عورتوں اور بچوں کو بھوکا پاتے اپنے کندھے مبارک پر سامان خورد و نوش لیجا کر دیتے اور ان کے چولہے جلاتے، اور آٹا گوندھنے وغیرہ میں امداد فرماتے، آپ ایسے کیوں نہ ہوں؟ کہ آپ کی شان میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اگر میرے بعد میں نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ آپ کی انگوٹھی مبارک پر یہ لکھا ہوا تھا کفیٰ بالموت واعظا یعنی موت آدمی کے واسطے بڑی نصیحت ہے۔

آپ کے اقوال

عزت دنیا میں مال سے ہے اور عزت آخرت میں اعمال سے ہے۔ جس شخص کا ہنسنا زیادہ ہوا، کم ہوئی ہیبت اس کی، اور جس نے خفیف کیا آدمیوں کو خفیف کیا گیا وہ، اور جس شخص نے کثرت کی کسی چیز کی پہچانا گیا اس سے اور جس شخص کے بہت ہوئے کلام بیہودگی ہوئی بہت اس کی، اور جس شخص کی بہت ہوئی بیہودگی کم ہوئی حیا اسکی، اور جس شخص کی کم ہوئی حیا کم ہوئی پرہیزگاری اسکی اور جسکی کم ہوئی پرہیزگاری مرا دل اسکا جس شخص نے چھوڑی زیادتی کلام کی دیا گیا حکمت اور جس شخص نے چھوڑی زیادتی النظر کی دیا گیا عاجزی دل کی جس شخص نے چھوڑی زیادتی کھانے کی دیا گیا لذت عبادت کی اور جس شخص نے چھوڑی زیادتی ہنسی کی دیا گیا ہیبت اور جس شخص نے چھوڑی ل لگی ہنسی مذاق دیا گیا رونق، اور جس شخص نے چھوڑی محبت دنیا کی دیا گیا محبت آخرت کی اور جس شخص نے چھوڑا دخل غیر میں نکما دیا گیا اصلاح اپنے عیبوں کی اور جس شخص نے چھوڑ جستجو (نعمت دنیا) کو کیفیت المحبت اللہ تعالیٰ میں دیا گیا بیزاری نفاق سے۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آپ کو سب سے بڑا شرف یہ حاصل ہے جو کسی کو نصیب نہیں کہ آپ کے عقد میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دو صاحبزادیاں آئیں اور اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں، آپ جامع قرآن

ہیں جو اُمت میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ آپ ؓ ایسی حیا والے تھے کہ فرشتے بھی آپ ؓ سے حیا کرتے تھے آپ نہایت درجہ کے عابد اور نہایت درجہ کے سخی تھے۔ کثرت سخاوت سے لقب غنی کا پایا۔

آپ کے اقوال

جس نے چھوڑا دنیا کو دوست رکھا اُس کو اللہ تعالیٰ نے۔ اور جس نے چھوڑا گناہ کو دوست رکھا اُس کو فرشتوں نے۔ اور جس نے چھوڑا طمع کو مسلمانوں سے دوست رکھا اسکو مسلمانوں نے پائی حلاوت میں نے چار چیزوں میں، پہلے اللہ کے فرض ادا کرنے میں دوسرے اللہ کی حرام چیزوں سے بچنے میں، تیسرے نیک کام بتانے میں واسطے طلب ثواب اللہ کے، اور چوتھے بُرے کام کے روکنے میں واسطے ڈر نیکے اللہ کے غصہ سے، جس شخص نے نگہبانی کی پانچوں نمازوں کی وقت پر اور ہمیشگی کی اُن پر، اُس کو اللہ تعالیٰ نو بزرگیوں سے بزرگی بخشتا ہے پہلے اللہ کا اُس کو دوست رکھنا، اور رہے بدن اُسکا تندرست اور نگہبانی کریں اُسکی فرشتے۔ اور اُترے برکت اُسکے گھر میں اور ظاہر ہوں منہ پر اس کے نشانیاں نیکی کی۔ اور نرم کرے اللہ تعالیٰ دل اُسکا۔ اور گذر جائے پُل صراط پر مانند چمکنے والی بجلی کے اور نجات بخشے اُس کو اللہ دوزخ سے۔ اور اُسکو اُن لوگوں کی ہمسائگی میں اُتارے کہ نہ ہو خوف اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ

آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی ہیں، اور حضورؐ کے داماد ہیں، اور چھوٹی عمر میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے ہیں اور بڑی عمر والوں میں سب سے پہلے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے ہیں۔ آپ مرکز ولایت ہیں آپ مرکز شجاعت ہیں، آپ مرکز علم ہیں آپ مرکز حلم ہیں۔ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی بی بی کے شوہر ہیں اور

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے باپ ہیں، اور حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اس سے زیادہ کیا شرف ہوسکتا ہے۔ آپؓ کی شان میں بہت سی احادیث آئی ہیں منجملہ ان کے دو حدیثیں یہاں لکھی جاتی ہیں: نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے آپ کی شان میں فرمایا یا علی لحمک لحمی ودمک دمی (اے علی تمھارا گوشت میرا گوشت ہے اور تمھارا خون میرا خون ہے) اور یہ بھی فرمایا انا مدینۃ العلم وعلی بابہا (میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں) اور آپ کی بی بی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا منصب ولایت میں شان خاص رکھتی ہیں اور آپ کی خوشہ چیں ہیں، اور کیوں نہ ہو کہ خدا کے حبیب کی حبیب ہیں آپ (حضرت علیؓ) کی حیات میں خلفاء کے زمانہ میں جو مسئلے سخت سے سخت اور ادق سے ادق پیش آتے، آپ اُن کو بوجہ کثیر العلمی بآسانی حل فرماتے، اس طرح کہ اس کے سمجھنے میں کوئی دقت اور مشکل باقی نہیں رہتی اسی واسطے آپ کو مشکل کشا کہتے ہیں، راہِ طریقت میں آپ کی اور حضرت بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ارواح پاک ترقی ولایت کے واسطے ذریعہ خاص ہیں، بلا ان کے واسطے کے گذر نہیں ہوسکتا، یہ بات یوں سمجھ میں آجائے گی کہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غروب ہوا آفتاب پچھلوں کا اور چمکا آفتاب میرا" اس سے یہ مراد ہے کہ اب میری ذات سے اُمت کو فائدہ پہنچیگا اور اس بات کو بڑے بڑے اولیاء اللہ نے مانا ہے۔

سوال: جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات فیض ولایت میں وسیلہ ہے تو تینوں خلفاءؓ جو عقائداً آپ سے افضل ہیں، اُن کو بھی آپ ہی کی ذات سے مرتبہ ولایت میں فیض پہنچا ہوگا، اور انہی حضرت کے سب خوشہ چیں مانے جائیں گے، اور بزرگی قرب حق پر منحصر ہے تو پھر انصافاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تینوں خلفاء سے افضل ہونا چاہیئے۔

جواب: بیشک ولایت میں قدم غالب ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا، لیکن خلفائے

راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کمالات نبوت میں قدم غالب ہے حضرت علیؓ سے، اور نبوت ولایت سے افضل ہے، اسی واسطے خلفائے راشدین عقائداً حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل ہیں اور افضل مانے گئے ہیں، یہ چاروں خلفا اس شعر کے مصداق ہیں،

"ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است"

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صرف ولایت ملی اور باقی خلفاء کو صرف کمالات نبوت سے حصہ ملا۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ ان چاروں بزرگواروں کو ہر شے میں پورا پورا حصہ ملا ہے، لیکن جس کو جس میں غلبہ زیادہ اسی نام سے نامزد کیا گیا ہے، جیسے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و شاہ عبدالحق صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہما، کیا یہ بزرگ فقیہ یا مفسر نہیں تھے، بلکہ بیشک تھے، مگر علم حدیث کے غلبہ کی وجہ سے ان کو محدث کہتے ہیں، یہی حال خلفائے رسول اللہ صلعم کا ہے،

آپ کے اقوال

جو علم کی طلب میں ہے جنت اُس کی طلب میں ہے، اور جو کوئی گناہ کی طلب میں ہے دوزخ اسکی طلب میں ہے، نعمت چھ چیزیں ہیں، اسلام۔ قرآن۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تندرستی۔ پرستش اور بے پروائی آدمیوں سے۔ بیشک دنیا کی نعمتوں سے کفایت ہے، تجھ کو نعمت اسلام کی، اور بیشک شغل کرنے کو کفایت ہے تجھکو شغل بندگی کا۔ اور بیشک عبرت حاصل کرنے کو کافی ہے تجھ کو عبرت موت کی۔ علم اچھی میراث ہے اور ادب اچھا پیشہ ہے، اور تقویٰ اچھا توشہ ہے، اور عبادت اچھی پونجی ہے اور عمل نیک اچھا کھینچنے والا ہے اور نیک خلق اچھا ساتھی ہے اور بردباری اچھا وزیر ہے اور قناعت اچھی تونگری ہے اور توفیق اچھی مدد ہے اور موت اچھی ادب دینے والی ہے، جو مشتاق ہوا جنت کا دوڑا نیکوں کی طرف اور

جو کوئی ڈرا دوزخ سے باز رہا شہوتوں سے، جس نے یقین کیا مرنے کا۔ ٹوٹ گئیں لذتیں اسکی

اور جس نے پہچانا دنیا کو آسان ہوئیں مصیبتیں اس پر چار چیزیں تھوڑی بھی بہت

فقیری، آگ، اور دشمنی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کیا اچھی ایک رباعی ہے۔ فرماتے ہیں

دع الدنیا وما فیہا وفیہا العیش لا تطمع

دنیا وما فیہا کو چھوڑ دے اور اس میں عیش کی امید و خیال مت رکھ

ولا تجمع من المال ولا تدری لمن تجمع

اور مال مت جمع کر کیونکہ تجھے نہیں معلوم کہ تو کس کے لئے جمع کرتا ہے

فان الرزق مقسومٌ وسوء الظن لا ینفع

اس لئے کہ رزق مقرر شدہ ہے اور بدگمانی فائدہ نہیں دیتی

فقیرٌ کل ذی حرصٍ غنیٌّ کل من یقنع

ہر حریص فقیر ہے، اور قانع غنی اور مال دار

فصل مختصر حیات لقیت سیر می لا و کلما امہ طر

ا۔ مختصر حالات وکلمات مبارک محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ علم طریقت میں سب سے پہلے امام آپ ہی کی ذات مبارک ہے۔ جیسے علم شریعت میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات ہے۔ اسی واسطے ان دونوں بزرگواروں کو لفظ اعظم سے پکارتے ہیں۔ اور علم فقہ اور علم طریقت کی بنیاد رکھنے کی وجہ سے یہ دونوں بزرگوار الدال علی الخیر کفاعلہ کے تمام فقہا کے علم و عمل کا اجرا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پانے کے

مستحق ہیں، اور اسی طرح حضرت محبوب سبحانی تمام علمائے طریقت کے علم و عمل کا اجر پانے کے مستحق ہیں، ان بزرگوں کے علم کی برابری کیسے ہو سکتی ہے، لہذا ان کو لفظ اعظم سے پکارا جائے تو کوئی بیجا بات نہیں، بلکہ عین انصاف ہے، آپ کی ذات بابرکات میں اللہ تعالیٰ نے شان محبوبیت عنایت فرمائی تھی۔ آپ سے جس قدر کرامات ظاہر ہوئی ہیں، اُمت میں کسی اولیاء سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ آپ کے لفظ لفظ اور ہر ہر حرف میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر اور کرامت عنایت فرمائی تھی، آپ کے حالات کوئی کیا لکھے؟ آپ کے بہت بڑے بڑے غلام جو آپ کے بعد ہوئے ہیں، اُن سے اس قدر خرق عادات ہوئی ہیں کہ جن سے کتابیں بھری ہیں، مگر جو کچھ کتابوں میں اولیائے کبار کے حالات لکھے ہیں، وہ بہت مختصر اور لکھنے والوں نے اپنے علم کے موافق لکھے ہیں، ورنہ اولیا کا حال علم قال میں نہیں آسکتا، اس کو وہی کچھ جان سکتا ہے کہ جس نے علم قال سے علم حال میں ترقی پائی ہو، آپ کو اپنے سلسلہ کے متعلقین سے خصوصاً اور جملہ مومنین سے عموماً نہایت محبت اور انسیت ہے، اور ان کے معاملات ظاہر و باطن میں آپکی روح پاک دست بدعا رہتی ہے، اور اللہ پاک آپ کے توسل سے حل مشکلات فرماتا ہے، اور طلبہ کو آپ کی ذات مبارک سے برابر فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ آپ کے سلسلۂ مبارک میں لاکھوں اولیاء ہو گئے، اور انشاء اللہ حشر تک ساہو تے رہیں گے۔

آپ کے کلمات

اے عزیز زبانی علم قلب کے عمل بغیر تجھ کو حق کی طرف ایک قدم بھی نہیں چلا سکے گا رفتار قلب ہی کی رفتار ہے، اور قرب باطن ہی قرب ہے۔ اور عمل معانی ہی کا عمل ہے بشرطیکہ اعضا سے شریعت کی حدود کی محافظت ہو، اے عزیز اس سے بچ کہ حق تعالیٰ تیرے قلب میں اپنے غیر کو دیکھے، پس تو ذلیل ہو۔ بچ تو اس سے کہ وہ تیرے قلب میں اپنے غیر کا خوف، یا غیر سے توقع

یا خیر کی محبت ملاحظہ فرمائیے۔ ان لوگوں سے میل جول ترک کر کہ جو تجھ کو دنیا کی رغبت لائیں اور ان کی ہمنشینی تلاش کر جو تجھ کو اس سے بے رغبت بنائیں۔ جو شخص اللہ عزوجل اور اسکے نیک بندوں کے ساتھ اچھا گمان نہ رکھے اور ان کے سامنے تواضع نہ کرے، اس کو فلاح نصیب نہ ہو گی۔ اے شخص تو ان کے سامنے تواضع کیوں نہیں کرتا حالانکہ وہ سردار اور امیر ہیں، انکے مقابلہ میں تیری کیا ہستی ہے۔ حق تعالیٰ نے انتظام ملکی ان کے حوالہ کیا ہے، ان کی بدولت آسمان بارش برساتا ہے اور زمین میں سبزہ اگتا ہے۔ شجاعت دین کے بارہ میں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں ہوا کرتی ہے۔ حکماء اور علماء کے کلام کو حقیر مت سمجھو کہ ان کا کلام دوا ہے، اور ان کے کلمات حق تعالیٰ کی وحی کا ثمرہ ہیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کی اتباع کرنا گویا حضرتؐ ہی کی پیروی ہے، اور ایسے لوگوں کو دیکھنا گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھنا ہے۔ جنت کی کنجی لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے مگر نہ صرف زبان سے بلکہ اپنے نفس اور اپنے غیر اور اللہ کے سوا ہر چیز سے فنا ہو جانے سے، کہ بجز اللہ کے کوئی مطلوب و موجود نظر ہی نہ آوے، اور یہ حالت بھی حدود شریعت کی حفاظت کے ساتھ ہو، ورنہ الحاد اور زندقہ ہے۔ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرے اور اپنے ایک ہاتھ سے آپکی شریعت کو اور دوسرے ہاتھ میں آپ کی کتاب قرآن کو جو آپ پر نازل ہوئی تھی، نہ تھامے اور آپ کے چلے ہوئے راستہ میں حق تعالیٰ کی طرف نہ چلے وہ ہلاک ہوا اور بے بہرہ ہو گمراہ ہوا اور بے بہرہ ہو۔ یہی دونوں قرآن و شریعت حق تعالیٰ کی طرف راستہ چلانے والے ہیں۔ قرآن تیرا راہبر ہے، حق تعالیٰ تک پہنچانے کو اور سنت تیری رہبر ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کو۔

حضرت محبوب سبحانی کے کلمات حمد اور دعا کے

یہ آپ ہر وعظ کے پہلے فرماتے تھے حمد اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے جو تمام جہان کا پالنے والا

ہے اتنی حمد کہ جو اس کی مخلوقات کے شمار اور اُس کے عرش کے وزن کے برابر اور اُسکے ذات کی خوشنودی اور اُس کے علم کے حد کے موافق اور ان تمام چیزوں کی گنتی کے مساوی ہو جو اسکی مشیت میں داخل ہوں اور جن کو اُس نے پیدا کیا اور بنایا اور لگایا، وہ غائب اور حاضر کا جاننے والا ہے، نہایت رحم فرمانے والا ہے، بڑا مہربان ہے، بادشاہ ہے، غایت درجہ پاک ہے، سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے، میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ پرستش کے لائق کوئی نہیں مگر اللہ، یگانہ کہ اُس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی حمد، وہی جلاتا مارتا ہے اور وہ سدا زندہ رہنے والا ہے کہ فنا نہ ہوگا، اسی کے ہاتھ میں ہر قسم کی بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، اور میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور اسی کے رسول ہیں، جن کو اُس نے ہدایت اور دین برحق عطا فرما کر بھیجا تاکہ اس کو جملہ مذہبوں پر غالب کرے، اگرچہ ناگوار گذرے مشرکوں کو، یا اللہ! رحمت کاملہ نازل فرما محمد اور آل محمد پر، اور حفاظت فرما، امام اور اُمت کی، اور پاسبان اور رعیت کے سارے نیک کاموں میں، ان کے قلوب کو باہم متفق بنا، اور انہیں ایک کا شر دوسرے سے دور فرما! یا اللہ! تو ہمارے باطنی حالات سے واقف ہے، پس انکی اصلاح کر اور تو ہماری حاجتوں سے آگاہ ہے پس ان کو پورا فرما دے، تو ہمارے گناہوں سے واقف ہے پس ان کو بخش دے اور تو ہمارے عیوب سے واقف ہے پس ان کو چھپا لے، ایسے موقعوں پر تو ہم کو حاضر نہ دیکھیو، جن سے تو ہم کو منع فرما چکا ہے، اور ایسے موقعوں سے تو ہم کو غیر حاضر مت رکھیو جن کا تو ہم کو حکم دے چکا ہے ہم کو اپنی یاد نہ بھلائیو، اور ہم کو اپنی سزا سے نڈر نہ کیجیو، ہم کو اپنے غیر کا محتاج نہ بنائیو، اور ہم کو غفلت والوں میں شامل نہ کیجیو! یا اللہ نیک خیال ہمارے قلوب میں ڈال دے اور ہم کو ہمارے نفس کے شر سے پناہ دے، اپنے ماسوا سے پھیر کر ہم کو اپنے ساتھ مشغول رکھ، اور جو قطع کرنے والا

ہمارا تعلق تجھ سے قطع کرے اسکا تعلق ہم سے قطع کر دے۔ اپنا ذکر اور اپنا شکر اور اپنی اچھی عبادت ہم کو الہام فرما۔ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے جو اس نے چاہا وہ ہو کر رہا۔ ہم میں نہ زور ہے نہ طاقت مگر اللہ برتر و بزرگ کی مدد سے ہماری خبریں آشکار نہ فرمائیو ہمارے پوشیدہ عیوب کا پردہ نہ اٹھائیو۔ ہماری بداعمالیوں پر ہماری گرفت نہ کیجیو ہماری زندگی غفلت میں نہ گزروائیو اور ہم کو اچانک مت پکڑیو کہ توبہ کا وقت نصیب نہ ہو۔ اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیو اور اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسے بوجھ نہ ڈالیو جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے اور اے ہمارے پروردگار ہم سے اتنا بوجھ نہ اٹھوا جس کی ہم میں سکت نہیں اور ہم کو معاف فرما اور ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی تو ہمارا کارساز ہے۔ پس ہماری مدد فرما۔ کافر قوم کے مقابلہ میں۔

جناب کی وفات ۹ ربیع الآخر ۵۹۱ھ و بعض کے نزدیک ۱۷ ہے۔

مختصر حالات امام الطریقہ سلسلہ چشتیہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کی ذات مبارک بھی اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے کہ جسکی وجہ سے ہندوستان میں نور اسلام پھیلا ہے۔ آپ نے ترقی اسلام کے لئے بموجب ارشاد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان میں قدم رنجہ فرمایا اور اپنے نور باطن اور تصرفات اور کرامات او رجہاد سے ہندوستان جیسے کفرستان کو منور اور روشن کر دیا۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کی خوش قسمتی سے قبر شریف بھی آپ کی ہندوستان میں بمقام اجمیر شریف بنی اور اس قبر شریف کی برکت سے اجمیر جیسا ظلمانی شہر نورانی ہو گیا۔ اور اسکو لوگ اجمیر شریف پکارنے لگے جو انوار و برکات آپ کی قبر شریف پر برستے ہیں ان کو اہل بصیرت بچشم بصارت دیکھتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں مخلوق آپکے توسل اور برکت سے خدا کی جناب سے اپنے مطالب اور آرزوؤں میں کامیاب ہوتی ہے۔ آپکے بڑے بڑے جلیل القدر خلفاء

ہندوستان میں ہیں جن کے نورِ باطن سے ہندوستان کی زمین منور ہے۔ جیسے حضرت قطب الدین بختیار کاکی و حضرت فرید الدین گنج شکر و حضرت جمال الدین ہانسوی و حضرت نظام الدین محبوب الٰہی و حضرت مخدوم علی احمد صابر و حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ آپکی کوئی کیا تعریف کرے کہ جنکی پیشانی پاک پر بوقت انتقال غیب سے بخط عربی عربی زبان میں یہ لکھا گیا "مرگیا اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں" آپ کے ملفوظات اور آپ کے پیر حضرت عثمان ہارونی اور آپ کے خلفا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ اور ان کے صحبت یافتہ غایت درجہ کے متبع سنت اور اعلیٰ درجہ کے اتقیا تھے۔ ان حضرات کی نسبت میں شورش عشق ہے۔ اسیوجہ یہ بزرگوار گاہے گاہے کلام عاشقانہ توحید جوان یا بڈھے آدمی سے سن لیا کرتے تھے، کہ جس کے سننے میں کسی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا سماع جائز سننے میں ہی انتقال ہوا ہے۔ حضرت کے سلسلہ کے جو لوگ غلام ہیں اُن کو چاہیئے کہ اپنے امام الطریقہ اور اُن کے خلفاء کی تقلید کریں تاکہ خدا تک پہونچیں۔ اور جس طرح اُنھوں نے سماع سُنا ہے اور جتنے جتنے عرصہ کے بعد سُنا ہے اور جتنی جتنی دیر سُنا ہے اور جس مقام قرب حق میں پہنچنے کے بعد سُنا ہے اسی طریقہ پر اگر کوئی سُننا چاہے تو سُنے لیکن ساتھ ہی اُس کے یہ بھی کرنا چاہیئے کہ جس جس قدر ان بزرگوں نے ریاضت اور یادِ خدا اور ترک دنیا کی ہے، اسی قدر تم کو بھی کرنا چاہیئے یہ بات انصاف اور عقل سے بالکل بعید ہے کہ بوقت عبادت غائب بوقت ترک دنیا غائب، بوقت ریاضت غائب، اور بوقت سماع اور وہ بھی امام الطریقہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف غنا اس میں حاضر۔ امام الشریعت کے مقلد خود امام الطریقہ ہیں، اور امام الشریعت کے خلاف کرنے کے وہ خود مجاز نہیں ہیں، تو ہم جیسے ادنیٰ سے ادنیٰ امام الشریعت کے خلاف کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں، اور قرب حق کا کیا خیال پکا سکتے ہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بجا اور درست ہے کہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی | کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست
مجھے خوف ہے کہ اے اعرابی تو کعبہ نہ پہنچے | کیونکہ تو جس راستہ پر جا رہا ہے وہ ترکستان جاتا ہے

اگر امام الطریقہ کے برابر عبادت و ریاضت ترک دنیا نہیں کر سکتے ہو تو مت کرو جس قدر تم سے ہو سکے اُس قدر کمی کے ساتھ کرو، لیکن اسی اندازہ کی عبادت ریاضت ترک دنیا، زہد و ورع و تقویٰ کے ساتھ بھی کمی کے ساتھ سنو، اللہ تعالیٰ انہی بزرگوں کے طفیل سے ہم جیسوں کو عقل سلیم اور صراط مستقیم عنایت فرمائے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، آپ کی وفات ۸ رجب ۶۳۲ھ کو ہوئی۔

۳۔ مختصر حالات و کلمات حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ امام ہیں طریقہ سہروردیہ کے اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ہیں جن کے حضرت سعدیؒ جیسے خلیفہ ہوں، ان کی تعریف عیاں را چہ بیان آپ کی کتاب علم تصوف میں ایک عجیب و غریب اور لاجواب تصنیف ہے جس کو "عوارف" کہتے ہیں یہ کتاب صوفیہ کے لئے گویا دستور العمل ہے، اس میں اسرار طریقت اور نکات شریعت ہیں، گویا رہروان طریقت کے لئے مشعل ہے، آپ کے کلمات نصیحت آمیز بہت تھوڑے اور معنًا نہایت وسیع اور مغز شریعت اور جان طریقت ہیں، بطریق نمونہ کے صرف دو اشعار لکھے جاتے ہیں جن کو حضرت سعدیؒ نے لکھا ہے،

مرا پیر دانائے مرشد شہاب | دو اندرز فرمود بر روئے آب
مجھے میرے پیر کامل شہاب الدینؒ نے | دو نصیحتیں کیں نہر دجلہ پر
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش | دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش
ایک تو یہ کہ تو اپنے آپ کو بڑا مت سمجھ | دوسرے یہ کہ دوسرے کے بارہ میں برا خیال مت رکھ

آپ کی وفات غرہ محرم ۶۳۲ھ میں ہوئی، آپ کا مزار شریف بغداد میں ہے۔

۴ مختصر حالات و کلمات امام الطریقہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

سطر چند با حوال حضرت خواجہ نقشبندؒ آپ کی پیدائش سے پیشتر اکثر اولیاء اللہ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب بخارا شریف میں ایک ایسا بزرگ پیدا ہونے والا ہے کہ اس کے نور سے جہان روشن اور منور ہوگا۔ جس روز آپؒ پیدا ہوئے اُس روز ایک بزرگ اس محلہ میں ہو کر نکلے اور فرمانے لگے جس کے پیدا ہونے کی خبر بزرگ دیتے آئے ہیں، اس کی بو آتی ہے۔ کسی نے عرض کیا ایک سید کے یہاں فرزند تولد ہوا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کو لاؤ۔ آپ کو ان کے روبرو پیش کیا گیا انھوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ جس کی اولیاء اللہ خبر دیتے آئے ہیں، یہ وہی بزرگ ہے، اس کے نور سے ایک عالم فیضیاب منور ہوگا۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پیدائشی ولی تھے آپ کو اللہ تعالیٰ نے صفتِ اجتبیٰ میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا۔ بچپن میں ہی آپ سے خرقِ عادات اور مکشوفات کا اظہار ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جب آپ بات کرنے لگے تو آپ نے ایک روز اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ اس گائے کے پیٹ میں بچہ ہے اور اس کے جسم پر فلاں فلاں جگہ ایسے ایسے داغ ہیں آپ کی والدہ ماجدہ یہ سنکر متحیر ہوئیں جب اس گائے کے بچہ پیدا ہوا تو بموجب بشارت آپ کے انھی مقامات پر ویسے ہی نشانات تھے، جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ ایک روز چند شخص یہ باتیں کر رہے تھے کہ بعض اولیاء جسم سے ہوا پر اُڑتے ہیں، آپ نے ایک زنبیل میں مٹی بھر زنبیل سے فرمایا "بپرواز" (یعنی اُڑ جا) وہ زنبیل ہوا پر اُڑ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا "بیا" (یعنی آجا) وہ زنبیل آگیا اسی طرح چند مرتبہ آپ نے کیا۔ پھر ان لوگوں سے فرمایا "ہیچ کمال نیست" (یعنی کچھ کمال کی بات نہیں ہے) ایک روز جنگل میں ہرن جا رہے تھے، آپ نے آواز دی "بیائید" (یعنی اِدھر آؤ) وہ سب ہرن آپ کی آواز

سنتے ہی فوراً حاضر ہو گئے، پھر فرمایا "بروید (یعنی جاؤ)" یہ سنکر سب چلے گئے۔ ایک روز جنگل کی طرف آپ تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ ایک شخص تھے، یکایک آپ میں جذب ربانی پیدا ہوا اور آپ کی زبان مبارک سے اس حالت جذب میں یہ نکلا "مردہ شو (یعنی مرجا)" وہ شخص فوراً مر گیا، آپ کو جب جذب سے افاقہ ہوا تو آپ نے اُس مردہ کو دیکھ کر نہایت افسوس کیا اور متحیر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، اور اُس کی طرف بنگاہ حسرت وافسوس دیکھتے رہے، قدرت حق! پھر جذب پیدا ہوا، اور آپ نے اثنائے جذب میں فرمایا "زندہ شو" (یعنی زندہ ہو جا) وہ شخص مردہ فوراً زندہ ہو گیا، سبحان اللہ ایسی شان والوں کی شان میں حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست ۔۔۔ فانی ست و گفتہ گفت خداست

اس شیخ کی دعا عام دعاؤں کیطرح نہیں ہے ۔۔۔ وہ فانی ہے اور اُس کا کہنا خدا کا کہنا ہے

اکمہ و ابرص چہ باشد مردہ نیز ۔۔۔ زندہ گردد از فسون آں عزیز

مادرزاد اندھا اور کوڑھی تو کیا مردہ بھی ۔۔۔ اس بندہ خاص کے دم (عمل) سے زندہ ہوجاتا ہے

آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں، کہ جنسے کتابیں بھری ہوئی ہیں اور یہ کتابیں بھی خرق عادات اور کرامات کا نمونہ ہیں، ورنہ ادنیٰ ادنیٰ اولیاء اللہ کے حالات واردات ایک شب کے اس قدر ہوتے ہیں کہ انکے درج کرنے کو ایک کتاب ضخیم ہونی چاہیئے، سب سے زیادہ کرامات حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ لاکھوں قلوب مردہ کو ذکر حق سے زندہ کر دیا اور ایسا نقش قلوب مومنین پر حضرت خواجہ نے باندھا کہ وہ نقش پھر نہ مٹا اور وہ نقش قبر میں ساتھ گیا۔ جملہ اولیاء اللہ کے نزدیک یہ بات متفقہ طور پر مانی گئی ہے کہ کرامت مردہ کو زندہ کرنے سے، مردہ دل کو زندہ کرنے کی بہتر ہے۔ کیونکہ اگر مردہ زندہ ہو گیا تو وہ دنیا سے قریب ہوا اور پھر اس کو موت ہے اور جس کا دل زندہ ہوا وہ خدا سے قریب ہوا اور اسکو موت نہیں

حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی کیا تعریف کیجائے؛ اور کس منہ سے تعریف کیجائے؛ ان کے اظہار مرتبہ کے واسطے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے خلفائے سلسلہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ و حضرت محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ و حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی ایک توجہ سے نانبائی صاحب درجہ کمال کو پہنچے۔ اور صورت و شکل؛ لباس اور نقشہ جسم لپٹ کر تمام حضرت خواجہ جیسا ہوگیا۔ یہ سب کمالات اور برکات حضرت خواجہ باقی باللہ کا فیضان اور کمال حضرت خواجہ نقشبند کا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین' حضرت خواجہ نقشبند سے کوئی دریافت کرتا کہ کونسی چیز آپ کو خدا تک لیگئی' تو آپ فرماتے کہ مجھ کو تو جذب ربانی کھینچ کر لیگیا' آپ سید ہیں' لیکن آپ کے یہاں عمدہ عمدہ کپڑے بنے جاتے تھے' اور ان کپڑوں میں نقش و نگار نہایت خوبصورت اور نفیس بنائے جاتے تھے' کہ وہ کبھی نہ مٹتے تھے' اور نہ ماند ہوتے تھے' اسی طرح یاد حق کا نقش دلوں پر باندھتے تھے کہ وہ نہ کبھی خراب ہوتے اور مٹتے' اسی واسطے اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ جاری ہوا' آپ کے حالات کشوفات کرامات کیا لکھی جائیں' بس یہی شعر حضرت سعدیؒ کا آپ کے حالات کے واسطے کافی ہے؛

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں ‌ ‌ ‌ ‌ بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

نہ ان کی خوبیوں کی کوئی انتہا نہ سعدی کے کلام کا کچھ ٹھکانا' مریض جگندھر یونہی پیاسا مر جاتا ہے اور دریا ویسا کا ویسا باقی رہتا ہے

ان چاروں ائمہ طریقہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا حال میں نے بطریق تبرک لکھ دیا ہے تاکہ کتاب ان کے صدقے سے نورانی اور مقبول ہو جائے' ورنہ ان کے حالات اور کمالات کا کون احاطہ کر سکتا ہے؟ اور کون ان کے معاملۂ قرب اور حالات میں قلم چلا سکتا ہے ان بزرگواروں کے قرب اور مرتبہ کا حال اللہ جل جلالہٗ و اعظم شانہٗ ہی خوب جانتا ہے' یا اس کا حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم' کہ جس ذات

نے اُن کو رب تک پہنچایا۔ اور اُن کی اتباع کی وجہ سے انھوں نے یہ مرتبہ پایا۔ یہ چاروں بزرگوار اپنی اپنی شان میں یکتا و بے مثال ہیں۔ اور اس مصرعہ کے بالکل مصداق ہیں ع

"ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر ست" رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ محرم ۷۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں بروز دوشنبہ وفات پائی، مزار شریف آپ کا شہر بخارا میں ہے۔ اشعار چند در وصف خواجہ نقشبند از غلام خواجہ نقشبند فقیر محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی'

حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ — قاسم رحمت، رفیق و دردمند

حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ جو خدا کی رحمت کے تقسیم کرنیوالے اور مہربان و ہمدرد ہیں۔

پیشوا و رہنمائے عارفاں — نکتہ سنج و واقف رازِ نہاں

وہ عارفوں کے رہنما اور پیشوا ہیں — اور راز کی باتیں جاننے والے ہیں

نور قلب مصطفٰے برداشتہ — بر قلوب مومناں انباشتہ

انھوں نے نبی کریم صلعم سے نور حاصل کر کے — مومنوں کے دلوں کو اس سے منور کیا'

صد ہزاراں دل سیہ نفس اسیر — از نگہ خواجہ شدند بدرِ منیر!

لاکھوں سیاہ اور دنیادار دل، — اُن کی ایک نظر سے روشن و منور ہوگئے

واقف راز شریعت ہم طریق — دستگیر بیکساں مسکیں غریق

وہ شریعت اور طریقت کے راز سے خوب واقف ہیں — اور گنہگاروں اور بیکسوں کے مددگار ہیں

آں طریق از لطف حق آوردہ اند — در لمحہ صد سالہ رہ طے کردہ اند!

طریقہ نقشبندیہ ان کو خدائے تعالیٰ کے فضل سے عطا ہوا ہے اس طریقہ سے انھوں نے ہزاروں برس کا راستہ ایک لمحہ میں طے کیا ہے

تا بکعبہ خاص رب دو جہاں — سالکاں را می برند از رہ نہاں

وہ پروردگار کی طرف، طالبانِ حق کو پوشیدہ راستوں سے لیجاتے ہیں

نورِ عرفاں در قلوب انداختند　　خیالِ ناقص از دلہا برداشتند

اُنھوں نے دلوں میں معرفت کا نور بھر دیا　　اور مومنوں کے دل بُرے خیالات سے پاک کر دیے

از وجودِ شاں منور شد جہاں　　ملک روم و شام و چین ہند و ستاں

ان کے وجودِ پاک سے ملک روم، شام، چین و ہندوستان بلکہ سارا جہان روشن ہو گیا

صد ہزاراں قطب و اوتاد و نجیب　　صاحبِ ارشاد بودند و عجیب!

ان کی وجہ سے لاکھوں اولیائے خدمت اور اولیائے ارشاد ہوئے

ایں ہمہ فضلِ خدا از بہرِ آں　　کردہ حق خالقِ زمین و آسماں

یہ سب کمالات خدا نے اُن کو اپنے فضل سے عطا فرمائے

یک توجہ خواجہ کافی می شود　　بہتر از صد چلہ و جد و جہد

ان کی ایک توجہ تمام چلّوں اور ریاضتوں سے بہتر ہے،

روحِ اقدس خواجہ محبوبِ خدا　　می کند مجذوب و تابعِ مصطفےٰ!

ان کی روحِ پاک خدا اور رسول کی طرف کھینچتی ہے،

از زباں چوں خواجہ صادر شد بیاں　　زندہ مردہ مردہ زندہ شد جواں

ان کی زبان سے جو کچھ نکلا وہی ہو گیا　　مردہ زندہ ہو گیا اور زندہ مردہ ہو گیا

حکم چوں زنبیل را فرمود آں　　بر ہوا پرواز کرد او آں زماں

جب اُنھوں نے زنبیل کو حکم دیا　　تو وہ ہوا پہ اُڑنے لگا!

چوں نباشد ذاتِ آں منبعِ کمال　　خاصۂ احمد و خاصہ ذوالجلال

انکی ذات سرچشمۂ کمال کیوں نہ ہو　　کیونکہ وہ اللہ اور اُس کے حبیب کے مقبول ہیں

راست گفتہ مولوی معنوی — واقف رازِ خدا در مثنوی

مولانا رومیؒ نے اپنی مثنوی میں سچ کہا ہے

آں دعا شیخ کہ نے چوں ہر دعاست — فانیست و گفتہ گفت خداست

اس بزرگ کی دعا عام دعاؤں کی طرح نہیں ہے — وہ فانی فی اللہ ہے اور اسکا کہنا گویا خدا کا کہنا ہے

کے تواند مدح خواجہ نقشبندؒ — وصف آں جن و ملک انساں کنند

بھلا خواجہ محمد نقشبندؒ کی تعریف میں کیسے کرسکتا ہوں — جن کی تعریف جن و انسان اور فرشتے کیا کرتے ہیں

عرض این ست از خواجہ نقشبندؒ — بر ہدایت کن نظر نقشے بہ بند

حضرت خواجہ محمد نقشبند سے یہ التجاہے کہ — خادم محمد ہدایت علی پر نظر کرم فرمایئے

نقش آں خواہم کہ وقتے جاں رود — نے رود از دل نہ شیطاں آں برد

میں ایسا نقش چاہتا ہوں کہ مرتے وقت تک دل سے نہ مٹے، اور نہ اس کو شیطان مٹا سکے

من سگِ درگاہ و زسگ ادنیٰ ترم — بر سگِ خود کن نگر لطف و کرم

میں آپکی بارگاہ کے کتے سے بھی حقیر ہوں — اسلئے اپنے اس کتے پر بھی نظر لطف و عنایت کیجئے

آرزو دارم کہ در روزِ حساب! — کفش خواجہ در برم مثل کتاب

میری یہ آرزو ہے کہ قیامت کے دن — خواجہ نقشبندؒ کی نعلین مبارک میری بغل میں ہو

گر شود نعلین خواجہ در برم — بے شبہ از فضل حق جنت روم

اگر حضورؒ کی جوتیاں میری بغل میں ہوں — تو یقیناً میں خدا کی مہربانی سے جنت میں چلا جاؤنگا

اے خدا سامع دعائے انس و جاں — اے خدا صانع زمین و آسماں

اے جن و انسان کی دعا سننے والے خدا — اور اے زمین و آسمان کے بنانیوالے پروردگار

ایں دعا را مستجب از فضل خویش — از برائے حرمت مقبولانِ خویش

فصل چوتھی مختصر حالات و کمالات و ارشادات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی و حضرت مرزا مظہر جانجاناں

و حضرت غلام علی شاہ و حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات اور ارشادات

آپ کی ذات بابرکات اُمت محمدی میں ایک نعمت غیر مترقبہ ہے کہ جس کا عوض آپ کے بعد والے ادا نہیں کر سکتے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "حضرت شیخ کی ذات اس الف ثانی کے واسطے ارہاص ہے، یعنی بنیاد اور آپ کا اُمت پر بڑا احسان ہے کہ اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا، اور آپ کا منکر ولایت فاسق ہے، اللہ کی سنت جاری ہے کہ ہر زمانہ میں نبی رہے، چنانچہ حدیث شریف میں تعداد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک لاکھ چوبیس ہزار تک آئی ہے، اور ان میں تین سو تیرہ مرسل اور پانچ نبی اولوالعزم ہوئے علیہم الصلوٰۃ والسلام، ہر زمانہ میں کئی کئی نبی ہر شہر میں، اور قصبہ و دیار میں پہنچ پہنچکر توحید باری تعالےٰ بتایا کرتے تھے لیکن سو سو برس یا اس سے کم و بیش زمانہ میں نبی مرسل دنیا میں بھیجا جاتا تھا تاکہ وہ اپنے نور باطن اور دلائل حقہ سے دلوں کو منور کرے اور جو جو خرابی شریعت پیغمبر اولوالعزم میں لوگوں نے پیدا کر دی ہے اس کو دور کرے۔ اور ہزار سال یا اس سے کم و بیش زمانہ میں نبی اولوالعزم صاحب کتاب صاحب شریعت بھیجا جاتا تھا، اور نبی اولوالعزم کا نیا کلام اور نئی شریعت جاری ہوتی تھی اور کتاب سابقہ اور شریعت سابقہ منسوخ ہوتی تھی۔ جیسے حضرت آدمؑ و حضرت ابراہیمؑ و حضرت

موسیٰ وحضرت عیسیٰ وحضرت محمد رسول اللہ صلوات اللہ علیہم اجمعین نبی اولوالعزم ہیں اب چونکہ
نبوت ختم ہو چکی تو حضور صلعم کے بعد نبی کا ہونا تو موقوف ہو گیا لیکن بموجب سنت اللہ ہر زمانہ میں بجائے انبیاء
کے ولی ربانی وعلمائے حقانی خلق کو ہدایت کرنے پر مامور ہیں۔ اور بجائے نبی مرسل کے ہر صدی
پر ولی اکمل مجدد صدی ہوتا ہے۔ اور ہر ہزار سال پر بندہ اخص الخواص بجائے نبی اولوالعزم کے بھیجا
جاتا ہے لہٰذا اُمت میں مجدد صدی اولیاء تو بہت سے ہو گئے اور انشاءاللہ ہوتے رہینگے مگر مجدد الف
حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات ہے۔ جیسے نبی اولوالعزم
نئے احکام نئی شریعت لایا کرتے تھے۔ ویسے ہی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جدید
معارف جدیدہ مکاشفات جدیدہ اسرار جدیدہ حالات مقامات علم تصوف میں فرمائے ہیں جو زمانہ نبوت سے بعد اور آپ کے زمانہ
تک کسی بزرگ سے ثابت نہیں۔ یہی وجہ اور دلیل بیّن آپ کے مجدد الف ہونے کی ہے۔ آپ کے
مکتوبات شریف اُمت کے واسطے رہبر اور مشعل کا کام علم شریعت وطریقت میں دیتے ہیں اور جو جو
خرابیاں علم تصوف میں اور جو بدعات اور بدعات شریعت کے خلاف زمانہ اکبر بادشاہ میں پیدا ہو گئی
تھیں وہ آپ کے وجود باجود کے ظاہر ہونے پر دور ہو گئیں۔ آپ نے ان شریعت اور طریقت
کی خرابیوں کو جو شریعت اور طریقت میں لوگوں نے شامل کر دی تھیں۔ براہین شریعت سے
اور اثرات نور باطن بفضلہ تعالیٰ دور کر دیا۔ اور جو جو معارف جدیدہ آپ نے فرمائے جنہیں بڑے بڑے
اولیاء اسکی تمہید میں حیران رہ گئے مگر آپ نے اپنے طلبہ کو جن مقامات کی خبر دی تھی، اُنپر پہونچا دیا
اور ان حالات کا مشاہدہ کرا دیا کہ جسکی تصدیق ہزاروں صلحاء وعلمائے مجددیہ نے کی۔ انہی وجوہات
سے آپ کو مجدد کہا جاتا ہے۔ آپ کی ذات مبارک وہ ذات ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
نے اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا کہ اس الف ثانی میں ایک بزرگ بندہ خاص
پیدا ہونے والا ہے کہ جسکی بزرگ خبر دیتے آئے ہیں۔ زہے قسمت اس پیر کی کہ جس کو ایسا مرید ملے حضرت خواجہ

باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ حسب ارشاد اپنے مرشد کے اور بموجب اشارہ باطنی بتلاش اس بندہ خاص کے ہندوستان میں تشریف لائے، دہلی میں قیام فرمایا اور حضرت خواجہ کے خرق عادات اور کثرت عبادات کی شہرت دہلی میں ہوئی اور آپ کے اردگرد ہزاروں طلبہ جمع ہوگئے، مگر جس کی تلاش میں آئے تھے، وہ ابھی تک آپ کو نہیں ملے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں سرہند شریف سے بقصد حج دہلی تشریف لائے، اور آپ حضرت خواجہ کی شہرت سن کر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست بیعت سلسلہ نقشبندیہ کی، حضرت خواجہ نور باطن جان گئے کہ میں جس کی تلاش میں آیا ہوں وہ یہی ہے، بلا توقف درخواست بیعت قبول فرماکر بیعت کرلیا اور چند روز توجہ مبارک میں رکھ کر اجازت طریقہ نقشبندیہ عطا فرمائی۔ اور لوگوں کے بیعت کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور تمام خلفاء اور مریدوں کو ہدایت فرمائی کہ میاں شیخ احمد کے پاس جاؤ اور اخذ فیضان باطن کرو۔ اور ان کی صحبت میں رہو۔ اب میرا ایسے شخص کے سامنے بیعت کرنا، مناسب نہیں، ہندوستان میں آنے کا مقصد میرا ان کی تربیت تھی، حضرت خواجہ کے چند خدام اور خلفاء نے کچھ انکار کیا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں جانا مناسب نہیں سمجھتے، تو ان کے جواب میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا "میاں شیخ احمد آفتاب است وما ہمچو ستارگاں دروے گم اند" یعنی شیخ احمد آفتاب ہیں اور ہم مثل ستاروں کے اسکی روشنی میں گم ہیں" پس اس ارشاد حضرت خواجہ سے شان حضرت مجدد الف ثانی کی ہر شخص دریافت کرسکتا ہے، وہ حضرت خواجہ باقی باللہ کہ جن کی ایک توجہ سے نانبائی جیسا عام آدمی اعلیٰ درجہ کا ولی اکمل بنجائے اور اسکی شکل وصورت ولباس تمام حضرت خواجہ کا سا ہوجائے، اور تبدیل بھی ہو تو ایسا کہ لوگ پہچان نہ سکیں کہ حضرت خواجہ کون سے ہیں، اور نانبائی کونسا؟ یہ زبردست کرامت کسی اولیاء اللہ سے ہونا ثابت نہیں بعض اولیاء اللہ کی ایک توجہ سے اولیاء تو ہوئے ہیں۔ لیکن کم درجہ کا اولیاء۔ آپنے جیسا اولیا

کسی اولیاء کی توجہ سے نہیں ہوا۔ یہ مخصوص کمال حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خدائے قادر نے عطا کیا تھا اور ہزاروں خرق عادات اور تصرفات اور کرامات اور مکشوفات حضرت خواجہ سے ظاہر ہوئی ہیں، جو خلق سے پوشیدہ نہیں ہیں، مگر باوجود اس قدر اکمل ہونے حضرت شیخ کی تعریف سُن کر تلاش مرید میں نکلے اور پھر اس مطلوب کو پاکر کمال پر پہنچایا اور پھر یہ فرمایا کہ شیخ احمد آفتاب ہے اور ہم جیسے مثل ستاروں کے ہیں جیسے آفتاب کی روشنی میں دن کو ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح شیخ احمد کے آفتاب نورِ ہدایت وفیضان میں ہم چھپ گئے ہیں۔ سبحان اللہ! شیخ ہوں تو ایسے ہوں، مرید ہوں تو ایسے ہوں۔ پس اس ارشاد حضرت خواجہ سے حضرت مجدد الفِ ثانی کے مرتبہ عالی کا پتہ ہر شخص لگا سکتا ہے، آپ نہایت درجہ کے متبع سنت اور عالم متبحر تھے اور نہایت درجہ کے اتقیٰ تھے، اور تمام خصائل حمیدہ وصفات پسندیدہ سے مرصع تھے، اور اس شعر کے مصداق تھے

خوبی وشکل وشمائل حرکات وسکنات	انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ فرماتے ہیں کہ جس قدر میرے سلسلہ میں حشر تک مرید ہوں گے اللہ تعالیٰ نے مجکو اُن کے نام اور صورت اور جائے سکونت دکھلا دی ہے اور یہ بھی بارہا الہام ہوا ہے کہ اے شیخ احمد جس کسی نے واسطہ پکڑا تیری ذات کے ساتھ ہم نے اُس کو بخشدیا۔ کسی کو آپ کے حالات دیکھنا ہوں تو کتابیں جو آپ کے حالات میں لکھی گئی ہیں اُن کو دیکھنا چاہیئے۔ میں جناب کا اس مختصر کتاب میں کیا حال لکھوں۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے کلمات نصیحت آمیز وضروری

اس جہان میں رویت حق محال ہے۔ اپنے ہر ایک حال اور کشف اور الہام کو کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابقت کرنا چاہیئے۔ اگر موافق ہوں وہ قابل عمل اور قابل اعتبار ہیں اگر خلاف ہوں وہ نفس وشیطان کا دھوکہ ہے، اس کو چھوڑنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کی ذات

وراء الورا، اور پھر وراء الورا ہے، کسی کا خیال اور گمان اور کشف ادراک اس تک پہنچ سکتا ہے نہ اُسکا احاطہ کر سکتا ہے، طریقہ نقشبندیہ کا اُصول نہایت آسان ہے اور خدا تک جلد پہنچانے والا ہے، کام کا مدار دل پر ہے، اگر دل حق تعالیٰ کے غیر سے گرفتار ہے تو خراب و ابتر ہے، صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا، اور بلا اعمال صالح بدنی جنکا شریعت نے حکم دیا ہے، دعویٰ سلامتی دل کرنا باطل ہے، علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں، اور اخلاص کا حاصل ہونا طریق صوفیہ پر منحصر ہے، کہ جو علم و عمل کی روح ہے، دل کی سلامتی نسیان ماسوی اللہ بغیر نہیں ہو سکتی، تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے، اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔ فقرار کی خاکروبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسدی ہوئی۔ اور دیدار حق آنکھوں سے ہوا، فقرار کی محبت اور صحبت ضروری ہے، جس نے اولیار اللہ کو پہچانا، اُس نے خدا کو پا لیا۔ جو مرنے سے پہلے مرا اُسی پر ماتم نہ رسی ہے، اور جو مرنے سے پہلے مر گیا اُس کا مرنا اُس کے لئے باعث خوشی، اور اوروں کے لئے باعث غم ہے، منازل سلوک صرف اس لیے ہیں کہ ایمان حقیقی نصیب ہو جائے، توبہ اور سکوت کو لازم پکڑو۔ اور موت اور قبر کو روبرو رکھ، نیک بات دوستوں کو پہنچا دے اور مخالفوں سے بحث مت کر، کفر کے بعد سب بڑا گناہ دل آزاری ہے، خواہ مومن کی ہو یا کافر کی، علمائے سلف پر طعن کرنے والا گمراہ اور بدعتی ہے، بزرگوں کے کلام کے معنی خلاف شریعت مراد لینا الحاد اور زندقہ ہے، ہر شخص کو جو جہاں میں ہے اپنے سے بدرجہا بہتر جانتا ہوں، دولتمندوں کی صحبت زہر قاتل اور آخرت کی موت ہے، فضول کاموں کی مشغولی حق تعالیٰ سے روگردانی کی علامت ہے، تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے، سرود و نغمہ ایک زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے، حرام فعل کو مستحسن جاننے والا اسلام سے نکل جاتا ہے، اور مرتد ہو جاتا ہے، جو سالک اپنے

آپ کو خسیس کتے سے بھی بدتر جانتا ہے، وہ بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے، اولیاء اللہ کی نظر دوا ہے اور کلام شفا ہے، اور صحبت سراپا نور۔ نقشبندی وہ ہے جو اپنی زبان ہر وقت ذکر خدا سے تر رکھے، جس شخص کو حرص کی بیماری ہو اُس کو چاہیئے کہ قبرستان میں چلا جائے اور مزارات پر غور کرے اس سے معلوم ہوگا کہ دنیا کی کل کوششوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے، کبھی اس کا مکان بھی وہاں ہوگا۔ تھوڑی سی مٹی چادر کا کام دے گی، اور تھوڑی سی مٹی اس کا تکیہ بنے گی، بزرگوں کی بے ادبی ادبار کا پیش خیمہ ہے۔

پیدائش آپ کی ۱۴ شوال ۹۷۱ھ یوم جمعہ بوقت نصف شب ہوئی اور وفات آپ کی ۲۷ صفر ۱۰۳۴ھ کو ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ مختصر حالات و کلمات حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں خاص خلفاء میں گزرے ہیں، ان جناب سے اور آپ کے خلفاء جیسے حضرت غلام علیشاہ صاحب وحضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، وحضرت نعیم اللہ صاحب بہرائچی وغیرہم سے نور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ بہت پھیلا ہے، آپ عالم متبحر ہیں، آپ نے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل اپنی کثیر العلمی اور نور فراست سے اپنے مکتوبات میں حل فرمائے ہیں، جن کو اہل علم پڑھ کر آپ کے تبحر علمی کا اندازہ کر سکتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کا زمانہ ایک ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اور آپ نے ایک استاد سے پڑھا ہے اور اس زمانہ میں دہلی میں بڑے بڑے بزرگ صاحب کمال تھے۔ جیسے حضرت خواجہ محمد زبیر وحضرت خواجہ محمد ناصر عندلیب، حضرت سید نور محمد بدایونی، وحضرت شاہ گلشن وحضرت شاہ محمد افضل سیالکوٹی

وحضرت حافظ سعد اللہ وحضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔ آپ کی ذات مبارک پیدائشی ولی تھی ۔ ایام بچپن میں جناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اولیا اللہ کی زیارت چشم ظاہر سے جاگتے میں حالت ہوش میں ہوا کرتی تھی ، حالانکہ آپ اس وقت تک کسی سے بیعت نہیں ہوئے تھے ، آپ کی عشق و محبت کی ایام شیر خوارگی میں موجود تھی ، آپ کو ایام شیر خوارگی کے حالات اور تپش عشق خوب یاد تھی ، آپ اپنے زمانہ کے قطب ارشاد تھے ، آپ کی خدمت شریف میں شہروں کے ابدال اولیاء اللہ قطب ، ابدال وغیرہ فیض صحبت اور زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے ، آپ کے خلیفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم فرشتے کیا کرتے تھے ، جس کے خلفاء کی تعظیم فرشتے کریں ، پھر اس کی شان کا کوئی کیا بیان کرے ! حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ " اللہ تعالیٰ نے مجکو کشف دیا ہے کہ تمام روئے زمین مجھ پر مثل خطوط کف دست کے عیاں ہے ۔ اور فقیر نے حرمین شریفین کا سفر بھی کیا ہے ، مگر فقیر کی تحقیق میں حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کے برابر کوئی بزرگ اس وقت نہیں ہے " آپ کو ایک رافضی شقی نے شہید کیا ہے اور اسی شہادت کی اطلاع آپ پیشتر سے فرما چکے تھے ،

بلوح تربت من یافتم از غیب تحریرے ۔ کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

آپ کے کلماتِ ناصحانہ

طریق ورع وتقویٰ پیش گیر ، متابعت مصطفےٰ بجاں بپذیر ، صلی اللہ علیہ وسلم ، احوال ۔ راستہ پرہیزگاری کا اختیار کر ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی جان سے قبول کر خود بر کتاب سنت عرض نما ، اگر موافق ست شایان قبول انگار ، واگر مخالف ست مردود

اپنے حالات قرآن شریف اور حدیث شریف سے ملا۔ اگر موافق ہے تو اس کو قبول کرنیکے قابل جان۔
پندار، بالتزام عقیدۂ اہلسنت والجماعت حدیث وفقہ آموز ودر صحبت علماء ثواب اخروی
اور اگر مخالف ہو نا قابل قبول سمجھ۔ لزوم کے ساتھ عقیدۂ اہلسنت والجماعت حدیث وفقہ سیکھ اور عالموں
اندوز۔ در عمل بر حدیث مواظبت کن۔ اگر می توانی، والا گاہے بعمل آر تا از نور آں محروم نمانی
کی صحبت میں آخرت کا ثواب حاصل کر۔ عمل کرنے میں حدیث پر دوام وہمیشگی کر اگر تجھ سے ہو سکے، ورنہ کبھی
عمل بہ نیت اتباع حبیب خدا یا محض بہ رضائے مولا اختیار کن ودل را از اغراض ہر دو جہاں بیزار
اس پر عمل کرتا کہ تو اس کے نور سے محروم نہ رہے۔ اپنا عمل اتباع رسول کریم صلعم یا محض خوشنودی حق کے
کن۔ عملت چیست کہ آنرا در معرض بیع آری، استطاعت از کیست؟ کہ آنرا بخود منسوب
لئے اختیار کر، دل کو دونوں جہان کی خواہشات اور غرض سے بیزار اور دور رکھ، تیرا عمل کیا ہے؟ کہ تو اسکو فروخت کیے
پنداری، بالتزام خلوت صفائی وقت بدست آر کہ سرمایۂ درویشی نقد صفا ست، از اسباب دنیا
(یعنی اس کے عوض جنت مانگے) یہ طاقت واستطاعت کس کی جانب سے ہے؟ جس کو تو اپنی طرف منسوب کرتا ہے
آنچہ گیری مختصر گیر، کہ حطام دنیوی را روز حساب در تبعات است در عبادت و ذکر خدا خود را گرم ساز
گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر وقت کی صفائی حاصل کر کہ فقیری کی پونجی یہی دولت صفائی ہے۔ دنیا کے اسباب میں سے جو کچھ لے تھوڑا لے
عمل امروز بر فردا میانداز، در محبت مشائخ رسوخ عقیدت بیفزا، کہ دوستی دوستان خدا ست
اسلئے کہ دنیوی حقیر دولت قیامت کے روز گردن پر اٹھانی پڑیگی یعنی حساب دینا ہوگا، ذکر خدا اور عبادت میں اپنے کو مشغول رکھ
موجب قرب خدا، در حضور پیر التفات بغیر منما، ودر صحبت او بر نوافل طاعت
آج کے عمل کو کل پر مت ڈال بزرگوں کی محبت میں عقیدہ کو مضبوط کر، کہ خدا کے دوستوں کی دوستی قرب خدا کا باعث ہے پیر کی
میفزا، تا ممکن ست اوقات بصبر وتوکل بسر کن۔ واندیشۂ التجا بغیر از
موجودگی میں دوسرے کی طرف توجہ مت ہو اور اسکی صحبت میں عبادات نافلہ مت کر جہاں تک ممکن ہو اپنے وقت کو صبر و توکل میں گزار

سر بدر کن۔ کار خود را بخدا سپار۔ و موت یقین و صدق و عدا و را سرمایۂ خلوت انگار در دل تو
دوسرے کی طرف آرزو اور التجا کا خیال دماغ سے نکال دے اپنا کام خدا کے سپرد کر اور صدق و عدم حرص کو اپنی گوشہ نشینی کا سرمایہ دیکھ
اگر تردد نیست عزلت می باید کہ رزق بوقت معین خود می آید۔ اگر اندیشۂ عیال تشویش زاست،
سمجھ اگر تیرے دل میں تردد نہیں ہے تو تنہائی چاہیئے۔ اس لیے کہ رزق اپنے مقررہ وقت پر آتا ہے۔ اگر اہل و عیال کی فکر ہے تو بھی کم
تشبث باسباب سنت انبیاست علیہم السلام، وجہ معین کہ دل را بر آں اعتماد نہ بود، منافی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقوں کو (یعنی تجارت، زراعت، مزدوری) کو اختیار کر۔ ایسی مقررہ وجہ کہ دل کو اس پر بھروسہ
توکل و سبیل رشاد نہ بود۔ راس المال فقیر را فراغ بال و جمعیت خاطر است، و دلے وارستہ
نہ ہو۔ توکل اور راہ راست کے خلاف نہیں ہے۔ فقیر کا اصل سرمایہ فارغ البالی اور دلجمعی ہے، اور دنیا کے
در انتظار مقصود ناظر، مبادا جمعیت تفرقہ بدل شود و در توجہ و یکسوئی خاطر خلل شود، قناعت پیش
تعلقات سے چھوٹا ہوا دل اپنے مطلب و مقصود کے انتظار میں خدا کی طرف دیکھتا ہے۔ کہ کہیں اطمینان دل، پریشانی
گیر، حرص و طمع از دل برگیر۔ از یار و اغیار نا امید باش، و بود و نابود شاں یکے شناس
سے نہ بدل جائے اور توجہ اور یکسوئی میں خلل واقع ہو، قناعت اختیار کر۔ اور حرص و لالچ کو دل سے نکال دے
در ہیچ کس بچشم حقارت منگر، و خود را از ہمہ کمتر و قاصر شمر، در راہ طلب مولیٰ کبر از سر بنہ و نقد
اپنے دوستوں اور غیروں سے نا امید رہ۔ اور ان کے عدم و وجود کو برابر جان، کسی کو حقارت کی نظر سے
غرور از کف بیروں دہ۔ ازینجا گفتہ اند، درویشی آنست کہ آنچہ در سر داری بنہی و آنچہ بر سر
مت دیکھ، اور اپنے آپ کو سب سے برا اور چھوٹا سمجھ خدا کی طلب میں تکبر دماغ سے نکال دے اور سرمایۂ غرور
آید نہ جہی۔ و از اندیشۂ فردا بری، بر طاعت و عبادت خود مناز، و دید قصور و سستی را
پھینک دے۔ اسی واسطے بزرگ کہتے ہیں کہ فقیری یہ ہے کہ جو کچھ تو دماغ میں رکھتا ہو (یعنی غرور) اس کو نکال دے اور جو مصیبت
آئے اس سے نہ گھبرائے اور کل اور پرسوں کے خیالات سے نجات پائے، اپنی طاعت اور عبادت پر ناز مت کر اور قصور خطا اور سستی کو

سرمایہ خود سازد، مخالفت نفس چندانکہ بود زیباست، اما نہ آں قدر کہ تنگ آید و نشاط شوق
اپنا سرمایہ بنا لے نفس کی مخالفت جس قدر کرے درست ہے لیکن نہ اس قدر کہ وہ تنگ آجائے اور شوق کی آسودگی و خوشی
در طاعت نیفزاید گاہے با او مواسات باید نمود کہ رضائے نفس مومن موجب ثواب می گردد
عبادت میں نہ رہے، کبھی کبھی اس سے غمخواری کرنی چاہیئے، اور مومن کے نفس کا خوش کرنا ثواب کا باعث ہے
یک بار نفس فقیر متمثل گردیدہ آرزو کرد کہ مرا ایں چنیں طعام بخوراند، ہر مقصود سے
ایک مرتبہ میرے نفس نے صورت اختیار کر کے آرزو کی کہ جو مجھے ایسا کھانا کھلائے، اس کا جو مقصد ہو
کہ دارد بر آید، اتفاقاً دراں وقت کسے نہ بود کہ با او گفتہ شود، باز بعد مدتے مشکل گشتہ
وہ حل ہو جائے، اتفاق سے اس وقت کوئی موجود نہ تھا کہ اس سے کہا جاتا، پھر تھوڑے دن کے بعد میرے
التماس طعامے نمود، شخصے دراں وقت حاضر بود، بامر فقیر آں طعام مہیا نمود، عقدہ مشکل
نفس نے ایک قسم کے کھانے کی خواہش کی، اس وقت ایک شخص موجود تھا، چنانچہ میرے حکم سے وہ کھانا لایا، ایک سخت
داشت بناخن ہیچ تدبیر وا نمی شد، بایں عمل منحل گشت، می فرمودند طعام اگر بہ نیت ادا حسن
پیچیدہ معاملہ تھا وہ کسی تدبیر سے حل نہیں ہوتا تھا، آخر اس ترکیب سے حل ہو گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ کھانا اگر شکر ادا
شکر با مزہ سازند، احسن می نماید کہ در صورت بے مزگی شکر از تہ دل نمی بر آید، طعام
کرنے کی نیت سے بامزہ بنا لیں تو اچھا معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ بد مزگی کی صورت میں شکر تہ دل سے نہیں نکلتا
لذیذ را با آمیزش آب بے مزہ ساختن نعمت الٰہی را بخاک انداختن ست، پیغامبر خدا
ذائقہ دار کھانے کو پانی ملا کر بدمزہ بنا لینا خدا کی نعمت کو خاک میں ملا دینا ہے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جس
صلی اللہ علیہ وسلم مرغوب تناول می فرمودند و اگر رغبتے نہ بود دست باز می نمودند،
کھانے کو طبیعت چاہتی تھی، وہ کھاتے تھے۔ اور اگر دل نہیں چاہتا تھا تو ہاتھ کھینچ لیتے تھے، ہمارے
نفوس با مثل نفوس حضرت جنید و شبلی نیست رحمۃ اللہ علیہما۔ کہ تلخی را شکر انگارند

نفس حضرت جنیدؒ اور شیخ شبلیؒ کے سے نہیں ہیں رحمۃ اللہ علیہما۔ کہ کڑوی چیز کو شکر سمجھیں اور کہیں کہ صبر

الصبر تجرع المرارۃ بلا عبوسۃ الوجہ شکرے کہ محض بر زبان بود، شعبۂ صبر ست

تلخ چیز کا گھونٹ کر کے پی لینا ہے۔ بغیر منہ بگاڑے۔ جو شکر کہ محض زبان پر ہی ہو وہ صبر کی شاخ ہی

کہ تلخی آں در جان بود۔ زیارت مزارات اولیا دریوزہ فیض جمعیت کن، وارواح طیبہ

کہ تلخی اُس کی جان میں موجود ہوتی ہے، اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت سے فیض حاصل کرو اور مشائخ کرام

مشائخ کرام را باتحاف ثواب فاتحہ ودرود بجناب الٰہی وسیلہ ساز کہ سعادت ظاہرو

کی روحوں کو فاتحہ کے ثواب کے تحفوں سے اور درود سے بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنا اس لئے کہ ظاہری

وباطن ازیں معنی حاصل است، اما مبتدیان را بغیر تصفیۂ قلبی از قبور اولیا حصول فیض متعسر

اور باطنی سعادت اسی میں ہے، لیکن مبتدیوں کو بغیر صفائے قلب اولیاء کی قبروں سے فیض حاصل کرنا مشکل ہے

لہذا حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز فرمودہ اند کہ مجاور بودن حق سبحانہ

چنانچہ حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں، کہ عبادت خدا قبور کی خدمت

از مجاورت قبور اولی است، ودر رسوم متعارفہ از عرس وچراغاں مقید مباش کہ ایں معنی

مستلزم سوال خیمہ وفرش وعدم حفظ مراتب از ازدحام مردم می گردد۔ وزر نقد خفیہ بارباب

سے بہتر ہے، مروجہ رسوم عرس اور چراغاں کا پابند مت رہ۔ اس لیے کہ خیمے فرش وفروش اور عدم حفظ مراتب

احتیاج دادن اسرع است بثواب، تمام ہوا کلام حضرت مرزا صاحبؒ شہید کا۔

اور لوگوں کے ہجوم کا باعث ہو، اور نقد روپیہ پوشیدہ طور پر حاجتمندوں کو دینا زیادہ اچھا ہی ثواب حاصل کرنے کے لئے۔

اس آخری ارشاد حضرت مرزا صاحب کے کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ آپ عرس کے

خلاف ہیں، آپ یوم انتقال حضرات پیران عظام خود فاتحہ عرس کیا کرتے تھے، اور آپ کے پیر

حضرت حافظ صاحب وشیخ محمد عابد سنامی وحضرت مجدد الف ثانی وحضرت شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی وشاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم حضرات بھی فاتحہ عرس کیا کرتے تھے، اور کتاب قول الجمیل میں شاہ ولی اللہ صاحب نے اثبات عرس کیا ہے، چنانچہ حضرت مرزا صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کتاب "معمولات مظہریہ" میں بصفحہ ۱۲۱ مطبوعہ نظامی کانپوری فرماتے ہیں'

وبرسمیات عرفی از عرس مقید نباید شد کہ در ارتکاب آں شناعت بسیار است
اور عرس کی مروجہ رسموں کا پابند نہ ہونا چاہیئے۔ اس لیے کہ ایسا کرنے میں بہت برائی ہے

یکے التزام خلاف حضرات ایں طریقہ کہ از قید رسمیات خارج است واستلزام سوال از
ایک تو اس طریقہ کے حضرات کے خلاف کرنا کہ جو رسموں کی قید سے خارج ہیں اور خیمے اور فرش وغیرہ لازمی ہونا تیسرے

خیمہ وفروش وغیرہ، سوم لزوم اسراف دراخراجات روشنی وچراغاں، چہارم تضیع
لازمی طور پر فضول خرچی کا ہونا۔ روشنی اور چراغاں کے خرچ میں، چوتھے تضیع اوقات کہ جس کا خیال رکھنا

اوقات کہ محافظت آں ضرور است، پنجم شکایت مردم از نشیب فراز مجالس وقصور
ضروری ہے، پانچویں لوگوں کی شکایت مجلس کی نیچ اونچ اور مرتبوں کے خیال کرنے میں کوتاہی لوگوں

دراہتمام حفظ مراتب از کثرت ازدحام، ششم دراستمرار ایں رسمیات گاہ ارتکاب استقراض
کے ہجوم کی کثرت سے، چھٹے کبھی ان رسموں کے ہمیشہ جاری رکھنے میں سودی روپیہ قرض لینا پڑتا ہے

زر سودی شود کہ آں در شریعت حرام است، زیرا کہ دریں زمانہ پر فتنہ
جو کہ شریعت میں حرام ہے۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں جو کہ پُرآشوب ہے فقیروں کا ذریعہ معاش

اسباب معاش فقرا ہموارہ بریک نہج تساوی نہ، وترک عادت درسوم عرس برایشاں متعذر
یکساں برابر نہیں ہے اور ان پر عادت چھوڑنا اور عرس کی رسموں کا ترک کرنا بہت مشکل اور محال ہے

ودشوار است، بنا بر اضطرار محتاج بقرض شدہ رسم بجای آرند، ہفتم نیاز غیر مشروب قبول
اس وجہ سے اپنی رسم کو پورا کرنے کیلئے قرض لینے کے محتاج ہوتے ہیں، اور رسم پوری کرتے ہیں

نخواہد اُفتاد زیرا کہ ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب

سا تویں ناجائز نیاز قبول نہیں ہوتی، کیونکہ بیشک خدائے تعالیٰ پاک ہے قبول نہیں فرماتا لیکن پاک چیز کو۔

ونیز در حدیث آمدہ صدقہ کہ در راہ خدائے تعالیٰ دادہ می شود، اوّل در دست

اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جو صدقہ خدا کے راستہ میں دیا جاتا ہے پہلے اللہ تعالیٰ

حق سبحانہ تعالیٰ می اُفتد بعد ازاں بدست آں مسکین، پس ایں چنیں نیاز سزاوار جناب

کے ہاتھ میں جاتا ہے اُس کے بعد اُس مسکین کے ہاتھ میں جاتا ہے پس ایسی نیاز کیونکر خدائے تعالیٰ کے

قدس او تعالیٰ چگونہ باشد، تا ثواب آں باں بزرگ برسد، ازانجاست کہ معمول حضرت

لائق ہو سکتی ہے تاکہ اس کا ثواب ان بزرگ کو پہنچے، یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ (حضرت محمد عابد سنامی)

شیخ (حضرت محمد عابد سنامیؒ) در عرس مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین چنیں بود کہ بروز عرس

کا مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عرس میں یہ معمول تھا کہ عرس کے دن آپ کبھی گھر میں فرمادیا کرتے

گاہ در خانہ می گفتند کہ امروز قدرے در طعام معمول اضافہ باید کرد و ازیاراں ہر کہ در خدمت

تھے کہ آج کھانے میں کچھ معمول سے زیادہ اضافہ کردیا جائے، اور جو خادم اہل مجلس آپ کی خدمت

شریف حاضر می شد، می فرمودند کہ امروز چیزے ہمیں جا تناول نمایند، وچوں فقیر عادت بطعام

میں حاضر ہوتے آپ اُن سے فرمادیتے کہ آج ماحضر یہیں کھائیں، اور چونکہ فقیر کی عادت بازار کا کھانا

بازار دارد، ناچار بروز عرس یک روپیہ را شیرینی از بازار طلبیدہ بیاران حاضر تقسیم می کند

کھانے کی ہے، اس لیے عرس کے دن بازار سے ایک روپیہ کی مٹھائی منگوا کر احباب کو تقسیم کردیجاتی ہے

وانچہ فتوح زر نقد نیاز حضرت می رسد، بخدمت پیرزادہا دیوہا کہ استحقاق آنہا دارند

اور جو کچھ زر نقد روپیہ ان کی نیاز کے لیے آتا ہے اس روپیہ کو اُن کے اعزہ اور اہل حقوق کو خفیہ طور پر پہنچا

بطور مخفی می رسانند زیرا کہ ایں طریق از ریا و سمعہ و جمیع آفات مذکورہ از حرام وغیرہ محفوظ است

ہوں اس نے کہ یہ طریقہ دکھلا دے اور تمام اور برائیوں سے اور حرام وغیرہ باتوں سے محفوظ ہے اور

ونیز از نجاست کرمی فرمودند کہ زر نقد اگرچہ قلیل باشد در نیاز انفع است بمراتب

یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نقد روپیہ اگرچہ کم ہو لیکن نیاز میں زیادہ نفع دینے والا

از غیر آں وحوائج کثیرہ باں سرانجام می شود واز اقسام خدمات، خدمت بدنی اسرع است

ہے اور چیزوں سے، بہت سی اور ضروریات اس سے پوری ہوتی ہیں، اور خدمت کی قسموں میں نفع

بہ نفع واسبق است بوصول راحت بدل،

رسانی کیلئے سب سے زیادہ خدمت بدنی بہت اچھی ہے اور سب سے بہتر ہے دل کو راحت پہنچانے کیلئے۔

اور حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب "در المعارف" میں فرماتے ہیں کہ آج

چھ رجب یوم عرس خواجہ خواجگان حضرت محمد معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہے، اور حضرت

شاہ صاحب نے بہت کچھ حالات حضرت خواجہ کے فرمائے اور یہ فرمایا "کہ آج حضرت خواجہ کا

یوم عرس ہے اور حافظ کو حکم دیا کہ پنج آیت پڑھو اور حضرت خواجہ کی روح مبارک کو ثواب

بخشو"۔ مگر یہ بزرگوار اور تمام بزرگان سابق عرس نہایت سادگی سے کیا کرتے تھے، کثرت روشنی

فرش فروش تکلفات نہیں کیا کرتے تھے، صرف صلحا لوگ جمع ہو کر کثرت تلاوت قرآن مجید

کثرت کلمہ شریف، کثرت درود شریف، کثرت ذکر و فکر، کثرت خیرات کیا کرتے تھے بفعل عرس

فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ نہیں ہے، مستحب ہے، یا جائز ہے، لیکن ایسے لوگوں کا عرس میں سفر

کر کے شریک ہونا یا عرس کرنا ناجائز بلکہ گناہ ہے کہ دنیا کی نام آوری کے واسطے کریں، یا اہل حقوق

والدین یا اہل وعیال کو تکلیف یا فاقہ ہو اور عرس کریں یا سودی روپیہ لے کر عرس کریں یا عرس میں

جائیں یا نامحرم عورتوں یا مرد کا گانا سننے کے واسطے جائیں یا اثنائے سفر عرس میں نماز فرض قضا

کریں، یہ سب صورتیں شرکت عرس کو ناجائز بنا دیں گی۔ پیدائش آپ کی اار رمضان المبارک

سنہ ۱۱۱۱ھ کو ہوئی، اور وفات ۱۰ محرم سنہ ۱۱۹۵ھ کو ہوئی، قبر شریف دہلی میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ مختصر حالات و ارشادات حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ صاحب حضرت مرزا صاحب کے خاص خلفاء میں سے ہیں۔ آپکی ذات مبارک سے نور طریقہ بہت دور تک پھیلا۔ آپ کے بڑے بڑے خلفاء اللہ کے مقبول ہوئے۔ حضرت مولانا خالد رومی کردی آپ ہی کے خلیفہ ہیں۔ جن کی ذات سے تمام ملک کردستان منور و روشن ہوا۔ لاکھوں طالبِ حق واصل بخدا ہوئے۔ اور انہی کے نام مبارک پر سلسلۂ خالدیہ اس ملک میں مشہور و معروف ہے۔ یہ حضرت وہ ہیں (یعنی حضرت غلام علی شاہ صاحب) کہ جن کو بچشم ظاہر سے اولیائے کبار اور حضور رسول پاک کی زیارت ہوا کرتی تھی۔ اور جنہوں نے دو مرتبہ خدا کا کلام سنا ہے۔ جس کی حقیقت کو وہ خوب جانتے ہیں، ان کی تعریف اہل بصیرت خوب جانتے ہیں، جو اب بھی قبر شریف سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آپ کے کلمات

فقیر میں چار حرف ہیں۔ ف۔ ق۔ ی۔ ر۔ ف سے فاقہ۔ ق سے قناعت۔ ی سے یادِ الٰہی۔ ر سے ریاضت۔ (جس نے ایسا کیا، اُس پر) ف سے فضل خدا۔ ق سے قربِ مولٰے ی سے یاریٔ حق۔ ر سے رحمت حق نصیب ہوگی (اور جس نے صورت فقیر کی بنائی اور ایسا کیا اُس کا ف سے فضیحتہ۔ ق سے قہر خدا۔ ی سے یاس۔ ر سے رسوائی نصیب ہوگی۔ اسی طریق میں چار چیزیں ضروری ہیں۔ دست شکستہ (سوال نہ کرنا)، پا شکستہ (کسی امید پر کسی کے پاس نہ جانا)، دیتیں درست، یقین درست۔ اسلام میں جب بچوں کو شروع قاعدہ میں یہ پڑھاتے ہیں

الف زبر ا زیر اے پیش اُو ، اس سبق سے یہ مطلب ہو کہ تیرے دماغ میں جو کبر مثل زبر کے ہی، اُسکو چھوڑ اور مثل زیر کے اپنے کو پست کر تاکہ خدا تجھ کو مثل پیش کے سب سے بلند مرتبہ کر دے۔ طالب ذوق وشوق وکشف وکرامات طالب خدا نہیں ہے جو شخص مخدوم ہونا چاہے وہ مرشد کی خدمت کرے، کھانے میں ایک رضائے نفس ہے اور ایک حق نفس۔ رضائے نفس لطیف باذائقہ غذا کھانا اور خوب کھانا ہے اور حق نفس اس قدر کھانا ہے کہ جس کی قوت سے فرائض اور سنن ادا کر سکے۔

حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات ہیں، لیکن ہر وقت مناسب استعداد اس زمانہ کے اس کمال کا اظہار خاصان اُمّت میں ہوا ہے۔ جو کمال کہ حضور کے جسم اطہر سے مناسبت رکھتا ہے، جیسے بھوکا رہنا، جہاد کرنا، عبادت کثرت سے کرنا، یہ کمال صحابہ کرام میں جلوہ گر ہوا۔ اور جو کمال حضور کے قلب منور سے مناسبت رکھتا ہے، جیسے استغراق وبیخودی وذوق وشوق وآہ ونعرہ واسرار توحید وجودی، یہ زبان جنید بغدادی وبایزید بسطامی سے ظاہر ہوا اور جو کمال لطیفہ نفس حضور سے تعلق رکھتا ہے، جیسے اضمحلال واستہلاک، اُسکا ظہور زمانہ حضرت خواجہ نقشبند سے ہوا۔ اور جو کمال کہ اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتا ہے اُسکا ظہور دور زمانہ حضرت مجدد الف ثانی سے ہوا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ جیسے طلب رزق حلال فرض ہی مومنین کو اسیطرح ترک حلال فرض ہی عارفوں پر۔ شب کو بھوکا رہنا درویشوں کی معراج ہی۔ جو شخص تابع ہوا خواہش ہی وہ کب بندہ خدا ہی، خطرات مرتبہ ولایت میں مضر ہیں۔ کمال نبوت میں مضر نہیں ہوتے آدمی چار طرح کے ہیں: نامرد، مرد، جوانمرد، فرد۔ طالب دنیا نامرد، طالب عقبیٰ مرد، طالب عقبیٰ ومولیٰ جوانمرد، طالب مولیٰ فرد۔ اولیا تین قسم کے ہیں۔ صاحب کشف، صاحب ادراک، ولی باب جہل، سالک شروع حال غلبہ میں عبادت نافلہ نہ کرے صرف فرائض وواجبات وسنن موکدہ ادا

کرے باقی سب وقت ذکر و فکر قلب میں گزارے۔ طریقہ مجددیہ میں فیض چار دریا کا جاری ہے نقشبندی
قادری چشتی سہروردی، لیکن نقشبندی غالب ہو۔ پیدائش آپ کی ۱۱۸۵ھ کو ہوئی اور انتقال
آپ کا ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ کو ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ قبر شریف دہلی میں ہے۔

۸۹ مختصر حالات اور ارشادات حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نہایت درجہ کے متقی اور اعلیٰ درجہ کے عالم تھے
اکثر ناواقف لوگ آپکو صرف عالم علم شریعت کا جانتے ہیں۔ درویش اور علم باطن کا عالم نہیں جانتے
یہ حضرت قاضی صاحب مرزا صاحب کے اجل خلفاء میں سے ہیں، اور یہی نہیں بلکہ آپ کے صاحبزادے
مقامات کمالات نبوت سے اور اہلیہ صاحبہ ولایت کبریٰ سے مشرف ہیں ان کا تمام گھر کا گھر
عالم اور درویش ہے۔ یہ قاضی صاحب اس درجہ کے بندۂ خاص ہیں کہ ان کی تعظیم کو فرشتے اٹھا کرتے
تھے۔ حضرت مرزا صاحب حضرت قاضی صاحب سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "قاضی صاحب تم کیا عمل کرتے
ہو کہ جب تم آتے ہو تو فرشتے تمہاری تعظیم کو اُٹھتے ہیں اور تمہارے بیٹھنے کو جگہ خالی کرتے ہیں"
اور یہ بھی مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ خدائے عزوجل جب حشر میں مجھ سے فرمائیگا کہ "اے جانجاناں
تو دنیا سے کیا تحفہ لایا تو میں قاضی صاحب کا ہاتھ پکڑ کے پیش کروں گا کہ خدایا میں قاضی ثناء اللہ
کو پیش کرتا ہوں"۔ آپ کی تفسیر مظہری مشہور تفسیر ہے، جس میں عجیب عجیب نکات شریعت
و اسرار طریقت فرمائے ہیں۔

آپ کے کلمات

اہل سکر کا کشف بالکل صحیح نہیں ہوتا۔ اس میں غلطی کا بہت احتمال ہے۔ علم باطن فرض ہے
اور طلب طریقت واجب ہے، اور بیعت سنت ہے۔ کمال تقویٰ مرتبہ ولایت میں ہے طور امتیاز

کے حکم میں ہے، دعا سوائے خدا کے کسی سے مانگنا جائز نہیں، ولایت کو نبوت سے افضل کہنا باطل ہے۔ اولیاء اللہ کو معصوم کہنا کفر ہے جو کشف اور الہام اور آواز موافق قرآن و حدیث کے ہو قابل عمل اور ماننے کے ہے اور جو خلاف ہو اس میں ہو کر نفس و شیطان کا ہے اور وہ باطل ہے آپکا انتقال غرہ رجب ۱۲۲۵ھ کو ہوا۔ قبر شریف پانی پت میں ہے۔

فصل پانچویں

مختصر حالات و مکشوفات و کرامات حضرت سید امام علیشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اب میں آخری فصل پانچویں چھٹی اور ساتویں میں سید امام علی شاہ صاحب و حضرت شیر محمد خانصاحب و حضرت محمد علی شیر خانصاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا حال لکھوں گا۔ لیکن طوالت کی وجہ سے جس جگہ حضرت سید امام علیشاہؒ کے اسم مبارک کے لکھے جانے کی ضرورت ہو گئی اس جگہ صرف سید صاحب اور حضرت شیر محمد خانصاحب کے نام کی جگہ بڑے حضرت صاحب اور حضرت محمد علی شیر خانصاحب کے نام کی جگہ صرف حضرت صاحب لکھوں گا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

جناب حضرت سید صاحب کے حالات و کمالات و مکشوفات و کرامات و تصرفات اس قدر ہیں کہ جس کے جمع کرنے کو بہت وقت چاہیئے اور آپ کے دیکھنے والے بھی خال خال لوگ ہیں میں نے بھی جو کچھ حالات آپ کے اس طرف کے چند معتبر لوگوں کی زبانی اور نیز حضرت صاحب کے ذریعہ سے جو توسط بڑے حضرت صاحب و نیز دیگر اشخاص کے سُنے ان میں سے بھی بہت کم لکھتا ہوں۔ اور یہ بھی لکھنے کی ضرورت یوں ہوئی کہ اکثر حضرات نقشبندیہ کے حالات کتاب میں آ کر چھپ چکے ہیں لیکن حضرت سید صاحب جو اپنے وقت کے مجدد صدی تھے اور بڑے حضرت صاحب

اور حضرت صاحب کے حالات نہیں چھپے ہیں۔ اس واسطے آپ کے متوسلین سلسلہ ان بزرگوں کے حالات و کمالات اور ریاضات اور مجاہدات اور کرامات اور کشوفات سے ناواقف ہیں انکو خصوصًا واقف کرتا ہے اور اوروں کو عمومًا اور جب یہ لوگ واقف ہو جائیں گے تو ان بزرگوں کی محبت ان کے دلوں میں زیادہ ہوگی۔ اور جب اُنسے محبت زیادہ ہوگی تو ان بزرگوں کے انوار اور فیضان و برکات سے مستفیض ہوں گے۔ حضرت سید صاحبؒ سے ایسی خرق عادات ظاہر ہوئی ہیں کہ جو حضرات متقدمین رحمۃ اللہ علیہ اجمعین کے حالات سے ملتی جلتی ہیں۔ لیکن یہ صدقہ انھیں پیران کبار کا ہے۔ حضرت سید صاحبؒ ملک پنجاب مقام رڑ چھتر کہ جسکو مکان شریف بھی کہتے ہیں، اور شہر امرتسر سے قریب اور دریائے راوی کے کنارہ پر ہے پیدا ہوئے آپؒ کی ذات والاصفات خدا کی رحمتوں میں سے بڑی رحمت اور آیات الٰہی میں سے ایک آیت تھی، جس نے دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے۔ آپ کے کئی لاکھ مرید اور قریب سو آدمیوں کے خلیفہ تھے۔ آپ کے یہاں ہر وقت دو۲۰۰سو تین۳۰۰سو طلبہ حق رہا کرتے تھے۔ اور ان کا کھانا اور کپڑا وغیرہ حضرت سید صاحبؒ کے ذمہ تھا۔ آپکے یہاں لنگر خانہ تھا۔ علاوہ طلبہ کے اور صدہا آدمی روزمرہ دونوں وقت کھانا کھایا کرتے تھے، لیکن مہمان امیر ہو یا غریب، گھر کا ہو یا باہر کا۔ سبکو برابر یکساں کھانا ملتا ذرا فرق نہ ہوتا۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ آپ کسی کا نام لیکر نہیں بلایا کرتے تھے بلکہ یوں فرماتے شیخ صاحب! سید صاحب! خانصاحب! میاں صاحب! مولوی صاحب وغیرہ آپکے اوقات مقررہ یہ تھے، کہ نماز تہجد سے اشراق تک، اور عصر سے عشا تک حلقہ اور مراقبہ میں مشغول رہتے، اور طلبہ کی صفیں آپ کے پیچھے برابر بیٹھی رہتیں۔ اور نمبروار طلبہ میں سے ایک ایک آتا جاتا۔ اس کو آپ دونوں ہاتھ پکڑ کر توجہ فرماتے اور اثنائے توجہ میں آپ بآواز بلند فرمایا کرتے تھے اھدنا الصراط المستقیم

ھدایت: طالب اور شیخ دونوں کو ابتدائے مراقبہ اور وسط مراقبہ اور آخر مراقبہ اور اثنائے توجہ میں اھدنا الصراط المستقیم اور الٰہی مقصود من توئی و رضائے تو محبت و معرفت خود بدہ، پڑھتے رہنا چاہئیے۔

نماز عصر کے بعد روز مرّہ سوا لاکھ مرتبہ درود شریف صلے اللّٰہ علیٰ حبیبہٖ محمد و آلہٖ وسلم کا ختم ہوتا اور بعد ختم درود شریف پھر حلقہ شروع ہوتا۔ آپ کے یہاں کی مسجد انوار ذکر و فکر و کثرت درود سے ایسی روشن و منور رہتی کہ ایسے لمعات و انوار قلوب میں بھی کم نظر آتے ہیں۔ مقبولیت اور کثرت نسبت اور فیضان کا یہ حال تھا کہ بعض وقت اثنائے نماز میں آپکے ارد گرد کے دور دور تک کے لوگ بیہوش ہو کر گر جایا کرتے تھے۔ اور اثنائے حلقہ میں جو شخص غیر آپکے سامنے ہو کر مسجد میں گزرتا۔ اُس کے پیر کے دھکے سے آپ کی آنکھ کھل جاتی۔ اور اس شخص چلنے والے پر نظر پڑ جاتی۔ اگرچہ وہ آپ سے مرید نہ بھی ہوتا تو اُس کا دل خود بخود ذکر خدا سے جاری ہو جاتا اور وہ اُس کو اپنی قبر میں ساتھ لیجاتا۔ اور بعض وقت کسی کو ایک ہی توجہ سے ولایت سے مشرف فرماتے، بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز آپ کے دریائے راوی میں زمین پر بیٹھے ہوئے ایک پٹھان خلیلی سے فرمایا "میاں تم کیا چاہتے ہو؟ تم کو ہمارے پاس ٹھہرے ہوئے بہت روز ہوئے، پٹھان خلیلی نے عرض کیا کہ حضرت میں دنیا چاہتا ہوں حضرت سید صاحب نے فرمایا "میاں اچھا تم اتنی مرتبہ الحمد شریف روز پڑھ لیا کرو۔ قدرت خدا ان پٹھان خلیلی کو غیب سے کسی نے چاندی بنانا سکھا دیا۔ وہ جب چاہتے چاندی کا ڈھیما جنگل سے بنا کر لے آتے۔ اس خوشی سے وہ اور بھی موٹے ہو گئے۔ ایک روز حضرت سید صاحب کے مکان کی دیوار خام بن رہی تھی وہ پٹھان خلیلی بھی گڑھے میں سے مٹی کھود کھود کر اوپر دے رہے تھے، حضرت سید صاحب ان پٹھان خلیلی کے روبرو زمین پر بیٹھ گئے اور ان کا کام دیکھتے رہے نہ معلوم حضرت سید صاحب نے

ان کے دلمیں کیا القاء فرمایا کہ وہ پٹھان کام ختم کرنے کے بعد حجرہ میں جا کر بقاعدہ نماز رو بقبلہ ہو کر بیٹھ گئے اور انھوں نے سوائے وقت حاجت بیت الخلاء کے حجرہ سے باہر نکلنا موقوف کر دیا۔ کبھی لنگری جو کھانا لایا کرتا تھا کھانا لے کر جاتا تو تیسرے چوتھے وقت بہت تھوڑا سا کھا لیا کرتے اور ہر وقت شب و روز مراقب رہتے، بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے جا کر میاں خلیل سے پوچھا کیا تم چاندی بنانا بھول گئے ہو جو اس قدر مغموم اور چپ چاپ حجرے میں بیٹھے رہتے ہو۔ جواب دیا خانصاحب چاندی بنانا یاد ہے مگر دل نہیں چاہتا۔ یہاں تک اُن پر عشق شدید اور جذب کثیر غالب ہوا کہ اسی حالت میں چھ مہینہ تک وہ شب و روز مراقب رہے اور اسی حال میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

ایک حجام حضرت سید صاحب کے مرید تھے، ان کے سپرد بکریوں کو چرانے کی خدمت تھی، وہ جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے، جنگل کی گھاس جسے کانس کہتے ہیں اسکی نوکیں پاؤں کو زخمی کر دیتی ہیں، اس گھاس نے اُن کے ننگے پاؤں کو جگہ جگہ سے زخمی کر دیا تھا۔ وہ شخص لنگڑاتے ہوئے جناب حضرت سیّد صاحب کی خدمت شریف میں سلام کرنے کو حاضر ہوئے آپ نے ان سے لنگڑا کر چلنے کا حال دریافت فرمایا اور پھر اپنی نعلین مبارک (جوتی) پہننے کو مرحمت فرمائیں انھوں نے ان نعلین کو اُٹھا کر چوما اور سینہ پر اُن کو باندھ لیا۔ اسی وقت سے جذب ربانی پیدا ہو گیا اور تا زیست یہی عمل اُن کا رہا۔ اور جب جذب کی زیادتی ہوتی تو وہ نعلین کا تلا زبان سے چاٹا کرتے یہاں تک تلووں کو چاٹا کہ اُن میں سوراخ ہو گئے اور اسی حالت میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ مگر جس کو اُنھوں نے جو دعا دی وہ خدا کی جناب سے روا ہوئی۔ اور جس دل پر توجہ فرمائی وہ ذکر خدا سے منور ہو گیا، ہزاروں کو ان سے فیض پہنچا اور ہزاروں کے کام ان کی دعا سے نکلے اور ہزاروں کے دل قفس دنیا سے نکل کر عالم بالا کی طرف پرواز کر گئے۔

بڑے حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں "ایک خاں صاحب جن کا نام عادل خاں تھا وہ شیخاوٹی کی انتہا اور پنجاب کی ابتدا پر کوئی گاؤں ہے وہاں کے تھے اور وہ انگریزی رسالے میں نوکر تھے وہ اتفاقاً امکان شریف کے قریب ہو کر کہیں جا رہے تھے، حضرت سید صاحبؒ کا حال سن کر سلام کیواسطے حاضر ہوئے، سلام کرنے کے بعد بس وہیں بیٹھ گئے اور نوکری حاضری کی کچھ خبر نہیں، چھ ماہ بعد کچھ افاقہ ہوا تو اپنی چھاؤنی میں گھوڑے سمیت حاضر ہوئے اور استعفا دینا چاہا تو سب سوار بولے عادل خانصاحب تم نوکری اور قواعد روزمرہ کرتے ہو تم کو کوئی تکلیف نہیں پھر کیوں نوکری چھوڑتے ہو، انھوں نے فرمایا حضرت سید صاحب کی خدمت شریف سے چھ ماہ بعد آیا ہوں پھر وہیں جاؤں گا، لوگ سنکر حیران ہوئے کہ روزمرہ قواعد میں اور پہرہ پر حاضر رہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میں چھ مہینے کے بعد آیا ہوں" عادل خانصاحبؒ فرما کر چلے آئے اور دو تین برس حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر رہے، بڑے حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں کہ عادل خانصاحب کو ایک ہی توجہ میں حضرت سید صاحب نے بندۂ خاص بنا دیا تھا اور ایسا جذب کثیر خدا نے اُن کو عطا فرمایا کہ اگر وہ کسی وقت نظر غیرت یا غصہ سے درخت یا سبز گھاس کی طرف دیکھ لیتے تو اُس میں آگ لگ جاتی۔ وہ اکثر خاموش آنکھ بند کیے ہوئے مراقب بیٹھے رہا کرتے تھے خانصاحب ہی نہیں بلکہ تمام طلبا، حضرت سید صاحبؒ کے وقت حلقہ یا غیر حلقہ خدا کی یاد میں مستغرق رہتے اور خاموش رہا کرتے تھے اور ایک دوسرے سے اس قدر بے خبر رہتے تھے کہ باوجود برسوں تک ایک جگہ رہنے کے ایک دوسرے کے نہ نام سے واقف ہوتا تھا اور نہ جائے سکونت سے اور یہاں تک خدا کی یاد میں مشغول رہتے تھے کہ اگر کسی کا کپڑا پھٹ جاتا تو اُس کے سینے کی طرف مخاطب نہیں ہوتے اور اگر کسی کی جوتی گم جاتی تو اُس کی تلاش میں نہ پھرتے۔ نہ کسی سے کہتے، عادل خانصاحب جب بعد اجازت حالت ہوش میں آنے کے اپنے گھر گئے اور وہ اپنی ماں کے ایک ہی

بیٹھے تھے اور اُنھوں نے اپنی والدہ کو کوئی خط بوجہ جذب کے نہیں لکھا تھا اور اُنکی والدہ کو خبر نہیں تھی کہ میرا بیٹا کہاں ہے تو ان کی والدہ اُن کے فراق میں روتے روتے اندھی ہوگئی تھیں جب عادل خانصاحب گھر پہنچے تو اُنکی والدہ اُن کی آواز سنکر اُن کو ہاتھ سے ڈھونڈھنے لگیں تو عادل خانصاحب نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ تمھاری آنکھوں میں کیا ہوا تو اُن کی والدہ نے کہا کہ بیٹا تیرے فراق میں روتے روتے اندھی ہوگئی ہوں۔ عادل خانصاحب نے جب یہ سنا تو اُنکو جذب ربانی پیدا ہوا اور اُنھوں نے اثنائے جذب میں اپنا آب دہن والدہ کی آنکھوں پر لگا دیا، اللہ کے فضل سے ان کی والدہ کی آنکھیں اسی وقت روشن ہوگئیں، اسی واسطے حضرت مولانا رومیؒ نے اولیا کی شان میں سچ فرمایا ہے،

اکمہ و ابرص چہ باشد مردہ نیز — زندہ گردد از فسونِ آں عزیز

اندھا اور کوڑھی تو کیا بلکہ مردہ بھی — اس بندۂ خاص کے دم کرنے سے زندہ ہوجاتا ہے

امرتسر میں ایک مولوی صاحب تھے کہ جو قاری بھی تھے، وہ اولیاء اللہ کی طرف سے اپنے وقت میں گمان نیک نہ رکھتے تھے، حضرت سید صاحب کے ایک خادم نے ان سے کہا کہ مولویصاحب کبھی آپ حضرت سید صاحب سے بھی تو ملو۔ اُنھوں نے کہا اچھا جمعہ ہے چلو، آج جمعہ کی نماز وہیں پڑھینگے، لیکن سید صاحب قاری نہیں ہیں اس واسطے ہماری نماز کامل نہیں ہوگی اور آج فلاں قسم کے کھانے کو بھی دل چاہتا ہے، جب مولویصاحب پہنچے تو حضرت سید صاحب نے اُن کو وہی کھانے کھلائے، جنکا وہ کہتے تھے، اور جب جمعہ کی نماز کا وقت آیا تو حضرت سید صاحب کے ایک خادم بخاری عالم اور قاری تھے، اور وہ بہت عرصہ سے مجذوب تھے، ان سے حضرت سید صاحب نے فرمایا، مولوی بخاری صاحب تم قاری بھی ہو اور مولوی بھی ہو، آج تم نماز پڑھاؤ تاکہ مولوی صاحب جو امرتسر سے آئے ہوئے ہیں، ان کی نماز کامل ہوجائے، حضرت سید صاحب کے

فرماتے ہی بخاری صاحب کا جذب فوراً جاتا رہا ۔ اور حالت ہوش میں آگئے ۔ اور انھوں نے نماز جمعہ کی پڑھائی ، حضرت سید صاحب کے کشف سے واقف ہو کر مولوی حسین صاحب امرتسری بہت حیران ہوئے ، جب نماز ہو چکی تو حضرت سید صاحب نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کچھ وعظ کہو ، مولوی صاحب امرتسری نے بہت انکار کیا ۔ لیکن حضرت سید صاحب کے ارشاد سے وہ ممبر پر بیٹھے ، حضرت سید صاحب نے اُن کی طرف دیکھا ، اور دیکھتے ہی مولوی صاحب ممبر سے بیہوش ہو کر گر پڑے ، جب ہوش آیا تو حضرت سید صاحب کے پاؤں چومے اور اپنی بدگمانی کی معافی چاہی ، اور بیعت ہو کر درجۂ کمال کو پہنچے ۔ اسی واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ڈرو مومن کی فراست سے کہ وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے"

حضرت سید صاحب ایک روز تشریف رکھتے تھے کہ ایک گاؤں کا آدمی آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا ۔ آپ نے فرمایا میاں کچھ وعظ کہو اُس شخص نے عرض کیا کہ حضرت میں تو اَن پڑھ گانوں کا آدمی ہوں ۔ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا ہوں ، آپ نے فرمایا میاں کچھ تو کہو ، بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے ہاتھ کا اشارہ کیا کہ تو کھڑا ہو جا ۔ اُس نے اپنے گانوں کی پنجابی زبان میں کہا کہ خدا ایک ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں ، حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ میاں خوب عمدہ وعظ فرمایا ، قدرت حق کہ چند روز بعد اس شخص کی قوت بیانی اس قدر بڑھی کہ تمام پنجاب میں اس کا شہرہ ہو گیا ۔ اور کسی مذہب کا عالم عیسائی یا ہندو وغیرہ اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا تھا ۔ اور بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کو اگر لکھا جائے تو بہت بڑی ضخیم کتاب بھی کافی نہ ہو ، کیونکہ حضرت سید صاحب کے حالات و کرامات بہت کثرت سے ہیں ، جو اس کتاب میں بطور نمونہ کے لکھے گئے ہیں ، وہ عقلاء اور طلباء کے لیے کافی ہیں ، کسی نے ایسے ہی لوگوں کی شان میں خوب کہا ہے ۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

وہ خاصانِ حق کہ جو مٹی کو ایک نظر سے کیمیا بنادیں، کاش کہ وہ ایک نظرِ لطف و کرم ہم پر کریں

بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے کشف کا یہ حال تھا کہ جو سامنے کی چیز ظاہری آنکھوں سے نظر آتی ہے اُس سے زیادہ حضرت سید صاحب کو قریب اور بعید کی چیز بفضلہ تعالیٰ دل کی آنکھوں سے نظر آتی تھی، آپ جب حلقہ فرمایا کرتے تو ایک خادم حضرت کے پیچھے کھڑا رہا کرتا تھا، جہاں کسی کے دل میں اِدھر اُدھر کا خیال آتا تو آپ فوراً فرمایا کرتے تھے کہ میاں کیا کرتے ہو؟ خدا کی یاد کرو، اگر کوئی نیا آدمی کہ جو داخلِ سلسلہ نہ ہوتا اور وہ حلقہ میں آکر بیٹھ جاتا تو آپ سر مبارک اُٹھا کر خادم کی طرف دیکھتے خادم سمجھ جاتا کہ کوئی غیر شخص شریکِ حلقہ ہو گیا ہے، چنانچہ خادم صفوں میں تلاش کر کے نئے آدمی کو لاکر پیش کرتا آپ اس شخص سے فرماتے: میاں خیر اس وقت اپنی قبر کی فکر میں رہے پھر آنا" ایک روز آپ بعد نماز مغرب حلقہ میں مراقب تھے۔ آپنے سر مبارک اُٹھا کر فرمایا کہ فلاں سمت کو فلاں جگہ جاؤ اور ٹھنڈا پانی لیتے جاؤ اور اس نام سے پکارو اور پھر اس کو یہاں ساتھ لے آؤ۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جب آدمی اُس طرف کو گیا اور پکارا تو اسی نام کا ایک شخص حضرت سید صاحب کی ملاقات کو آرہا تھا مگر راستہ بھول گیا تھا اور سخت پیاسا تھا۔ اُس کو پانی پلایا اور کہا کہ تم کو جناب حضرت سید صاحب یاد فرماتے ہیں، وہ بہت خوش ہوا۔

ایک لڑکا حضرت سید صاحب کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک روز جب وہ آیا تو حضرت سید صاحب نے فرمایا آج چند قسم کے کھانے پکاؤ، اور اس لڑکے سے فرمایا میاں تم کھانا ہمارے ساتھ کھانا بعد کھانا تیار ہونے کے حضرت سید صاحب نے اس کے ساتھ تناول فرمایا۔ اور بہت مہربانی اور کرم سے پیش آئے اور جب وہ جانے لگا تو کچھ دور تک خلافِ عادت آپ اُس کو چھوڑنے کے لئے تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو بڑے حضرت صاحب سے فرمایا۔ خاں صاحب اسکی بیماری

آخری ملاقات تھی کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اور پھر آپ سے اس کی ملاقات نہ ہوئی بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے روز آپ کے پاس ہزاروں خادم سلام کو حاضر ہوئے، اور ہر ایک خادم اپنے خلوص کے موافق روپیہ پیش کرتا۔ آپ اس پر دست مبارک رکھ دیتے، اور وہ خادم روپیہ وہیں زمین پر چھوڑ جاتا۔ جو خادم روپیہ اٹھانے اور رکھنے پر مقرر تھے وہ جب دوبارہ آتے تو اسی قدر روپیہ جھولی بھر کر پھر لیجاتے۔

ایک شخص درویش کامل کی تلاش میں کابل سے ہندوستان آئے ہوئے تھے، اتفاقاً وہ اس وقت موجود تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ فقیر تو بہت مالدار ہوگا۔ آپ نے فرمایا میاں صاحب یہ مال خدا کا مال ہے، خدا کے بندوں کے کام آتا ہے، میری ملک نہیں ہے، یہ خدا کی ملک ہے، آپ بھی حسب ضرورت لیجاؤ۔ اس شخص نے اپنی سوء ظنی سے توبہ کی اور آپ سے بیعت ہو کر کمال کو پہنچا۔ آپ کی برکت اور فیضان سے زندہ ہی نہیں بلکہ مردہ بھی امیدوار رہتے تھے۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم جناب سید صاحب کے ہمراہ ایک گانوں گئے جہاں حضرت سید صاحب کے اکثر مرید تھے، حضرت سید صاحب نے نماز عصر پڑھی اور آپ ختم درود شریف کیلئے بیٹھے۔ اتنے میں چند شخص سفید لباس پہنے ہوئے مسجد میں آئے اور یکے بعد دیگرے صرف جناب سید صاحب سے سلام و مصافحہ کر کے چلے گئے۔ لیکن ہم اور چند لوگ حیران تھے کہ ان لوگوں کو کبھی گاؤں میں نہیں دیکھا اور یہ لوگ کھڑے کھڑے آئے اور چلے گئے اور سلام و مصافحہ بھی صرف حضرت سید صاحب ہی سے کیا۔ بعد حلقہ و مراقبہ ہم نے سید صاحب سے عرض کیا کہ یہ کون لوگ تھے۔ آپ نے فرمایا اس گانوں کے مردے تھے ملاقات کو آئے تھے۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت سید صاحب کی قبولیت دعا کا یہ حال تھا کہ جو دعا کسی کے لئے آپ نے کر دی وہ جناب باری سے رد نہیں ہوتی تھی۔

ایک روز ایک بڑھیا ستر سال کے قریب عمر کی جو پاؤں سے بھی کچھ مجبور تھی، حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضرت میں اور میرا شوہر دونوں ضعیف ہیں، اور میرے

بھی معذور ہوں۔ ہم دونوں کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے آپ دعا فرمائیں کہ خدا مجکو اپنے فضل سے فرزند عطا فرمائے۔ آپ سنکر مسکرائے اور جو حکیم صاحب خانقاہ میں طلبہ کے علاج معالجہ کے لئے رہا کرتے تھے اُن کو طلب فرمایا۔ حکیم صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کیا حکم ہے۔ تو آپ نے فرمایا "سنئیے بڑھیا کیا کہتی ہے؟" بڑھیا کی عرض کو سنکر حکیم صاحب بھی ہنسنے لگے اور عرض کیا کہ "حضرت اس کے اولاد ہونے کے دن اب کہاں ہیں! اس کی آرزو قاعدۂ حکمت سے بالکل خلاف ہے" بڑھیا حکیم صاحب کی گفتگو سنکر بولی حضرت اگر میرے اولاد ہونیکے دن ہوتے تو میں یہاں کیوں حاضر ہوتی۔ یہ سنکر حضرت سید صاحبؒ نے فرمایا حکیم صاحب! خدا جس نے حضرت آدم علیہ السّلام کو بلا ماں باپ کے پیدا کیا، وہ خدا جس نے بلا باپ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو پیدا کیا۔ جب وہ ہر چیز پر قادر ہے تو کیا اس ضعیفہ کو اولاد دینے پر قادر نہیں ہے، بلکہ ضرور ہے۔ اور ضعیفہ سے فرمایا "اماں تم جاؤ فضل خدا کریگا۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ تین یا چار سال بعد وہ ضعیفہ آئی اور دو بچے ایک گود میں اور ایک کا ہاتھ پکڑے ہوئے حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور حضرت سید صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعا سے خدا نے مجھے دو فرزند عنایت فرمائے۔ یہ قبولیتِ دعا اور قدرتِ حق کا نمونہ دیکھ کر سب حیران تھے۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ حضرت سید صاحب نے کسی کام کے واسطے ہاتھ جناب باری میں دعا کیواسطے اٹھائے ہوں اور وہ کام نہ ہوا ہو۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ زندہ و مردہ کیا جانور بھی حضرت کو جانتے تھے۔ اور آپ کی خدمت سے علیحدہ ہونا نہیں چاہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سید صاحب کے یہاں خانقاہ میں پے در پے تین وقت کا فاقہ سب کو ہو گیا۔ اور آپ کے اہل و عیال اور طلبہ اور جانور سب تین وقت بھوکے رہے جناب حضرت سید صاحب نے مجھ سے فرمایا "خانصاحب تین وقت سب کو ہو گئے سب پریشان ہیں، آپ ہماری

سواری کی گھوڑی لیجاؤ اور فروخت کر کے اس کا سامان لاؤ۔ یہ آواز گھوڑی نے سنکر گھاس کھانا بند کر دیا اور سست ہو کر گردن جھکا کر کھڑی ہوگئی اور اسکی آنکھوں سے آنسو کی دھار جاری ہوگئی حضرت سید صاحب گھوڑی کی یہ حالت ملاحظہ فرما کر خود بھی غمگین ہو کر سر مبارک نیچا فرما کر خاموش ہوگئے اور پھر گھوڑی کے لیجانے یا فروخت کرنے کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ تھوڑی دیر ہی گذری ہوگی کہ ایک سیٹھ امرتسر کا حاضر ہوا اور اُس نے ایک تھال میں پانصد روپیہ اور کچھ کپڑا پیش کیا جناب حضرت سید صاحب نے فرمایا اے گھوڑی نکرمت کر تیری قسمت کا خدا نے بھیجدیا" یہ سنکر گھوڑی کودنے لگی اور خوشی خوشی گھاس کھانا شروع کر دیا۔

بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ایکمرتبہ ہم سخت بیمار ہوگئے۔ اور چہرہ اور جسم پر ورم آگیا اور طاقت اُٹھنے بیٹھنے کی بھی نہ رہی۔ اور ہم نے جان لیا کہ تیرا وقت آخیر آگیا۔ اسی اثنار میں حضرت سید صاحب نے ارشاد فرمایا، خانصاحب راوی دریا کے پرلے کنارے فلاں گاؤں میں فلاں شخص سے جا کر کہو کہ لنگر خانہ کے واسطے لکڑی نہیں ہے۔ یہ ارشاد سنکر ہم بہت متفکر ہوئے کہ چلنے کی طاقت نہیں، درمیان میں دریا اور تعمیل حکم میں تاخیر باعث گستاخی اور بے ادبی ہے چنانچہ فرمایا کہ ہم ہمت کر کے لکڑی ہاتھ میں لیکر چلدیئے۔ ندی میں پاؤں رکھتے ہی کپکپی چڑھی اور پھر قدرت خدا کیا دیکھی کہ جب زیادہ پانی میں چلا تو جسم میں سے سیاہ دھواں جیسا نکلکر پانی پر بہتا ہوا معلوم ہوا جب ہم راوی ندی کے پرلے کنارے پر پہنچے تو نہ ضعف تھا نہ ورم تھا نہ بیماری تھی اور ہم بالکل تندرست ہوگئے۔

ایک لڑکا امرتسر سے آیا اس کا باپ ساتھ تھا اس کو تپ کہنہ (دق) تھی اور انتہائی درجہ پر پہنچ چکی تھی حکیم صاف جواب دے چکے تھے، اور اس لڑکے کے جسم میں سوائے ہڈی اور کھال کے کچھ نہ تھا۔ حضرت سید صاحب نے فرمایا کہو میں اچھا ہوں وہ بولا حضور میں تو سخت بیمار ہوں

آپ نے فرمایا میاں تو کہو میں اچھا ہوں" اُس نے کہا میں اچھا ہوں، آپ نے فرمایا میاں تم بیشک اچھے ہو، الحمد للہ - آپ نے اس لڑکے کے والد سے فرمایا اس کو یہاں چھوڑ دو، چند روز بعد آنا اُس کا والد چھوڑ کر چلا گیا، کئی روز کے بعد جب آیا تو لنگر خانہ کا کھانا تقسیم ہو رہا تھا، چنانچہ اس لڑکے کا باپ بھی کھانے میں مشغول ہو گیا اور بیٹا خود اپنے باپ کو کھانا اور پانی لا لا کر دے رہا تھا مگر اُس کے باپ نے اُس کو بالکل نہیں پہچانا، کیونکہ اس کی شکل وصورت جو اس کے خیال میں تھی بالکل تبدیل ہو چکی تھی، اور وہ لڑکا خوب موٹا اور توانا ہو گیا تھا، حضرت سید صاحب سے اس کے باپ نے عرض کیا حضرت میرا لڑکا کہاں ہے - ذرا اُس سے مل لوں، آپ نے فرمایا تم خود دیکھ لو، لڑکا باپ کے سامنے کھڑا تھا ہنس پڑا - باپ اس کے لپٹ گیا اور سید صاحب کے پاؤں پر گر پڑا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے رمضان شریف میں افطار سے پیشتر مسجد میں عرض کیا کہ حضرت آپ کھانا میرے یہاں تناول فرمائیں، آپ نے فرمایا بہت اچھا، اس کے بعد دوسرا شخص آیا، اور اُس نے عرض کیا کہ بعد نماز حضور کھانا میرے یہاں نوش فرمائیں، اسی طرح سات آدمیوں نے بعد نماز مغرب کھانے کو عرض کیا، اور آپ نے قبول فرما لیا۔ ایک مولوی صاحب ولایتی حضرت سید صاحبؒ کے مرید یہ سب کیفیت اور آپ کے وعدے سن رہے تھے، لیکن بوجہ پاس ادب کچھ نہ کہہ سکے، مگر دل میں اُن کے پریشانی ضرور تھی، جب بوقت عشاء تراویح کو سب لوگ جمع ہوئے تو حضرت سید صاحب کے تشریف لیجانے اور کھانا تناول فرمانے کے سب شکر گذار اور تعریف کرنے لگے۔ پھر آپس میں ان لوگوں کے گفتگو ہونے لگی، ایک نے کہا حضرت سید صاحب نے میرے یہاں کھایا، دوسرے نے کہا میرے یہاں، علیٰ ہذا القیاس سب کا کلام ایک دوسرے کے خلاف تھا۔ مولوی صاحب ولایتی یہ دیکھ کر اور خلجان میں پڑ گئے۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ بعد فراغ نماز اشراق جناب سید صاحب ان مولوی صاحب کا ہاتھ پکڑ کے مسجد سے

باہر تشریف لے گئے۔ مسجد کے باہر ایک بیری کا درخت تھا۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب سیاہی صورت دیکھو پھر فرمایا اس درخت کو دیکھو جب مولوی صاحب نے درخت کو دیکھا تو جناب سید صاحب کی صد ہا شکلیں اس درخت کے اوپر موجود تھیں مولوی صاحب نے جب یہ دیکھا تو اُن کے جسم پر لرزہ پڑ گیا اور نہایت خاموشی کے ساتھ گردن جھکا کر کھڑے رہے۔ تب حضرت سید صاحب نے فرمایا مولوی صاحب تم تمام رات اس پریشانی میں مبتلا رہے۔ فقیر نے جسم خاکی کے ساتھ ایک ہی جگہ کھانا کھایا۔ مگر حقیقت انسانی جس کا قیام اسماء و صفات الٰہی سے ہے باقی جگہ وہ موجود تھی۔ اور وہ وہ حقیقت ہے کہ اگر تمام جہان میں دکھائی دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اسی طرح انوار لطائف شیخ کی شکل اختیار کرکے طلبہ اور غیر طلبہ کو ہدایت اور آگاہ کرتے رہتے ہیں بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب حضرت سید صاحب سے بیعت ہوئے۔ حضرت سید صاحب نے اُن کو چھ مہینہ کے بعد ہی اجازت طریقہ عنایت فرمائی۔ ہمارے دل میں خیال آیا کہ چھ ماہ میں مولوی صاحب کی کیا تکمیل ہوئی ہوگی۔ اور حضرت صاحب نے ان کو مجاز کر دیا۔ یہ خیال جناب حضرت سید کے پاس ہی حلقہ میں پیدا ہوتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب زمین سے ترقی کر کے آسمان اول پر گئے اور میں بھی ان کے بعد ہی آسمان اول پر پہنچا تو مولوی صاحب آسمان اوّل پر سے آسمان دوئم پر ترقی کر گئے اور ان کے بعد دوسرے آسمان پر میں بھی پہنچا۔ اسی طرح ساتوں آسمانوں کو مولوی صاحب نے یکے بعد دیگرے طے کیا اور میں بھی ان کے تعاقب میں پہنچتا رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب نے ترقی کی اور میں بھی ان کے تعاقب میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ عرش معلّٰے کے نیچے بہت سے حجرے بنے ہوئے ہیں اور انہیں بڑے بڑے اولیاء اللہ تشریف رکھتے ہیں۔ اور ایک حجرہ میں مولوی صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت شیخ شبلی بھی ایک حجرے میں تشریف رکھتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ مولوی آیا تو مگر بے عشق آیا۔ اگر تلاوت قرآن پاک زیادہ کرتا تو خوب ہوتا۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ میں یہ حال دیکھ کر

جان گیا کہ مجکو جو مولوی صاحب کی اجازت میں شک لاحق تھا اس کے رفع کرنے کو حضرت سید صاحب کے تصرف اور دعا سے اللہ تعالیٰ نے اطمینان کر دیا۔ حضرت مولانا رومیؒ نے جو اولیاء اللہ کے حال میں فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے۔

ہردم اورا یکے معراج خاص　　　بر سرش تاجش نہد حق تاج خاص

بندۂ خاص ہروقت معراج خاص سے مشرف ہوتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکے سر پر فضل کا خاص تاج رکھتا ہے

جسم او بر خاک و روح در لامکاں　　　لامکاں و ہم تقبر سالکاں

اسکا جسم خاکی اس دنیا میں رہتا ہے اور روح عالم بالا میں ہوتی ہے وہی لامکان طالبان حق کا مرکز و محل ہے

ایسے واقعات اور کشف اور حالات اور کرامات جناب سید صاحب کی لکھی جائیں تو ایک دفتر چاہیئے، سب سے بڑی کرامت حضرت سید صاحب کی یہ تھی کہ ایک نگاہ بلا قصد جب مرید یا غیر مرید پر پڑی، اُس کا دل ذکر حق سے جاری ہوگیا۔ اور پھر قبر میں اس نعمت کو ساتھ لے گیا، اور بعض بعض کو ایک ہی توجہ میں ولایت سے مشرف فرما دیا اور اس کا سبب بڑے حضرت صاحب یہ فرماتے تھے کہ جناب حضرت سید صاحب پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مہربانی اور کرم تھا۔ بلکہ بعض بعض وقت حضرت سید صاحب فرماتے "خانصاحب یہ فقیر جو کچھ دین و دنیا کی دولت تقسیم کر رہا ہے' جانتے ہو یہ کہاں سے آتی ہے' یہ مدینہ منورہ سے روضۂ مقدس سے آتی ہے' اور یہ دولت پھر سو برس کے بعد اسی طرح ظاہر اور جاری اور تقسیم ہوگی، حضرت سید صاحب اپنے وقت کے مجدد صدی تھے' اسی واسطے آپ کی نسبت اور اجرائے طریقہ اور قبولیت دعا اور ہمت باطنی نہایت درجہ قوی تھی، بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں آپ کا ہر ارشاد ہر فعل برکت و نور سے خالی نہیں تھا۔ اور آپ کی بات بات میں خرق عادت تھی۔ آپکی خدمت شریف میں طلباء ترکستان، چین، کابل اور بہت سے ملک اور جگہ کے جمع ہوتے تھے'

اور فیضیاب ہو کر جاتے تھے اور نور باطن پھیلاتے تھے اور بڑے بڑے عالم و فاضل آپ کے حلقہ میں شامل ہو کر
نور باطن اخذ کرتے تھے چنانچہ حضرت مولوی مفتی مسعود صاحب پیش امام مسجد فتحپوری واقع دہلی آپ
ہی کے اعظم خلفا میں سے ہیں اور مفتی صاحب کے بھی جو خلفا ہوئے وہ بھی الفضلہ تعالیٰ بابرکت صاحب
نسبت بزرگ ہوئے حضرت مفتی صاحب کے خلفاء میں خاص خلیفہ حضرت مولانا رکن الدین صاحب الوری مدظلہ
ہیں جنکا فیض اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں، علاوہ اتقا انوار باطن کے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحبت کلام میں
تاثیر عنایت فرمائی ہے کہ اکثر بیسیوں غیر مذاہب کے لوگوں نے اسلام قبول کر کے اپنے دلوں کو نور باطن سے
منور کر لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور ارشاد میں اور ترقی فرمائے، حضرت مولوی مسعود صاحب کی تعریف
کیا کی جائے کہ جن کے مرشد سید صاحب جیسے ہوں اور ان کے خلیفہ اور طالب مولوی رکن الدین
صاحب جیسے ہوں، میں نے چاہا تھا کہ جناب حضرت سید صاحب کے خلفاء کی تعداد معین کر کے مع
نام و پتہ کے لکھوں۔ اتنا مجکو معلوم ہے کہ حضرت سید صاحب کے خلفاء ستر کے قریب تھے،
مگر افسوس کہ میرے پاس کوئی ذریعہ ان کی مفصل کیفیت لکھنے کا نہ ملا۔ سنا ہے مکان شریف میں
ایک کتاب قلمی جناب سید صاحب اور اُن کے خلفاء کے حالات میں ہے، مگر صاحبزادے صاحب
بوجہ محبت اور کسی وجہ خاص سے کہ جو اُن کی مصلحت پر مبنی ہے کسی کو دیتے نہیں، میں جناب حضرت
سید صاحب کے حالات اور لکھتا اور لوگ واقف ہوتے کہ یہ ذات بابرکات مجمع کمالات نائب
حقیقی سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کیسی اللہ نے پیدا کی ہے، مگر میرا مقصد اختصار کتاب
ہاتھ سے جاتا تھا۔ اس لئے بہت مختصر حالات کہ جو نہ ہونے کے برابر ہیں، لکھے ہیں حضرت سید صاحب
کے پیر بھائی حضرت بدھن شاہ صاحب تھے جو نہایت مستجاب الدعوات تھے، جو زبان سے
کہدیتے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ویسا ہی ظہور فرما دیتا۔ مگر غصہ ان کی طبیعت میں زیادہ تھا
اس واسطے حضرت سید صاحب نے اُن کو اپنے پاس سے علحدہ رہنے کو فرما دیا تھا۔

ان کے غصہ سے لوگوں کو نقصان زیادہ پہنچتا تھا، حضرت بڈھن شاہ صاحب چھ سات کوس پر ایک
گانوں تھا، اسمیں تشریف رکھا کرتے تھے۔ مگر بپاس ادب حضرت سید صاحب کے گانوں کی
طرف نہ کبھی بیٹھ کرتے تھے اور نہ کبھی تھوکتے تھے، ایک شخص کا لیتہ حضرت سید صاحب کی دعا سے
ضلع کے انگریز کے پاس سررشتہ دار ہوگیا تھا، اسکی رشوت کھانے کی اور پریشان کرنے کی شکایت
اکثر سید صاحب کے مرید سید صاحب سے عرض کیا کرتے، اور حضرت بڈھن شاہ صاحب سن کر
دل میں آزردہ ہوا کرتے، اتفاق سے وہ سررشتہ دار حضرت بڈھن شاہ صاحب جہاں تھے وہاں
کسی سرکاری کام کو آیا اور حضرت بڈھن شاہ صاحب کے سلام کو بھی حاضر ہوا۔ حضرت بڈھن شاہ صاحب
کو اسکی صورت دیکھتے ہی غصہ آگیا، اور اثنائے غصہ میں فرمایا کہ تو حضرت سید صاحب کے مریدوں سے
رشوت لیکر پریشان کرتا ہے، جن ہاتھوں سے تو ان کو پریشان کرتا ہے خدا تیرے وہ ہاتھ کاٹ
ڈالے۔ یہ بات سنکر وہ سید ھا حضرت سید صاحب کی خدمت شریف میں حاضر ہوا اور یہ
حال عرض کیا۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حال سنکر حضرت سید صاحب نے سکوت
فرمایا اور سر مبارک نیچا کرلیا۔ تھوڑی دیر بعد سر مبارک اٹھاکر فرمایا اے شخص تو جا بڈھن شاہ
کی دعا درجہ اجابت کو پہنچ چکی۔ اور اس درجہ اس نے قبولیت حاصل کی ہے کہ اب اس کا رد نہیں
ہے، تو انتظار کر کہ یہ وقت تجکو کب پیش آئے۔ قدرت حق لاہور میں لڑائی ہوئی، پنجاب
میں غدر سا ہوگیا۔ اس سررشتہ دار کے جنگل میں کسی نے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔ بڑے حضرت
صاحب فرماتے ہیں کہ وہ اپنی حالت دکھانے کو حضرت سید صاحب کے پاس حاضر ہوا، آپ نے فرمایا
کہ ہم تجھ سے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ دعا اس کی قبول ہوچکی تھی، اب تو ایمان لے آ اور یہاں رہا کر
چنانچہ وہ مع بال بچوں کے ایمان لے آیا اور وہیں اس نے اپنی عمر پوری کی رحمۃ اللہ علیہم
اجمعین۔

نذرِ عقیدتِ مؤلّف

منقبت حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
جنابِ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

امام علی ہیں حبیبِ خدائے جلّ وعلا — رفیقِ اُمّتِ احمدؐ حبیبِ حبیبِ خدا
اُنھیں کی ذات ہے آیاتِ بیناتِ قدیر — مقر ہیں ان کے کمالات کے سب اہلِ بصیر
نگاہ جس پہ پڑی ان کی ہو گیا واللہ — ولیِ احمدِ مختار واصل باللہ
خزانچیِ خزانۂ رسولِ پاک ہیں وہ — قسیمِ رحمت و نورِ رسولِ پاک ہیں وہ
تصرفاتِ عجیب و غریب کشوفات — خدا نے خوب عنایت کیے تھے انعامات
فضلِ خدا کا تھا اُنکی دعا سے لپٹا ہوا — غضب خدا کا تھا اُن کے غضب سے چپٹا ہوا
دعا کی جس کے لئے وہ ہوئی ضرور قبول — جو مدعا تھا کسی کا ہوا ضرور حصول
کرم نبی کا عنایت خدا کی اُن پر تھی — نگہ بڑوں کی تھی حق کی نگاہ جن پر تھی
تصرفات و کرامات اُن سے اتنے ہوئے — خدا کو علم ہے کیا جانے بندے کتنے ہوئے
جنابِ سید والا کے کفش داروں سے — خدا نے مُردے جلائے بہت اشاروں سے
حسب نسب سے اُنھوں کا نبی سے ملتا ہوا — مثالِ معجزہ اُن کا کمال ملتا ہوا
مقامِ قال سے طالب بنائے اہلِ حال — مقامِ کفرِ طریقت میں لاکے اہلِ حال
مگر زباں سے نہ بولے خلافِ شرع مدام — مثالِ حضرت منصور بایزید کلام
بیک نگاہ مقامِ فنا میں لاتے تھے — بیک نگاہ مقامِ بقا میں لاتے تھے
کمالِ قادرِ مطلق نے یہ کیا تھا عطا — امام علی کو جو سید ہیں اور حبیبِ خدا

وحدت الوجود

انھوں کے پاس سے دوری نہ چاہیے انجام — انھوں کے فیض سے بر آئے اُمید کے تمام
خدا نے فیض کا مرکز انھیں بنایا تھا — بنا کے فیض کا دریا انھیں بہایا تھا
ہزاروں دل ہوئے روشن صدا بقرب حق — بیک توجہ عنایت امام علی الحق
امام علیؓ ہیں علیؓ اور فاطمہؓ کی نسل — امام حسینؓ و حسنؓ زین العابدینؓ کی اصل
انھوں کا خاصہ ہے بخشش و عطا و کرم — انھوں کے رحم و سخا کا گواہ ہے زیرِ حرم
لکھے کیا حضرت سید کی منقبت انسان — ندا یہ آتی ہے خاموش توصیف بیان
خدا پہ چھوڑ دے اے ابو الفضول اپنا خیال — خدا ہی جانے خدا کا رسول ان کا کمال
اسی لئے ہے دعا حق سے یہ ہدایت کی — نصیب ہو اے نعمت وہاں شفاعت کی

آپ کی وفات ۱۲ شوال یوم پنجشنبہ ۱۲۸۲ھ درمیان عصر و مغرب ہوئی۔ مزار شریف مقام مکان شریف عرف زرچھتر (پنجاب) میں ہے۔

فصل چھٹی حضرت شیر محمد خانصاحب

کے

مختصر حالات ریاضات و مکشوفات و کرامات کے بیان میں

حضرت شیر محمد خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے دادا پیر ہیں اور جناب حضرت سید صاحب کے اعظم خلفا میں سے ہیں، جس قدر عرصہ تک جناب حضرت سید صاحب کی خدمت شریف میں آپ رہے ہیں اور خدمت اور کسب سلوک کیا ہے، کوئی دوسرا آپ کی برابری نہیں کرسکتا، آپ خاص کابل کی پیدائش ہیں، ایام شباب میں ہندوستان تشریف لائے اور جناب حضرت سید صاحب سے بیعت

ہو کر بیس برس تک شب و روز حضرت سید صاحب کی خدمت شریف میں حاضر رہے آپکے
متعلق گھوڑوں کی خدمت تھی، جناب حضرت سید صاحب کے خاصہ سواری کے گھوڑے کیواسطے
دن بھر کھرپہ اور جالی لیکر عمدہ گھاس کھودتے اور کھلاتے اور اسکو صاف رکھتے اور شب کو تمام تمام رات
مراقب رہتے اور نہایت بے سروسامانی کے ساتھ عمر گذارتے ایک روز سردی کے دنوں میں شب کے
وقت بعد عشا آپ جناب سید صاحب کا گھوڑا جنگل سے لائے، اس وقت جناب سید صاحب زنانہ
مکان میں تشریف لیجا چکے تھے۔ بڑے حضرت صاحب نے بپاس ادب آواز نہ دیا اور چپ چاپ
کھڑے رہے، سردی زیادہ تھی، اور آپ کے پاس اس وقت اوڑھنے کو صرف ایک ٹاٹ کی بوری
تھی، آپ اسکو اوڑھے ہوئے تھے، اس سے کچھ سردی کا بچاؤ تھا، مگر گھوڑا مارے سردی کے
کانپ رہا تھا، آپ نے اپنی سردی کا کچھ خیال نہ کیا اور وہ بوری جو خود اوڑھ رکھی تھی گھوڑے
پر ڈال دی۔ اور پھر آپ کو سردی زیادہ معلوم ہونے لگی۔ تو اندر مکان میں خادمہ سے حضرت سید
صاحب نے فرمایا سردی زیادہ معلوم ہوتی ہے اور کپڑا اڑھاؤ، خادمہ نے اوڑھا دیا پھر فرمایا اور اڑھاؤ خادمہ
نے اور اڑھا دیا، مگر آپ کی سردی زیادہ ہوتی گئی۔ تو پھر آپ نے یہ فرمایا کہ یہ سردی سردی سے
نہیں ہے، دیکھو ہمارا کوئی دوست تو باہر سردی میں نہیں کھڑا ہے، خادمہ نے آکر دیکھا تو بڑے
حضرت صاحب ننگے بدن کانپ رہے تھے، یہ حال جاکر خادمہ نے عرض کیا جناب حضرت سید
صاحب اپنے اوڑھنے کی خاص رضائی لائے اور اپنے دست مبارک سے بڑے حضرت صاحب کو اڑھا دی
اور فرمایا خانصاحب تم نے جانور کو اڑھا دیا اور خود سردی میں ننگے کھڑے رہے یہ کیا کیا؟ بڑے
حضرت صاحب نے عرض کیا حضرت دل نے نہ مانا کہ حضور کا گھوڑا ننگا کھڑا رہے اور تکلیف پائے اور
میں بوری اوڑھے رہوں۔ ایسی خدمت کرنیوالا خادم اور طالب صادق اور پھر بیس سال تک
جناب سید صاحب جیسے شیخ اکمل کی خدمت میں رہے، ان کی ترقی درجات اور قرب رب کائنات

علیہ التحیۃ والتسلیمات کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے کسی نے خوب فرمایا ہے ع

خدمت ترا بکن گرۂ کبریا رسد

اور کسی نے کیا اچھا کہا ہے، شعر

دل بدست آور کہ حج اکبر است   صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

یہ میں نے شب و روز کی خدمت بیس سال میں سے بطور نمونہ کے ایک خدمت لکھی ہے۔ ان خدمات اور کثرت ذکر و فکر و مراقبات کا جو صلہ ملا ہے وہ بھی میں مختصر سا لکھوں گا۔

جناب حضرت سید صاحب نے وقت انتقال کے فرمایا کہ جس قدر فقیر کے اجازت یافتہ ہیں اُن میں سے کوئی بھی خیر و برکت اور انوار نسبت سے خالی نہیں، مگر جزاک اللہ فقیر کی صحبت کا جو طالب ہو وہ بعد انتقال ہمارے شیر محمد خانصاحب کی خدمت میں جائے۔ یہ ارشاد حضرت سید صاحب کا بڑے حضرت صاحب کے کمالات اور جمیع خوبیوں کے اثبات کے واسطے کافی اور وافی ہے۔

بڑے حضرت صاحب نہایت درجہ کے عابد زاہد، ریاضت کش صابر و قانع تھے اور حضرت سید صاحب کے خاص خدمت گذار تھے، آپ کی ریاضت اور خدمت اور خلوص گھوڑے کی خدمت سے بخوبی عیاں ہے اور پھر تمام شب مراقب رہنا یہ ادنیٰ بات نہیں ہے اور پھر اس حالت میں بیس برس گذارنا سراسر فضل خدا ہے۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ابتدائے زمانہ میں کثرت ذکر کی یہ حالت تھی کہ علاوہ تمام جسم کے زمین و آسمان اور ہر شجر و حجر اور ذرہ ذرہ سے ذکر حق کی آواز آتی تھی، اور آخر زمانۂ سلوک میں جب ہم بعد عشاء مراقب ہو کر بیٹھ جاتے تو کوئی قرآن شریف الحمد سے شروع کرتا اور صبح کو سورۂ والناس پر ختم کرکے یہ آواز دیتا انی (تحقیق میں ہوں) اور پھر آواز نہ آتی۔

آگاہی۔ اس قرآن شریف کے شروع اور ختم سے مراد ختم سلوک ہے۔ اور لفظ انی سے

مراد قربِ ذات بحت ہے، آپ کے ذات سے کشف اور تصرفات اور خرقِ عادات اور کرامات کثرت سے ظاہر ہوئے ہیں، اگر ان سب کو لکھوں تو بجائے خود ایک کتاب ہو جائیگی اور وہ بھی میری معلومات قلیل کے موافق ہوگی ۔ ورنہ جو لوگ طالبِ خدا رسول آپکی خدمت میں رہے ہیں وہ کچھ کچھ جانتے ہیں، ورنہ سب حال اولیاء اللہ کا کوئی نہیں جانتا۔

حضرت امام الطریقہ محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو تعلق رب کا طالب خدا کے ساتھ ہوتا ہے، اُس تعلق سے پورے طور پر پیر بھی واقف نہیں ہوتا تو پھر بھلا غیر شخص یا مرید پیر کے حالات سے کیا واقف ہو سکتا ہے، آپکی بزرگی اور قربِ خدا اور کثرت برکت و فیضان کا نمونہ حضرت صاحب کی ذات ہے جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پرورش یافتہ اور خادم ایسے ہیں، اُس کے کمال کا کیا اندازہ کیا جائے، بڑے حضرت صاحب جس زمانہ میں سید صاحب کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور آپ پر جذب ربانی طاری رہتا تھا اُسوقت ایک ضعیفہ عورت آپکے سامنے روتی ہوئی نکلی آپ نے فرمایا "مائی کیا ہوا، کیوں روتی ہے" ! وہ بولی میاں صاحب میری ایک بھینس تھی جس کا میں دودھ نکالکر فروخت کرتی تھی اور بچوں کو پالتی تھی آج شب کو وہ بھینس مرگئی، اسواسطے روتی ہوں اور چماروں کو بلانے جاتی ہوں کہ وہ بھینس کو اٹھا کر لیجائیں، بڑے حضرت صاحب نے فرمایا "مائی وہ بھینس زندہ ہوگی مری نہ ہوگی چل میں اسکو دیکھوں" آپ اس کے ساتھ تشریف لیگئے اور بھینس کے سینگ خود پکڑے اور اس عورت سے فرمایا کہ دُم تو پکڑ اور اسکو آواز دے، خدا کی قدرت کہ وہ بھینس اُسی وقت زندہ ہو کر کھڑی ہوگئی ۔ اور کئی برس تک زندہ رہی اور اُسکے بچے ہوئے، یہ خبر جناب حضرت سید صاحب کو پہنچی حضرت سید صاحب نے اس اظہار کرامت سے اپنی ناخوشی ظاہر فرمائی، بڑے حضرت صاحب کو حضرت سید صاحب کی ناخوشی کا صدمہ اور اظہار کرامت سے ندامت ہوئی ۔ اور آپ بحالت

رنج رادی ندی کی ریت پر درختوں کے نیچے جا کر لیٹ گئے، جب ذرا دیر ہوگئی تو حضرت سید صاحب نے خادم سے فرمایا، خانصاحب بہت دیر سے نہیں دکھتے، انکو ڈھونڈ کر لاؤ، چنانچہ خادم آپ کو تلاش کر کے حضرت سید صاحب کی خدمت میں لائے، جناب حضرت سید صاحب نے نہایت مہربانی سے فرمایا کہ ہمارے کہنے سے تم ناخوش ہوئے، ہم تم سے ناخوش نہیں ہیں، بلکہ اس واسطے کہا تھا کہ ایسی اظہار کرامت سے دنیادار شب و روز پریشان کریں گے اور یاد خدا نہیں کرنے دیں گے، ورنہ جو دولت تم کو خدا نے عنایت فرمائی ہے، اُس کے استعمال اور خرچ کرنے کے تم مختار ہو۔

یہ کرامت آپ کی مکان شریف میں عام مشہور ہے، جے پور میں ایک شخص تھے جو دربار کی بلبل ہزار داستان پر مقرر تھے اور ان کے معاش کا یہی ذریعہ تھا، اتفاق سے وہ بلبل مر گیا، بڑے حضرت صاحب کی خدمت میں وہ پنجرا لیے ہوئے حاضر ہوئے، بڑے حضرت صاحب اس زمانہ میں جے پور میں تشریف رکھتے تھے، عرض کیا کہ بلبل مر گیا، میرے تمام گھر کا ذریعہ معاش یہی تھا اب میں کیا کروں، بڑے حضرت صاحب نے فرمایا کہ پنجرہ پر کپڑا اڑھا کر آواز دو، قدرت حق جو اُس نے آواز دی تو وہ پنجرہ سے حسب دستور صد ہا بولیاں بولنے لگا، اُس نے بوجہ خوشی کے کپڑا اُٹھا دیا دیکھا تو بلبل مرا پڑا ہے، پھر وہ مغموم ہو گیا، لیکن آپکی طرف اُس کا اعتقاد اور زیادہ ہو گیا، پھر عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیں خدا اسکو زندہ کر دے، آپ نے فرمایا کہ کپڑا اڑھا دو اور آواز دو اُس نے پھر ایسا کیا پھر وہ بلبل بولنے لگا پھر تیسری مرتبہ ایسا اتفاق ہوا، بڑے حضرت صاحب نے فرمایا، میاں اب اسکی موت قضائے مبرم ہے، اب دعا کو دخل نہیں، تم صبر کرو، اللہ تعالیٰ تمھارا اسباب اور کرے گا۔

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہم ہر سال یا دوسرے سال ضرور کالا افغاناں جہاں آپ تشریف رکھتے تھے حاضر ہوا کرتے تھے اور مہینہ دو مہینہ آپ کی خدمت میں ٹھہرا کرتے تھے جب ہم جے پور واپس آتے، تو حضرت صاحب ازراہِ کرم ایک میل آدھ میل ساتھ ساتھ تشریف لاتے

اور بعد اس کے مصافحہ فرما کر ارشاد فرماتے "جاؤ خدا حافظ" اور گاؤں کیجانب تشریف لیجاتے لیکن جبتک آپ گاؤں میں داخل نہ ہوجاتے، اُس وقت تک ایک جسم آپکا گاؤں کیطرف جاتا ہوا صاف دکھائی دیتا، اور ایک جسم آپ کا ہمارے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔

حضرت صاحب فرماتے تھے: ایک مرتبہ ہم آپ سے رخصت ہوکر امرتسر میں آئے تو دیکھا کہ ایک مرد نور چاند کے ہالہ کیطرح معلق ظاہر ہوا اور اسمیں حضرت صاحب بجسم نورانی تشریف رکھتے تھے۔

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم حضرت صاحب کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کسی گاؤں میں تشریف لیگئے ہیں، ہم اس گاؤں میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے آپنے کھانا کھلا کر فرمایا خانصاحب! تم تھکے ہوئے ہو سو رہو، جب ہماری آنکھ سوتے سے کھلی تو ہر درخت ہر جگہ درمیان زمین و آسمان کے حضرت صاحب کی شکل دکھائی دیتی تھی۔

ایک شخص خوب چند نامی سہسوان ضلع بدایوں کا رہنے والا قوم کایستھ جے پور میں بحالت تنگدستی آیا اور ایک جے پور کے رئیس تھے اُن سے پانسو روپیہ قرض لیکر دکان شروع کی لیکن دکان میں نقصان ہوا وہ بحالت پریشانی بڑے حضرت صاحب کا کسی سے حال سنکر کالا افغاناں حاضر ہوا اور عرض کرنیلگا کہ جس سے میں نے قرض لیا ہے میری عزت کا خواہاں ہے اور مجھ سے سخت خلاف ہے آپ دعا فرمائیں۔ بڑے حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جب اس رئیس سے ملو تو فقیر کی شکل کا خیال رکھنا۔ جب خوب چند جے پور آیا اور اُس شخص سے ملنے گیا تو وہ خوب چند کی صورت دیکھتے ہی تعظیم کو کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا تم گھبراؤ مت پانسو روپیہ اور لیجاؤ اور اپنا کاروبار چلاؤ۔ خوب چند نے جب یہ برکت دیکھی تو عقیدہ اُسکا اور راسخ ہوگیا اور وہ پھر پنجاب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ آپنے فرمایا ہمارے خلیفہ علی شیر خانصاحب جے پور میں ہیں جو کچھ کہنا سننا ہوا کرے اُن سے کہدیا کرو اور ہم اور وہ ایک ہیں۔ تم کو آیندہ پنجاب آنے کی ضرورت نہیں اور ایک عنایت نامہ

بھی حضرت صاحب کے نام سفارشی تحریر فرما دیا۔ خوب چند حضرت صاحب کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا
کرتا۔ ایک روز خوب چند نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ کے یہاں طریقت میں ذکر
و فکر خدا ہے وہ آپ مجکو تعلیم فرمائیے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ تعلیم طریقہ ایمان لانے کے بعد کیا
جاتا ہے۔ بلا مسلمان ہوئے نہیں بتلایا جا سکتا۔ تو اُس نے عرض کیا کہ کوئی خدا کا نام ایسا تعلیم فرمائیں
کہ جس سے دنیا کا فائدہ ہو۔ تو حضرت صاحب نے یا صمد کچھ تعداد معین فرما کر خوب چند کو پڑھنے کو فرمایا
خوب چند نے اسی ترکیب سے اس نام پاک کو چند روز پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نام کی برکت سے اسکو بہت
کچھ فائدہ عنایت کیا۔ ایک روز خوب چند وضو کر کے مصلے پر وظیفہ پڑھنے بیٹھا تو اُس کا ایک دوست
بت پرست آیا اور اُس نے کہا کہ یہ تو مسلمانوں کے طریقہ پر کیا پڑھا کرتا ہے۔ اسکو چھوڑ سامنے پہاڑ پر
گنیش کا مندر ہے وہاں جا کر تو گنیش کا نام جپ (پڑھ) تجھے بہت فائدہ ہوگا۔ خوب چند نے اپنی کفر
کی عادت کیوجہ سے ویسا ہی کیا۔ جے پور کے بازار میں سے جانب شرق پہاڑ پر گنیش کے مندر کو
راستہ جاتا ہے۔ خوب چند وہاں پہونچا اور اُس نے گنیش کی مورتی کے سامنے بیٹھ کر گنیش گنیش
پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ بڑے حضرت صاحب خوب چند کے سامنے کھڑے
ہو کر فرمانے لگے خوب چند تجکو علی شیر خان صاحب نے خدا کا نام بتلایا ہے وہ کیوں نہیں پڑھتا یہ کفر کیوں کرتا
ہے خوب چند یہ حال دیکھ کر نہایت حیران و پریشان ہوا کہ کہاں پنجاب اور کہاں جے پور حضرت میاں
صاحب یہاں کیسے آگئے اور بڑے حضرت صاحب یہ فرما کر غائب ہو گئے۔ خوب چند نے یہ خیال کیا کہ مجکو
خیال پیدا ہو گیا ہے۔ پھر اُسنے وہی پڑھنا شروع کیا۔ پھر دوسری بار بڑے حضرت صاحب اُس کے روبرو
اسی طرح کھڑے ہو کر فرمانے لگے اور پھر غائب ہو گئے۔ پھر تو خوب چند کو یقین ہوا کہ تو جاگ رہا ہے
حالت ہوش میں ہے۔ یہ تیرا خیال نہیں ہے۔ بلکہ حضرت میاں صاحب کی ہدایت ہے۔ آج
بھی پھر اُس نے وہی پڑھنا شروع کیا۔ تیسری مرتبہ پھر بڑے حضرت صاحب ظاہر ہوئے اور

نہایت سختی سے فرمایا "خوب چند تجکو جو علی شیر خانصاحب نے خدا کا نام بتایا اور تجکو فائدہ ہوا تو اسکو کیوں نہیں پڑھتا، اور یہ کفر کیوں بکتا ہی اور تو اس سے باز کیوں نہیں آتا" یہ فرماکر پھر غائب ہوگئے خوب چند کے جسم پر لرزہ پڑگیا اور وہ سید صاحب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ قصہ بیان کیا حضرت صاحب نے فرمایا "تم کو خدا کے نام کی قدر نہیں تم کو کسقدر فائدہ پہنچا مگر تم وہی شرک کی باتیں کرتے ہو، بڑے شرم کی بات ہے" خوب چند نے توبہ کی کہ آیندہ ایسا نہ ہوگا۔

ایک مرتبہ خوب چند اپنے وطن سہوان سے جے پور آرہا تھا، راستہ میں اُس کا ٹکٹ گم ہوگیا اور خرچ اُسکے پاس اتنا نہ تھا کہ باندی کوئی سے جے پور تک آسکے، اس حالت پریشانی وحیرانی میں اسٹیشن کے اندر ٹہل رہا تھا، بڑے حضرت صاحبؒ کی کھلم کھلا کرامات وہ دیکھ چکا تھا، اس لئے اُس کا خیال بڑے حضرت صاحبؒ کیطرف ہوا، وہ کیا دیکھتا ہے کہ بڑے حضرت صاحبؒ اُسکے ساتھ ساتھ اسٹیشن پر چل رہے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ "خوب چند گھبراو مت اللہ تعالی ابھی تیرا بندوبست فرمادیگا" چند منٹ تک ساتھ رہے اور یہ فرماکر غائب ہوگئے، آپ کا غائب ہونا تھا کہ فوراً ایک شخص آیا اور کہا کہ گاڑی جانے میں چند منٹ باقی ہیں اور مجکو ٹکٹ بوجہ کثرت آدمیوں کے نہیں ملتا آپ دام مجھ سے لو اور اپنا اور میرا دونوں کا جے پور تک کا ٹکٹ لے آؤ، چنانچہ وہ ٹکٹ لیکر جے پور آگیا۔

ایک مرتبہ خوب چند کا بھائی منا لال درد شدید میں مبتلا ہوا اور اُمید زندگی بالکل جاتی رہی خوب چند بڑے حضرت صاحب کیطرف مخاطب ہوا، آپ نے اُسی وقت ظاہر ہوکر فرمایا "خوب چند گھبراو مت ابھی انشاءاللہ آرام ہوجائیگا" آپ فرماکر غائب ہوگئے اور اُسی وقت منا لال اُٹھ کر بیٹھ گیا اور درد بالکل جاتا رہا، یہ سب واقعات میرے روبرو کے ہیں مگر باوجود ایسے ایسے ظاہر کرامات اور ظاہر برکتوں کے خوب چند مثل ابوجہل کے بدنصیب رہا اور ایمان نہ لایا۔ بڑے حضرت صاحب کا کشف نہایت صحیح ہوتا تھا اور اُن کی نگاہ دل کے سامنے قریب و بعید اشیاء کو مثل خطوط کف دست

کے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا تھا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے ایک مرتبہ ہم حضرت صاحب کی خدمت
شریف میں حاضر ہوئے مہینہ یا اس کے قریب قریب وقت میں رہ کر رخصت چاہی آپ نے فرمایا
بہت اچھا کل چلے جانا، صبح کو ناشتہ پکوا کر آپ نے ہمارے حوالے کیا اور رخصت کرنے کو آپ
کھڑے ہوئے، پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا خانصاحب اس وقت مت جاؤ پھر جانا، حضرت صاحب
فرماتے تھے کہ کئی روز بعد آپ نے فرمایا "خانصاحب اب جے پور جاؤ" ہم حسب ارشاد آپ کے روانہ
ہو گئے، راستہ میں آکر معلوم ہوا کہ کثرت بارش سے ریل کا پُل عین اُس وقت ٹوٹا تھا جس وقت
آپ نے اپنے مکان پر ہم کو آنے سے روکا تھا اور جس ریل گاڑی پر ہم سوار ہو کر جے پور آرہے تھے
وہ پہلی گاڑی تھی جو مرمت پُل کے بعد پُل پر سے جا رہی تھی، حضرت صاحب فرماتے ہیں ایک
شب ہم نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور جناب نے
اپنے علم باطن سے ہم کو کچھ عطا فرمایا، اور پھر یہ فرمایا "علی شیر خاں" جو کچھ تم کو عطا فرمایا گیا ہے یہ تم سے
پھر واپس نہیں لیا جائیگا" جو ارشاد اور جو الفاظ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمائے
تھے وہی الفاظ اسی شب کی صبح کو حضرت صاحب نے تحریر فرما کر ارسال فرمائے جو ہم کو فیض نامہ
کے ذریعہ سے تیسرے روز جے پور پہنچے، وہ الفاظ یہ تھے، خانصاحب جو چیز آج کی شب آپ کو عنایت
کی گئی ہے وہ کبھی آپ سے واپس نہیں لیجائیگی، ایسے ہزاروں واقعات کشف سے متعلق ہیں، جن کو
میں اپنی کتاب کے طویل ہو جانے کی وجہ سے چھوڑتا ہوں، حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جس طرف آپ
کا خیال جاتا تھا، اللہ اس کی حقیقت کو منکشف اور رجوع فرما دیا کرتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں
ایک مرتبہ ہمیں بواسیر کی سخت بیماری ہوئی، اور اس کثرت سے خون گیا کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی،
یہ سب حال حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا، وہ تین روز بعد جب ہم نماز عشا کی پڑھ کر بوجہ
ضعف لیٹ جاتے تو اس کے بعد ایک آدمی ریوت کا بنا ہوا اور ریوت کی تھالی اور اُسمیں

رسوت رکھی ہوئی ہوتی۔ اُس کی تعریف تمام شب کرتا کہ خدا نے مجھ میں فلاں فلاں بیماریوں کے دور کرنے کی صفت عنایت فرمائی ہے۔ تین روز تک یہ کیفیت ہم دیکھتے اور سنتے رہے تیسرے روز صبح کو حضرت صاحب کا فیضان صادر ہوا، اسمیں ارشاد تھا کہ شام کو تھوڑی رسوت بھگو کر صبح کو پانی پی لیا کرو، انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے بموجب ارشاد کے ویسا ہی کیا خدا نے فائدہ کر دیا۔ آگاہی حضرت صاحب کو جو رسوت کا آدمی اور رسوت کی تھالی اُسکے ہاتھ میں ساہوئی تھی اور وہ رسوت کی صفات بیان کرتا تھا۔ وہ رسوت کی حقیقت تھی۔ علم حق میں ہر چیز کی صورت و شکل ہے۔

آپ رازدار اسرار الٰہی تھے۔ بڑے حضرت صاحب کی دعا سے ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور اسکو اکثر لوگ بانجھ عورت کہتے تھے اور وہ عورت حضرت صاحب سے مرید تھی اور شیخاواٹی کے آخر اور پنجاب کے قریب کسی گاؤں کی رہنے والی تھی، اس کے مکان پر جانے کے واسطے بڑے حضرت صاحب نے حضرت جمعدار شاہ صاحب کو جو آپ کے خاص عنایت کے پروردہ یافتہ تھے فرمایا کہ "فلاں روز فلاں وقت وہاں ضرور پہنچ جانا" حضرت جمعدار شاہ صاحب بموجب ارشاد پیدل سفر کرتے ہوئے کالا افغاناں سے یوم اور وقت معینہ پر وہاں پہنچ گئے، وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ جو بچہ حضرت صاحب کی دعا سے پیدا ہوا تھا اُس کا انتقال ہو گیا ہے۔ لوگ اسکی تجہیز و تکفین کا سامان کر رہے تھے۔ جب لوگ اُس بچہ کو قبرستان لیجانے لگے تو اُسکی ماں بہت روئی اور حضرت جمعدار صاحب کو دیکھ کر آپ کے پاؤں پکڑ لیے۔ جمعدار صاحب نے فرمایا "مائی خدا کی رضی صبر کرو۔ عورت نے آپ کے پاؤں نہ چھوڑے اور زار زار رونے لگی اور لوگوں سے کہدیا کہ میرے بچہ کو اس شب کو مت لیجاؤ صبح لیجانا۔ لوگ اُس کی بیقراری دیکھ کر چپ ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے، جب لوگ نماز عشا کی پڑھ کر مسجد سے چلے گئے تو حضرت جمعدار شاہ صاحب اس بچہ کو کفن سمیت مسجد

میں اٹھا لائے۔ صبح کو نماز سے پیشتر بچہ کا ہاتھ پکڑ کر اُس کی ماں کے حوالہ کر دیا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے جمعدار صاحب سے پوچھا کہ بچہ کیسے زندہ ہو گیا۔ تو حضرت جمعدار صاحب نے فرمایا کہ خانصاحب میں اس بچہ کو لیکر مسجد میں چلا گیا اور اندر سے مسجد کی کنڈی بند کر لی۔ اور جناب الہٰی میں اُس کے زندہ ہونے کے واسطے دعا کرنے لگا۔ جب میں دعا شروع کی تو میں نے دیکھا کہ تمام مسجد میں پیرانِ عظام اور صحابہ کرام اور خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور سب اس بچہ کے واسطے دعا کر رہے ہیں، صبح کی نماز سے پیشتر میں نے دیکھا کہ کفن ہلتا ہے۔ میں نے کھول کر دیکھا تو بچہ جھانک رہا تھا۔ میں نے اُس کا کفن کھولا اُس کا ہاتھ پکڑ کے اُسکی ماں کے حوالہ کر دیا اور وہاں سے فوراً روانہ ہو گیا۔ اور جب حضرت صاحب کی خدمت میں کالا افغانان پہنچا اور سب حالات عرض کیے تو حضرت صاحب نے فرمایا جمعدار صاحب تم کو بموجب مرضی خدا اسی واسطے بھیجا گیا تھا حضرت جمعدار صاحب کا چونکہ اس جگہ ذکر آگیا ہے۔ لہٰذا ان کے متعلق مختصر طریقہ سے لکھ کر ختم کرتا ہوں جمعدار شاہ صاحب نے مثل بڑے حضرت صاحب کے بڑے حضرت صاحب کی خدمت میں سال تک شب و روز نہایت خلوص کیساتھ کی، بڑے حضرت صاحب کی ان پر توجہ اور خاص عنایت تھی جمعدار صاحب نسبت شاہ نسبت فنا و بقا سے بدرجہ اتم مشرف تھے، اس مقام خاص میں ایسی قوی نسبت تھی کہ بہت کم اولیاء کو نصیب ہوتی ہے اور کشف بھی نہایت صحیح اور کثیر تھا۔ اکثر لوح محفوظ اور جنت اور دوزخ کے حالات ایسے بیان کرتے تھے کہ جیسے ان کے سامنے موجود ہیں اور وہ حالات حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر ملتے ہوئے ہوتے تھے: علم بالکل نہ تھا چنانچہ جذبہ کو نج بجا فرمایا کرتے تھے، دعا جس کیواسطے جو کی خدا نے اپنے فضل سے ویسا ہی ظہور کر دیا کبھی کثرت جذب میں آٹھ آٹھ سات سات روز تک شب و روز بیٹھے رہتے، کھانے پینے، پیشاب پاخانہ کو بالکل نہ اٹھتے۔ بڑے حضرت صاحب نے ان کو مرید کرنے کی اجازت نہیں فرمائی، کیونکہ پیری مریدی کیواسطے

فی الجملہ کچھ علم کی ضرورت ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ جمعدار صاحب تم اُمت محمدی صلعم کے واسطے دعا کیا کرو" ایک مرتبہ جمعدار صاحب پنجاب سے تھا نہ کی طرف پیدل آرہے تھے۔ راستہ میں ایک گاؤں میں کسی بزرگ کا مزار تھا۔ وہاں آکر زمین پر بیٹھ گئے۔ اس گاہ کا خادم کھاٹ (چارپائی) پر بیٹھا ہوا تھا۔ صاحب مزار قبر سے باہر تشریف لائے اور اپنے خادم مزار کے تھپڑ مار کے فرمایا بے ادب بندہ خاص زمین پر بیٹھا ہے اور تو کھاٹ پر" اسی وقت وہ شخص اُٹھا اور جمعدار صاحب کے پیر چوم کر کھاٹ پر بٹھلایا۔ حضرت جمعدار صاحب سے بہت خرق عادات ہوئی ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا کہ جمعدار صاحب نے دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُسکا ظہور نہ فرمایا ہو" اب میں بڑے حضرت صاحب کا حال پھر شروع کرتا ہوں۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ بڑے حضرت صاحب ایک مرتبہ جے پور میں حضرت مولانا ضیاءالدین صاحب کے مزار شریف پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہی ایام میں حضرت سید صاحب کا عرس کا دن آگیا۔ آپ نے فرمایا "خانصاحب! سید صاحب کی فاتحہ عرس کا روز ہے۔ بیس پچیس سیر آٹا اور کچھ چنے کی دال پکوا کر فاتحہ دے کر فقراء کو تقسیم کر دو" فقیروں کو فقیروں سے اطلاع ہوگئی۔ صدہا آدمی جمع ہوگئے" حضرت صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا حضرت اب کیا کیا جائے" آپنے فرمایا خانصاحب یہ کھانا فاتحہ کا اللہ واسطے کا ہے ہر شخص کو دو روٹی تنور کی اور دال رکھکر تقسیم کر دو جبتک رہے دیئے جاؤ۔ ختم ہونے پر فقیروں سے کہدو کہ ختم ہوگئی" اور یہ فرمایا کہ دال کی دیگچی پر اور روٹی پر کپڑا اڑھا دو اور تقسیم کیے جاؤ" حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ بموجب ارشاد میں نے ویسا ہی کیا جسقدر آدمی آئے جن کی تعداد سینکڑوں کی تھی ہم نے سب کو دو دو روٹی اور چچہ بھر دال تقسیم کردی۔ جب سب لے چکے اور کوئی باقی نہ رہا تو حضرت نے فرمایا کہ اب کپڑا اُٹھا دو تم بھی کھانا کھالو" حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے کپڑا اُٹھایا تو تعداد روٹیوں اور دال کی اتنی

سی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنی کہ پڑائی تھی حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم کالا افغانان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہ ایک گاؤں گئے۔ حضرت صاحب کے تشریف لیجانے پر وہاں کے سب لوگ جمع ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ حضرت بوجہ قلت بارش کے کھیتیاں بالکل خشک ہونے کے قریب ہیں، آپ دعا فرمائیں۔ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرتا ہوں، آپنے دعا کیواسطے ہاتھ اٹھائے، چند منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور وہ ابر پھیلنا شروع ہو گیا۔ ابھی حضرت صاحب نے اور ہم سب نے ہاتھ بدستور جناب الٰہی میں اٹھا رکھے تھے کہ قطرات بارش کے گرنے شروع ہو گئے۔ آپ نے دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرے اور خاموش بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ تین روز تک برابر جب تک آپ نے اس گاؤں میں تشریف رکھی پانی برستا رہا۔ تیسرے روز اس گاؤں سے آپ دوسرے گاؤں تشریف لے گئے اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ اس گاؤں سابقہ میں بارش بند ہو گئی اور جہاں آپ تشریف رکھتے تھے وہاں پانی برسنا شروع ہو گیا۔ اسی طرح سے چند گاؤں میں چند روز تک برابر بارش ہوتی رہی۔

ایک عورت جو ایام ضعیفی کو پہنچ چکی تھی۔ اس کے اولاد نہ ہوتی تھی اس نے بڑے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیں اللہ مجکو اولاد دے۔ آپ نے فرمایا ہم دعا کریں گے لیکن خدا تم کو لڑکا دے تو پہلا لڑکا ہماری خدمت کو دینا۔ اس عورت نے وعدہ کر لیا۔ آپنے دعا فرمائی قدرت حق کہ اس عورت کے کئی لڑکے ہوئے۔ مگر اس عورت نے حسب وعدہ خود پہلا لڑکا حضرت صاحب کی خدمت میں جب وہ کچھ خدمت کرنے کے لائق ہوا تو اس کو بھیجدیا۔ اور وہ شخص برسوں تک حضرت صاحب کی حیات میں خدمت کرتا رہا۔ اب سنا ہے کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ نام ان کا کالیخاں صاحب تھا۔ بڑے حضرت صاحب کی دعا اور قبولیت اور کشف و کرامت مختصر سی میں نے اوپر لکھی ہے۔ اہل علم کے واسطے بہت کافی ہے۔ بڑے حضرت صاحب کی سب سے

بڑی کرامت حضرت علی شیر خانصاحب اور جمعدار صاحب کی ذات مبارک ہے۔ بڑے حضرت صاحب کے خلیفہ جو مجکو معلوم ہیں، یہ ہیں: حضرت علی شیر خانصاحب و حضرت مولوی احمد حسین صاحب اور مولوی عبدالوہاب صاحب گڑھ ہوانے والے، اور عبداللہ شاہ صاحب ناگوری کی زیادہ تعریف فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ان سب خلفاء میں حضرت صاحب اور جمعدار صاحب مخصص اور ممتاز تھے اور ان کو ہر ایک شخص بجائے بڑے حضرت صاحب کے سمجھتے تھے۔ حضرت قاضی اشرف حسین صاحب جب پنجاب بڑے حضرت صاحب کی خدمت میں بیعت ہونے کو حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ خانصاحب علی شیر خانصاحب سے بیعت ہو گئے ہوتے، میں اور وہ دونوں ایک ہیں۔ اب بڑے حضرت صاحب کے صاجزادے میاں عبدالغنی خانصاحب بجائے بڑے حضرت صاحب کے کالا افغاناں میں قائم مقام ہیں، اور بڑے حضرت صاحب کے دو صاجزادے ان سے چھوٹے میاں شریف محمد خانصاحب اور میاں لطیف محمد خانصاحب اور ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور بڑے حضرت صاحب کی اتباع اور تقلید اور نور باطن سے مشرف فرمائے، رحمۃ اللہ علیہ۔ بڑے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ صفر ۱۳۱۲ھ کو وفات پائی۔ قبر شریف آپکی کالا افغاناں میں ہے، جو مکان شریف سے چھ سات کوس کے فاصلہ پر ہے۔

(ہدیۂ ارادتمندی مؤلف)

اشعار در منقبت حضرت شیر محمد خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیر محمد شیر حق	رہنمائے سالکاں واصل بحق
باعث رحمت زمین و آسماں	شیر احمد قطب دوران جہاں
آں کمالات کہ دادند سابقیں	یافت آں از فضل رب العالمیں

مردہ زندہ کرد آں صاحب کمال	ہست ایں قوت عطائے ذوالجلال
ایں کرامت زندہ کردن مرگاں	کرد حق ظاہر ز فضل از خادماں
ایں کرامت حی مردہ نزد عام	بہتریں فہمند انساں تمام
بہتریں برکت کرامات ولی	ہست در روا حاجاتہا ہر اُمتی
نزدِ خاصانِ خدا اجلہ امام	بہتریں برکت ولی ہست لاکلام
زندہ کردن قلب مردہ مومنیں	بہتر از صد زندہ کردن صالحیں
ایں تمامی وصف خاصانِ خدا	شیر حق را داد آں قادر خدا
کے نباشد ایں کمالِ ذاتِ آں	خادم و مقبول سیّد بیکساں
کرد خدمت شیخ خود تا بست سال	ثمرہ حاصل بشد شد صاحب کمال
اس تصرف برکت و کشف ریاض	ہست بیروں از بیاں کلکِ بیاض
شیرِ حق خود بود و دیگر شیر حق	کرد آں شیر خدا شیرانِ حق
یا الٰہی تا قیامت فیض آں	قائم و دائم بشد در مومناں
اے خدا از برکت شیرِ خدا	دہ مرا اخلاص و قرب مصطفےٰ
از طفیل جملہ مقبولانِ خویش	تو مرا خادم شمر خاصانِ خویش
یا الٰہی سہل گرداں جملہ کار	از طفیل جملہ پیرانِ کبار

کن ہدایت را صراطِ مستقیم

یا غفور و یا مجیب و یا کریم

فصل ستائیسویں مرشد مولائی حضرت محمد علی خیرآبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و ریاضات و کشف و کرامات و ترک دنیا و کثرت عبادات میں

میرے مرشد جناب حضرت محمد علی خیرآبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات جو کچھ میں لکھوں گا وہ بالکل اپنے علم و یقین میں انشاءاللہ صحیح لکھوں گا اور روایات فضول اور تعریف بے بنیاد لکھ کر لعنت اللہ علی الکاذبین کا طوق اپنی گردن میں نہ ڈالوں گا اور خسر الدنیا والآخرۃ مفت میں نہ ہوں گا۔ نہ حضرت صاحب زندہ ہیں کہ اُن کو اپنی جھوٹ سے خوش کروں یا دوسروں کو جھوٹی باتیں بیان کرکے لوگوں کو اُن کا مرید بناؤں۔ بلکہ جو کچھ حضرت صاحب کے حالات انشاءاللہ لکھوں گا وہ سچ ہوں گے اور سچے خدا کی خوشنودی اور مخلوق کی بہبودی کے واسطے لکھوں گا اور اسمیں شک نہیں کہ حق پسند لوگ حضرت صاحب کے حالات سنکر یہ کہینگے کہ خدا ان کمالات کے دینے پر قادر ہے اور واللہ یختص برحمتہ من یشاء اور فضلنا بعضکم علی بعض بالکل حق ہے اور جو لوگ ان کمالات سے واقف نہیں ہیں یا خدا کی دین کے قائل نہ ہوں گے۔ اُن کو میری تحریر پر البتہ شک ہوگا لیکن شک کرنے والوں کے شک یا اعتراض سے نہ مجھ کو نقصان اور نہ ان باتوں کے ماننے والوں سے مجھے کچھ فائدہ وما علینا الا البلاغ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصبہ کانوند جس کو اب مہندر گڑھ بھی کہتے ہیں جو تفنیہ نارنول سے دس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کی وہاں کی پیدائش ہے اور وہیں کی رہایش ہے ایام غدر میں بموجب آپ کے ارشاد کے آپ کی عمر قریب اٹھارہ سال کی تھی آپ کے محلہ کے ہم عمر لوگ جو اکثر

جے پور میں ملازم تھے ۔ وہ بیان کرتے تھے کہ آپ آٹھ نو برس کی عمر سے خدا کی یاد میں مشغول رہا
کرتے تھے اور کھیل کود کیطرف آپ کی طبیعت مائل نہ تھی حضرت صاحب ایام شباب میں بتلاش معاش
جے پور تشریف لائے اور یہاں ملازم ہوگئے ۔ جو لوگ شب و روز سلسلۂ ملازمت میں آپ کے پاس
رہتے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ قبل بیعت اور بعد بیعت بہت کم وقت سوتے اور شب و روز
یادِ خدا میں مشغول رہتے ۔ آپ بہت قد آور اور سفید رنگ اور بہت خوبصورت تھے ۔ ایام جوانی
میں ہزاروں آدمیوں میں خوبصورتی طاقت اور بلند قامت ہونے میں الگ نظر آتے تھے اور
چہرہ مبارک نہایت نورانی تھا اور ہیبت حق چہرہ سے عیاں تھی ۔ اکثر لوگ کچھ عرض کرنے آتے
مگر بوجہ ہیبت بات کرنیکی ہمت نہوتی اور خاموش چلے جاتے ۔ یہ آپکی سب جسمانی خوبیاں آپ نے یادِ حق
میں صرف کیں ۔ جو لوگ آپ کے مکان کے پاس رہنے والے تھے انکا بیان ہے کہ ہم نے آپ کو علاوہ
دن کی مشغولی کے برسوں تمام تمام شب سجدہ میں یا دو زانو مراقبہ میں یا نماز میں دیکھا ہے میں
حضرت صاحب سے جب بیعت ہوا ، اُس کے اٹھارہ سال بعد آپ نے انتقال فرمایا ۔ میں اکثر روزمرہ
اس اٹھارہ سال میں بلاناغہ علاوہ وقت سفر اور مرض کے آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتا
رہا اور حاضر بھی اکثر اسقدر رہتا کہ صبح کی نماز پڑھ کر جاتا اور دس دس بارہ بارہ گھنٹے اور کبھی اس سے
بھی زیادہ اور کبھی کم و بیش حاضر رہتا ۔ میں نے کبھی اس اٹھارہ سال کے عرصہ میں آپکو بیکار نہیں
پایا ، مراقب دیکھا یا وظیفہ پڑھتے دیکھا یا تصوف کی کتاب کا مطالعہ کرتے دیکھا لیکن وقت مطالعہ
کتاب کے وظیفہ زبانی برابر جاری رہتا تھا ۔ میں یہ بات نہایت راستبازی اور خدا کو شاہد کرکے
کہتا ہوں کہ اس قدر عابد اور یادِ خدا میں وقت گزارنے والا بزرگ میری نظر سے نہیں گزرا ۔ اور
نہ کسی معتبر اور محقق شخص سے فی زمانہ اتنی عبادت کرنے والا بزرگ سننے میں آیا ہوگا ضرور کیونکہ
فضلنا بعضکم علی بعض ارشادِ ربّ العباد ہے ۔ آپ اس بڑھاپہ ضعیفی میں کہ عمر شریف قریب

ستر سال کے ہوگئی، اٹھارہ گھنٹے کے قریب یادِ خدا روز مرہ کیا کرتے اور تین چار گھنٹے سوتے اور دو گھنٹہ کے قریب کھانا کھانے اور وضو وغیرہ اور آنے جانے والوں کی گفتگو میں صرف کرتے اگر کسی وقت آنے جانیوالوں کی وجہ سے گفتگو میں زیادہ وقت صرف ہوجاتا تو اپنے آرام کے وقت میں سے وقت نکال کر وقتِ عبادت کو پورا کرتے۔ ترکِ دنیا کی یہ حالت تھی کہ جے پور کے رؤسا اور مالدار اہلِ حاجت آپ کو اپنے مکان پر بلاتے، مگر آپ کسی کے یہاں تشریف نہیں لیجاتے اور بڑے سے بڑے آدمی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، اور جو عادت آپکی اور گفتگو کا طرز تنہائی میں اپنے خادموں کے سامنے تھا وہی طریقہ اپنے اور غیر اور بڑے اور چھوٹے کے سامنے تھا۔ ذرا بناوٹ اور تصنع لباس اور کلام میں نہ تھا اور آپ کے پاس کبھی کوئی پانچ پانچ سو روپیہ بھی پیش کرتا تو آپ اُس کو بڑے حضرت صاحب کی خدمت شریف میں بھیجدیا کرتے تھے، اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے، مکان پر سے جب بہت سے خط خرچ کے واسطے آتے تو بقدرِ ضرورت واجبی خرچ روانہ فرماتے، ورنہ جو کچھ خدا بھیجتا وہ بڑے حضرت صاحب کی خدمت میں بھیجدیتے یہاں تک کہ باوجود اہل وعیال اور عزیز و اقارب ہونے کے جو مکان مٹی اور چھپر کے تھے ویسے ہی چھوڑے چند مرتبہ خادموں نے عرض بھی کیا کہ حضرت صاحب اگر کل مکان پختہ بنوا دیا جاوے یا اُسکا کچھ حصہ تو گرمیوں میں آگ سے مکان محفوظ ہے تو آپ یہ سنکر فرماتے کہ میاں دیکھا جائیگا خدا حافظ ہے آپ نے تصوف کی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ قریب پانسو کے جمع کی تھیں اور آپ اُنکو نہایت عزیز رکھتے تھے، کبھی کبھی بطور افسوس کے فرمایا کرتے کہ یہ ہماری جمع کی ہوئی کتابیں معلوم ہمارے بعد کون لے اور ان کی کیا قدر کرے۔ آپ دو چیزوں کا اکثر افسوس فرمایا کرتے تھے۔ ایک بڑے حضرت صاحب کے انتقال کا اور دوسرے کتابوں کا۔ آپنے نہ مال جمع کیا نہ مکان پختہ بنایا نہ عمدہ لباس پہنا، اور نہ عمدہ کھانے کا شوق رہا، اور نہ اپنی اہلیہ صاحبہ کے پاس جلد جلد وطن تشریف لیجاتے

کبھی دو تین سال کے بعد وطن تشریف لیجایا کرتے تھے اور آپکی اہلیہ محترمہ بھی نہایت عابدہ اہدٔ
اور صابرہ عورت تھیں، بڑے حضرت صاحب کلاؒ اور آپ کا برتاؤ اور لباس بالکل عام لوگوں کا
سا تھا۔ کوئی خصوصیت لباس یا کلام میں درویشانہ یا عالمانہ نہ تھی، علم تصوف میں آپکو نہایت
درجہ کی تحقیقات اور معلومات تھیں۔ علم تصوف کے سمجھنے اور سمجھانے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو
شانِ خاص عنایت کی تھی گویا آپ علم درویشی کے عالم متبحر تھے، جو آپ سے واقف نہ ہو وہ کبھی نہیں
کہہ سکتا تھا کہ آپ درویش ہیں، ہر سلسلۂ مبارک کے اولیاء اللہ کی تعظیم اور محبت آپ کے دلمیں
تھی، جہاں کسی شخص نے کبھی اولیاء اللہ کی شان میں کسرِ شان کے الفاظ کہے اور آپ اس سے
برہم ہو جاتے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو حضرت غوث اعظم اور حضرت شاہ نقشبندؒ اور حضرت
مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ محبت ہے، اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
رحمۃ اللہ علیہ سے تو بہت ہی زیادہ محبت تھی، جسکو عشق کہنا چاہیئے۔ ٹھاٹ دنیوی یا طرز
درویشانہ نہ رکھتے تھے، اور زیادہ آدمیوں سے خلا ملا نہ ہوتے، اسلیے ارشاد آپ سے بہت کم
پھیلا۔ ورنہ نسبت آپکی نہایت زبردست اور قوی تھی۔ اگر لوگ آپ سے واقف ہو جاتے
تو ہزاروں قلوب منور و روشن ہو جاتے، نسبت آپ کی انفرادی تھی کہ جو سوائے ذات بحت
کے کسی طرف مخاطب نہیں ہونے دیتی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ سے ارشاد کم پھیلا۔ صرف
قریب سو آدمیوں کے آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ کی قوت نسبت کی یہ کیفیت تھی کہ اگر
کسی وقت مراقبہ سے اچانک سر اُٹھا کر آپ کسی طالب کو دیکھ لیا کرتے تو کئی کئی روز تک حالت
طالب کی دگرگوں رہتی۔ اور بعض پر مہینوں اثر رہتا، اور اس کے تحمل کی تاب نہ ہوتی بعض
بعض طلبہ کے دل کو ایک ہی توجہ سے جاری کر دیا کہ پھر وہ اپنی قبر میں زندہ دل کو اپنے ساتھ
لے گئے، آپ نے اپنے طلبہ کی پرورش ذکر قلبی، سلطان الاذکار، ولایت صغریٰ۔ ولایت

کبریٰ میں ایسی کامل فرمائی کہ جیسے حالات میں نے اوپر کی فصلوں میں لکھے ہیں۔ بعض بعض
طلبہ کو اولیائے کرامؒ اور صحابۂ عظامؓ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت جاگتے میں جسم ظاہر
سے ہوا کرتی اور رموز و اسرار الٰہی کی باتیں اُن کو معلوم ہوا کرتی تھیں بعض کے پاس اولیاء کی ہیئت اجتماعیہ
یعنی قطب ابدال وغیرہ ازراہ کرم تشریف لایا کرتے تھے اور بعض کو فنائی الرسول حقیقی جیسے
ولایت کبریٰ میں بیان ہوئی، یعنی اتصال روحانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی تھی۔
اتصال روحانی سے مراد یہ ہے کہ حضورؐ کی شکل اس طالب کی ہو جائے اور حضور صلعم اس کے حال
پر بہت ہی کرم اور مہربانی فرماتے تھے، لیکن ولایت کبریٰ سے آگے ترقی اجمالی طلبہ کو ہوئی،
مفصل نہیں ہوئی، یہ کمی ترقی طلبہ کی کامل حق طلبی اور کم ظرفی اور اتفاق نہ ہونے کے سبب سے تھی
ورنہ حضرت صاحب کی نسبت اور ترقی مدارج بہت آگے تھی، کیونکہ جس بزرگ کے طلبہ ولایت
کبریٰ میں کامل ترقی کر کے اتصال روحانی حبیب خدا صلعم تک سے مشرف ہوں، ان کے شیخ
کی شان کا اندازہ اندازہ کرنے والے کر سکتے ہیں۔ بعض طلبہ کو طیّ ارض بھی اور کشف کامل خدا نے
نے دیا تھا۔ کتاب حالات مقامات میں حضرت غلام علی شاہ صاحب نے اپنے شیخ حضرت مرزا
مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اتصال روحانی حضرت رسول خدا صلعم کا حال بیان
فرما کر بطور شکر کے یہ فرمایا ہے کہ میرے حضرت صاحب کی علو شان دیکھو، چنانچہ میں نے بھی اس
کی اتباع اور تعمیل حکم وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے موافق یہ حالات لکھ دیئے
ہیں۔ ان حالات کے بیان کرنے کے بعد حضرت صاحب کے کمالات یا کرامات
یا مکشوفات بیان کرنے کی اہل علم کے نزدیک کچھ ضرورت نہیں، کیونکہ سب سے زیادہ
کمال کبرائے دین کے نزدیک یہی کمال ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکا۔ لیکن عام لوگوں
کی اور خصوصاً آپ کے سلسلہ کے خادموں کی اور اہل عقیدت کی تسکین اور خواہش کی

وجہ سے آپ کی چند کرامات اور قرب خدا کے حالات بطور نمونہ کے لکھتا ہوں - قربِ خدا اور عنایت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ کافی ہے کہ حضرت صاحب کے حجرہ میں جائے نماز پر حضرت صاحب کے ہاتھوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں پکڑے ہوئے اور حضرت صاحب کو توجہ دیتے ہوئے چشم ظاہر سے بارہا دیکھا گیا ہے یہ سب خدا کا فضل اور پیران عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا صدقہ اور توسل ہے اور خصوصاً زمانہ آخر میں جناب حضرت سید امام علی شاہ صاحب پر چونکہ نبی کریم صلعم کی زیادہ پرورش اور عنایت تھی، اسی واسطے انہی حضرت سید صاحب کے نعلین کے صدقے آپ کے متوسلین پر حضور صلعم کی عنایت بے غایت تھی اور ہے۔ اللہ تعالیٰ اور زیادہ فرمائے آمین بحق سورہ طٰہٰ و یٰسین، نعلین خاصان حق متوسلین اور خادموں کے واسطے باعث قرب خدا، اور عنایت خاصان خدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کے خادموں میں سے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ دربار رسالت پناہی صلعم ہو رہا ہے۔ اور صحابہ اور اولیاء حاضر ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں بھی حاضر دربار ہوں، مگر نگران دربار جانے نہیں دیتے، اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی نعلین مبارک اُتاریں۔ اور میں نے اُن کو اُٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور حضرت بلالؓ کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ تو مجکو دربانوں نے روکنا چاہا، لیکن اور صحابہ نے فرمایا کہ یہ حضرت بلالؓ کا کفش بردار ہے، اسے جانے دو۔ چنانچہ ان نعلین کے توسل سے دربار میں حاضر ہو گیا۔ زمانہ حال میں اکثر طلبہ فنائے اول سے مشرف ہوتے ہیں اور فنائے ثانی اور فنار الفنار سے بہت کم، خال خال طلبہ مشرف ہوتے ہیں اور جو طلبہ فنائے ثانی اور فنار الفنار سے مشرف ہوتے ہیں وہی حقیقتاً قابل ارشاد اور اہل خدمت اولیاء کے جاتے ہیں۔ جیسے قطب مدار، اوتاد، نقیب و نجیب مردانِ غیب وغیرہم، اور انہی

بزرگوں سے خرق عادات کثرت سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور انہی لوگوں کے ہاتھ میں باگِ حکومت، انتظام خلق خدا نے دی ہے۔ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ہر وقت منتظر رہتے ہیں، جو حکم ہوتا ہے اُس کی تعمیل مثل حضرت خضر علیہ السّلام فوراً کرتے ہیں، انکو اپنے پرائے دوست دشمن، بھلائی برائی پر غور کرنے سے کوئی تعلق نہیں، ان کو مثل ملائکہ کرام کے احکام الٰہی کی تعمیل کرنے سے غرض ہے۔ البتہ اُمت حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے واسطے دعا ضرور کرتے ہیں اور یہ دعا اُمت کے واسطے ان بزرگوں کی ترقی درجات کا باعث ہے، میں اپنے اس کلام کی تصدیق میں جناب حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو لکھتا ہوں، وہ یہ ہے،

"جو شخص اللہ عزوجل اور اُس کے نیک بندوں کے ساتھ اچھا گمان نہ رکھے اور اُن کے سامنے تواضع نہ کرے اُس کو فلاح نصیب نہ ہوگی۔ اے شخص تو ان کے سامنے تواضع کیوں نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ سردار اور امیر ہیں ان کے مقابلہ میں تیری کیا ہستی ہے حق تعالیٰ نے انتظام ملکی ان کے حوالہ کیا ہے، ان کی بدولت آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین سے سبزہ اُگتا ہے۔ تمام ہوا کلام حضرت کا۔

حضرت صاحب میرے علم اور تحقیق میں اولیائے خدمت میں سے تھے، کہ جسکی تصدیق مجکو بہت طریقہ سے ہوئی ہے، جس کو میں تحریر و تقریر میں لانے کی ضرورت نہیں سمجھتا حضرت صاحب کی طبیعت میں خدا نے اعلیٰ درجہ کا ظرف رکھا تھا کہ وہ اپنے حالات باطنی کی خبر کسی کو نہیں دیتے تھے، اور رازداری یہاں تک تھی کہ ایک مرید کا حال دوسرے مرید سے کم بیان فرماتے، جو مرید آپ کے زیادہ ترقی کر گئے تھے۔ اُن سے گاہے ماہے کم ترقی کرنے والے مرید کا حال بیان فرمادیا کرتے تھے لیکن کم درجہ کے مرید سے زیادہ ترقی

کرنے والے مرید کا حال بالکل نہیں فرماتے، جو مرید اپنے کشف اور معلومات کے متعلق حالات
عرض کرتے، آپ اسکو نہایت بے رغبتی کیساتھ سماعت فرماتے، اور بعض وقت فرمادیا کرتے کہ
یہ سب باتیں بیکار اور شعبدہ کی مثال ہیں، ذکر حق اور فکر حق، قرب حق کام کی چیز ہیں
حضرت کے تصرفات اور ہمت باطنی کا یہ حال تھا کہ جس بات پر آپ ہمت فرماتے اور دعا بجناب باری تعالے
کرتے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ضرور قبول فرماتا، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے دعا و ہمت فرمائی ہو
اور وہ کام نہ ہوا ہو، آپ کی دعا و ہمت سے اہل حاجت کے بڑے بڑے کام نکلتے تھے، جنکا روا ہونا
عقلاً بالکل خلاف تھا۔ میری اہلیہ کو چار مہینے برابر بخار آیا، ہر چند دوا کی کچھ آرام نہ ہوا اور یقین ہو گیا کہ سوائے
مرنے کے کوئی صورت نظر نہیں آتی، میری اہلیہ نے کہا کہ میری زندگی کا خاتمہ ہو چکا، میرے چھوٹے بچے رہجائینگے
تم حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کرو، چنانچہ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں مفصل لکھکر عریضہ
بھیجا، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا "فقیر دعا کرتا ہے۔ انشاء اللہ آرام ہوجائے گا"۔ بفضلہ تعالیٰ اسی
روز سے بالکل آرام ہو گیا۔ میرے ایک پیر بھائی کئی برس تک مرض بخار میں علیل رہے، حکیم اور
ڈاکٹروں نے جواب دیدیا، حضرت صاحب نے چند دن دم فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اچھا کر دیا۔ حکیم محمد
شفیع حضرت صاحب سے بیعت تھے، ان کے درد ذات الصدر کا نہایت شدید ہوا، زندگی سے
سب ناامید ہو گئے، حضرت صاحب نے جا کر دم فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت صحت بخشی، ایک
مرتبہ میں خود شدید بخار میں مبتلا ہوا، ضعف اس قدر ہو گیا کہ بیٹھ کر نماز مشکل سے ادا کرتا، اگر وہی
شدت بخار کی رہتی تو شاید میں دو ایک روز میں مر جاتا۔ میں نے اپنا حال مختصر لکھ کر خدمت
شریف میں بھیجا، آپ نے تعویذ عنایت فرمائے اور یہ فرمادیا کہ ہم دعا بھی کرتے ہیں، جب میرے
پاس تعویذ آئے تو ان میں سے میں نے ایک تعویذ لیا اور اُس کو اُٹھ کر پینا چاہتا تھا کہ اتنے میں کیا
دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب میرے سامنے تشریف رکھتے ہیں اور نظر کرم دیکھ رہے ہیں، میں حیران تھا کہ

حضرت صاحب بلا آواز دیے اور بلا اجازت گھر کے اندر کیسے تشریف لے آئے لیکن بوجہ پاس ادب
کچھ کہہ نہ سکا اور تعظیم کو اُٹھا میرے اُٹھتے ہی حضرت صاحب غائب ہو گئے۔ اور میرا بخار اور ضعف بالکل
جاتا رہا، اور ایسی قوت مجھ میں پیدا ہو گئی، جیسی کہ ایام شباب میں ہوتی ہے۔ میں نے اُسیوقت کپڑے
پہنے تو میری اہلیہ نے مجھکو پکڑ لیا اور یہ خیال کیا کہ کثرت بخار سے سرسام ہو گیا ہے۔ اسلئے یہ گھر
سے باہر جاتے ہیں اور میرے جانے میں مانع ہوئیں۔ تب میں نے کہا کہ میں بالکل اچھا ہوں حضرت
صاحب کی خدمت میں جاتا ہوں، چنانچہ میں نے قریب دو میل کے فاصلہ پر حضرت صاحب کی
خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال عرض کیا، آپنے فرمایا "تم کو وہم ہو گیا ہے" پھر میں ان سے کئی جگہ
پھرتا ہوا گھر واپس آیا۔ ایسے صدہا معاملات حضرت صاحب کے دیکھے ہیں۔ اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب قول الجمیل میں فرماتے ہیں "تصرفات نقشبندیہ
عجیبۃ وغریبۃ" بعد وفات میں نے آپکو دیکھا کہ کبھی آپ (یعنی حضرت صاحب) حضرت رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل ہو جاتے ہیں اور کبھی حضور انور صلعم حضرت صاحب کی شکل ہو جاتے ہیں
یہ فنا و بقا اتصال روحانی بروح اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس درجہ باعث شکر اور کس
درجہ باعث تصدیق ہے۔ میں کئی مرتبہ حضرت صاحب کی قبر شریف پر حاضر ہوا اس لیے کہ ان معاملات
میں جو مجھکو درپیش ہیں از قسم امراض و معاملات دینی و دنیوی، تو میں نے اثنائے مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت
صاحب کی قبر شریف جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور حضرت خاتم النبین صلعم بھی یہاں
تشریف رکھتے ہیں، اور حضرت صاحب میرے معاملات میں حضور صلعم سے عرض کر رہے ہیں، اور حضور
مسکراتے ہیں بفضلہ تعالیٰ وہ کام اللہ نے میرے ویسے ہی درست فرما دیئے۔ کئی مرتبہ حضرت صاحب نے
مجھ کو قبر شریف میں سے آواز دے فرمایا "میں خوش ہوں تو فکر مت کر" میرا معمول آپکی زندگی میں
اٹھارہ برس تک اور اب بعد وفات پچیس سال سے قریب روزمرہ حاضری کا ہے، ایکمرتبہ میں

کئی روز تک حاضر نہ ہوا تو قبر شریف میں سے بآواز بلند فرمایا کہ "تو کئی روز سے کیوں نہیں آیا"۔
ایک مرتبہ میں نے حضرت صاحب کو کوئی خاص حال عرض کیا آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ مجھ کو اس میں
شک ہوا۔ میں نے اُسی شب کو دیکھا کہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم
مبارک سے مجھکو یہ بات لکھ کر عنایت فرمائی "تیرے پیر کے کلام میں شک مت کر وہ حق کہتا ہے"
اور یہی مضمون آپنے ایک ہی وقت میں چالیس مرتبہ لکھ کر عنایت فرمایا۔ اور زبانی تقاضہ بھی ہر بار
فرماتے رہے۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میں مقام پستی میں ہوں اور وہاں سے نہیں نکل سکتا، اسی
حالت تردد میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے اور حضرت صاحب بھی آپ
کے ہمراہ ہیں، ایک ہاتھ میرا حضرت رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکڑا اور ایک حضرت صاحب
نے اور مجھ کو اوپر کھینچ لیا۔ اور یہ حال ابتدائی زمانہ کا تھا کہ اس زمانہ میں شیطان اور نفس مجھ کو
حضرت صاحب کی طرف سے مذبذب کرنا چاہتے تھے، حضرت صاحب کی ایک مریدہ تھیں اُن کا
انتقال ہوا تو اُنکے بھائی نے (کہ وہ بھی حضرت صاحب سے مرید تھے) عرض کیا کہ حضرت صاحب دعا فرمائیں
کہ میری بہن کی بخشش خدا فرمادے، اُنھوں نے اُسی شب خواب میں دیکھا کہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ حضرت صاحب بھی ہیں، حضرت صاحب نے
حضور صلعم کی خدمت شریف میں نہایت ادب سے عرض کیا "یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ اللہ اس کو
بخشدے" اس عرض کرنے پر حضور اقدس نے آگے قدم مبارک بڑھا کر ان عورت مرحومہ کے سینہ
پر انگشت شہادت سے کلمہ شریف لکھ دیا۔ کلمہ شریف لکھتے ہی سینہ سے اس قدر نور روشن ہوا کہ آسمان
تک اسکی روشنی پہنچی۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا "اطمینان رکھ تیری بہن کی بخشش
ہو گئی"۔ اور آپ تشریف لے گئے، حضرت صاحب کے خاص خادم عبدالرحمٰن خانصاحب تھے وہ بہت
طالب صادق تھے اور حضرت صاحب سے سب سے پہلے وہ بیعت ہوئے تھے، اور حضرت صاحب

کی اُن پر خاص عنایت تھی۔ وہ ہر وقت ذکر وفکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ان کا سینہ انوار الٰہی سے منور تھا۔ ان پر پیران کبار کی بہت عنایت تھی وہ تارک الدنیا اور قانع وصابر تھے۔ کبھی ان پر تیسرے چوتھے وقت کا فاقہ ہوتا تھا تو غیب سے کوئی اُن کو سوتے سے جگا کر گرم گرم کھانا دیکر غائب ہوجاتا۔ ان کے انتقال سے حضرت صاحب کو بہت رنج ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت صاحب کے ایک خادم نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب نے عبدالرحمٰن خاں صاحب کا ہاتھ پکڑ کے بڑے حضرت صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عرض کیا کہ حضرت! یہ آپ کے سلسلہ میں داخل ہے" یہ عرض سنکر بڑے حضرت صاحب نے عبدالرحمٰن خانصاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا: بیشک یہ میرے سلسلہ میں ہے" اور اسی طرح یہی الفاظ عرض کر کے بڑے حضرت صاحب نے جناب حضرت سید صاحب کے سپرد کیا، اسی طریقے سے سلسلہ بسلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن خانصاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور پھر اُن کو جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی جناب میں پیش کر کے عرض کیا "یا رسول اللہ صلعم! یہ میرے سلسلہ میں ہے آپ قبول فرمائیں" حضور انور صلعم نے یہ سنکر عبدالرحمٰن خانصاحب کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں پکڑ لیا اور فرمایا اے صدیق اکبر! جب تیرے سلسلہ میں ہے تو میرے ہی سلسلہ میں ہے۔

آگاہی: حضرت صاحب کی مقبولیت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے اولیائے کبار کے سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں کہ اگر کمال کو نہ پہنچے تو ذریعہ شفاعت اور مقبولیت کا ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پیر حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا مجھ سے فرمایا "اے جانجاناں! ہم کو بارہا الہام ہوا ہے کہ اے محمد عابد جس جگہ تو دفن ہوگا، اُس جگہ سے جہاں تک نظر پہنچے، اس حد جائے نظر میں جو دفن کیا جائے گا وہ بخشا جائیگا۔" اسی واسطے اکثر لوگ اولیاء اللہ کے مزاراتِ پاک کے قریب

دفن ہونے کی خواہش رکھتے ہیں، حضرت صاحب کے ایک مرید تھے۔ ان کے ایک دوست کا انتقال ہوگیا۔ وقت غسل کے دیکھا گیا تو ان کا چہرہ بوجہ شامت اعمال سیاہ ہوگیا تھا، یہ حالت دیکھ کر اُن کو رحم آیا اور انھوں نے بجناب باری تعالیٰ دعا کی۔ قدرت حق جب قبر میں رکھ کر منھ کھولا تو منھ اُن کا سفید اور نورانی ہوگیا تھا۔ یہ شخص دعا کرنے والے مقام فنا و بقا سے مشرف تھے، یہی شخص جس درخت یا مکان کے نیچے بیٹھتے اور جب وہاں سے علٰحدہ ہوتے تو مکان اور درخت سے رونے کی آواز آتی، حضرت صاحب کسی پر ناراض ہوجاتے تو بہت جلد اُس کا نقصان ہوجاتا۔ آپ کے وطن میں ایک مرتبہ دو شخص آپ کے مکان میں نقب لگا کر اسباب، کپڑے، برتن وغیرہ لے گئے۔ آپ نے جے پور میں سنا تو فرمایا۔ ہمارا دعویٰ خدا کے یہاں ہے۔ اور پولیس وغیرہ میں کوئی کارروائی نہیں کی۔ قدرت حق تھوڑا عرصہ گزرا، جس شخص نے جس ہاتھ سے نقب لگایا تھا وہی ہاتھ اُس کا بارود سے زخمی ہوکر کاٹ دیا گیا۔ اور دوسرے چور کے مکان میں اسکی عدم موجودگی میں آگ لگ گئی، اسکا تمام عمر کا جمع شدہ سامان مع مکان جل کر برباد ہوگیا۔ پھر یہ دونوں چور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اس فعل سے مقر ہوکر معافی کے خواستگار ہوئے، مجھے خوب یاد ہے کہ جس وقت اس شخص کے مکان میں آگ لگی تھی، حضرت صاحب نے اس وقت مراقبے سے سر اُٹھا کر مجھ سے فرمایا کہ "وطن میں فلاں شخص کے مکان میں آگ لگ گئی، ایسا معلوم ہوتا ہے" تیسرے روز وہاں سے خط آیا اس سے معلوم ہوا کہ اسی شخص کے مکان میں جس نے چوری کی تھی، آگ لگی۔ اور وہی وقت آگ لگنے کا تھا، حضرت صاحب کے کلام میں جب کبھی مجھ کو کچھ تذبذب رہتا، تو میرے اطمینان کے واسطے غیب سے اکثر تصدیق ہوجایا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک روز حضرت صاحب کی اور مولوی عبدالغفور صاحب کی گفتگو میں یہ اختلاف ہوا کہ حضرت صاحب یہ فرماتے تھے کہ ذکر قلبی کا یہ قوی ثبوت ہے کہ جسم کی رگیں با ذکر حق

سے جنباں رہیں، اور مولوی عبدالغفور صاحب یہ کہتے تھے کہ آواز ذکر قلبی کا کانوں سے

سننا قوی ہے۔ مجکو اس میں خلجان رہا، میں نے اسی شب کو ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا

کہ انکی نورانی شکل ہے (اور حلیہ انکا بخارا شریف کے لوگوں کا سا ہے) تشریف لائے اور بعد سلام

علیکم مجھ سے مصافحہ کیا اور بعد مصافحہ میری انگلیوں میں اپنی انگلیاں ڈالیں اور پھر فرمایا کہ "تو

دیکھتا ہے کہ میری انگلیوں میں کیا ہے" میں نے عرض کیا کہ آپ کی انگلیوں کی رگیں ذکر حق سے جنباں

ہیں" تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یہی ثبوت ذکر قلبی قوی ہے" اور میں امام الطریقہ (حضرت) خواجہ

محمد نقشبندؒ ہوں" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ میرے پاس اس وقت میرا لڑکا محمد شوکت علی سو رہا

تھا۔ میں نے اس کا منھ کھول کر دیکھا تو اس کی زبان جو سامنے سے قریب پون انچ کے کٹ کر جاتو

سے کٹ گئی تھی، اور اس کی دو شاخیں ہو رہی تھیں، وہ بالکل جڑی ہوئی تھی۔ اور کوئی زخم

اسمیں نہ تھا۔ یہ خواب بیداری سے بہتر اور ثبوت برکت اور تصرف حضرت خواجہ خواجگان خواجہ

محمد نقشبند ظاہر ہے، رحمۃ اللہ علیہ۔ اور خاصان خدا کے تصرفات اور ہدایات بعد انتقال کے بھی

بحکم خدا جاری و ساری رہتی ہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ اولیاء کی ولایت بعد وفات سلب ہو جاتی ہے

اس کی شرح یہ ہے کہ جو ولایت قرب خدا کی ولی کو خدا کی جناب سے عطا ہوتی ہے، وہ بعد

وفات ولی کے اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے، اور جو ولایت (زیر کے ساتھ) کسی ولی کو انتظام خلق

کی جس کو منصب قطب، ابدال، اوتاد، نقیب، نجیب، مردان غیب وغیرہ مراتب کی

عنایت ہوتی ہے، یہ ولایت البتہ انتقال کے بعد سلب ہو جاتی ہے، اور وہ کسی زندہ بزرگ کو

تفویض کر دی جاتی ہے، لیکن جو بزرگ اہل خدمت یا اہل ارشاد اعلیٰ درجہ کے اس مقام کے گزر گئے

ہیں وہ اہل خدمت اولیاء موجودہ کی اور اہل ارشاد موجودہ کی دعا اور ہمت سے بحکم خدا ان کی

ارواح طیبات ایسی اعانت کرتی ہیں، جیسے اہل ارشاد اور اہل خدمت زندہ کرتے ہیں جو اہل علم طریقت

اور اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اگر کسی کو میری تقریر میں شبہ ہو تو وہ حضرت مجدد الف ثانی وحضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی وحضرت مرزا مظہر جانجاناں وحضرت خواجہ ناصر عندلیب حضرت غلام علیشاہ وحضرت شاہ ولی اللہ وحضرت شاہ عبد العزیز وحضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی کتابیں دیکھیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

یہ بات مسلم ہے کہ عام مومنین عام فرشتوں سے اور خاص بندے خاص فرشتوں سے افضل ہیں اور خلعت خلافت صرف بشر کو عنایت ہوا ہے نہ کہ فرشتوں کو تو جب اللہ تعالیٰ اپنے کم درجہ والی مخلوق سے اپنے مخلوقات کا کام لیتا ہے تو اپنی اعلیٰ درجہ کی مخلوق سے مثل فرشتوں کے کام لے تو کون سے تعجب کی بات ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے' یہ کمال اولیائے کبار کا زندگی اور بعد مرنے کے جو کچھ ہے وہ عطیۂ رب العالمین ہے اور یہ سب اسی کی حمد و ثنا و قدرت کا ثبوت ہے چنانچہ یہ مسئلہ تمام اُمت میں متفقہ ہے کہ حضور صلعم کی زیارت حضور ہی کی زیارت ہے۔ شیطان آپ کی شکل نہیں بن سکتا، اور آپ کی زیارت ہر شب میں ایک ہی وقت میں ہزار ہا مسلمانوں کو ہر ملک میں ہوتی ہے، تو جب آپ کی روح مقدس کا یہ حال ہے کہ ہزار ہا اُمتی کو ایک ہی وقت میں زیارت سے مشرف فرماتے ہیں، اور طرح طرح کی ہدایات اور کلمات فرماتے ہیں تو حضورؐ کی اُمت کے خاص اُمتی جو آپ کے وارث ہیں اور اس صفت میں سے بھی حصہ پانے کے مستحق ہیں۔ اگر بعد انتقال خاصان خدا کے برضئ خدا وعطیۂ خدا یہ کمال باقی رہیں تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ قادر مطلق خالق مخلوقات کی یہ عین تعریف ہے۔ اور بلا رضئ حق فرشتے کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیا اولیائے کرام کچھ نہیں کر سکتے۔

اطلاع: اگر کوئی حضور انور کی زیارت کا شوق رکھتا ہو۔ تو چند روز میرے حضرت علی شیر خانصاحب کی قبر شریف پر حاضر ہو کر وہاں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر درود شریف پڑھے۔ انشاء اللہ

بہت جلد ضرور زیارت نصیب ہوگی ۔ اور ہر حاجت اللہ تعالیٰ پوری کریگا ۔ یہ بات ہر شخص آزمائے ۔

غرضیکہ جناب حضرت رسول خدا صلعم کے جمیع کمالات سے ظلی طور پر اولیاء اللہ کو حسب حیثیت حسب مراتب کمالات نصیب ہوتے ہیں ۔ اگر ان میں سے حصہ نہ ملے تو ارشاد العلماءُ ورثۃ الانبیاء کے معنی کب درست ہو سکتے ہیں ۔ وارث کو تو ہر چیز میں سے حصہ ملنا چاہیئے ۔ میں نے جو کچھ حالات حضرت صاحب و بڑے حضرت صاحب و جناب سید صاحب کے لکھے ہیں ۔ یہ قابل اظہار نہ تھے ۔ بلکہ قابل استتار تھے ۔ مگر یہ خیال کر کے کہ طالب خدا ان نعمتوں کی تلاش میں رہیں ۔ اور یہ بھی لوگ جان لیں کہ جیسے کتابوں میں اولیاء اللہ کے حالات لکھے ہیں اب بھی خدائے قادر نے اپنے برگزیدہ بندہ زمین پر ان کمالات کے پیدا کیے ہیں اور یہ بات کہنا چھوڑ دیں کہ مسلماں در گور او مسلمانی در کتاب ۔ حضرت مولانا رومی نے خوب فرمایا ہے ۔

شرح او حیف ست با اہل جہاں ۔۔۔ ہمچو راز عشق باید در نہاں

نامناسب ہے حال خاصان خدا کا عام لوگوں سے کہنا ۔ بلکہ مانند راز عشق کے چاہیئے چھپانا

لیک گفتم وصف او تا رہ برند ۔۔۔ پیش ازاں کز فوت آں حسرت برند

لیکن اسواسطے کتابوں کو لوگ اختیار نہ چلیں اور تلاش کریں اس نعمت بے بہا کو نہ کہ فوت ہونے سے حسرت کریں

اب میں حضرت صاحب کے حالات کو ختم کر کے آپ کے انتقال کا حال لکھتا ہوں ۔

آپ نے جمعہ کے روز عین وقت نماز جمعہ کے تیسویں محرم الحرام ۱۳۲۸ھ (تیرہ سو اٹھائیس) کو انتقال فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

میں انتقال سے کچھ دیر پہلے حضرت صاحب کی چارپائی کے پاس بیٹھا ہوا تھا ۔ اور فکر یہ تھی کہ آپ کا وقت آخر ہے یا صحت ہوگی تو غیب سے آواز آئی وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر ۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اچھے مقبول بندوں میں

آپ کو شمار فرمالیا۔ اور آپؒ کا وقت سفر آخرت ہے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد آپ نے انتقال فرمایا
مولوی سراج الدین صاحب کاکوروی جو حضرت صاحب کے جنازہ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں قبرستان
میں پہونچنے سے پیشتر مجھ سے فرمایا کہ میں نے حضرت صاحبؒ کی تاریخ وفات کہہ لی ہے جس سے سنہ ۱۹۱۰ء
نکلتے ہیں، چنانچہ یہ تاریخ میں نے سنگ مرمر پر جلی قلم سے کندہ کراکر حضرت صاحبؒ کی قبر شریف
کے سرہانے لگاوی ہے، میں حضرت صاحبؒ کی قبر شریف پر بیٹھا ہوا یہ فکر کر رہا تھا کہ حضرت صاحبؒ
کی سال وفات کسی آیت شریف یا اسمائے الٰہی سے نکلے، اور سنہ بھی ہجری ہو تو بہت مناسب ہے
ناگاہ غیب سے آواز آئی ھُوَ الْغَفُوْرُ، میں نے وہیں ریت پر ھو الغفور کے اعداد نکالے تو سنہ ۱۳۲۸ھ
نکلے (سنہ ۱۳۲۸ھ تیرہ سو اٹھائیس) میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور تاریخ کے پتھر کی شروع پیشانی پر ھو الغفور
بھی کندہ کرادیا، قطعہ تاریخ مولوی سراج الدین صاحب یہ ہے،

جناب شاہ علی شیر خاں چو رو نہفت	سیاہ روز جہاں شد بجشم اہل دل
بلوح قبر نوشتم سراج سال وفات	مزار پاک علی شیر خاں ارم منزل

حضرت صاحب کی قبر شریف شہر جے پور گھاٹ دروازہ باہر علی شاہ جی کے قبرستان میں ہے
اور قبرستان میں جاتے ہی دست چپ کی طرف قدرے بلند صرف پتھر ہی پتھر کی بنی ہوئی ہے چونہ
کا اس پر پلاسٹر وغیرہ نہیں ہے، اور قبر شریف کے اوپر سرہانے سنگ مرمر کا پتھر قریب تین فٹ اونچا
تاریخ کا لگا ہوا ہے حضرت صاحب کا انتقال ۳۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۸ھ کو ہوا ہے اور ہمیشہ میں محرم
ہوتی نہیں، اس لیے میں نے یکم صفر المظفر یوم عرس مقرر کیا ہے، اور یہ اس مناسبت سے بھی مقرر کیا ہے
کہ ماہ صفر میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور بڑے حضرت صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہما کا عرس ہوتا ہے
افسوس حضرت صاحب جیسی ذات بابرکات ہم جیسے گناہگاروں کے سر سے اُٹھ گئی، ہر شخص کو
حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے ارشاد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

سنہ دل بریں دھر ناپائدار | ز سعدی ہمیں یک سخن یاد دار

جذبۂ ارادتِ مؤلف

حضرت صاحبؒ کی تعریف میں چند اشعار

شیرِ حق است شیرِ شیرانِ خدا | حضرتِ شیرِ علیؒ شیرِ خدا
نائبِ حق نائبِ خیر الورےٰ | نائبِ حق جملہ خاصانِ خدا
ترکِ دنیا کثرتِ ذکرِ خدا | جہد با نفسِ لعیں حبِ خدا
قانع و ذاکر توکل با خدا | صابر و شاکر بہ تسلیم و رضا
ہست جامع ایں کمالاتِ عجیب | شاہ علی شیرِ خدا صاحب لقب
ایں ہمہ اوصافِ آں پاکیزہ نفس | مثلِ آں عابد ندیدم ہیچ کس
سالہا در سجدۂ و ذکرِ خدا | جملہ شب بگذشت در زاری دعا
شد مقرر بشرہ ساعت بالیقیں | از برائے مالکِ یوم الدیں
عمرِ خود در یادِ حق در شکرِ حق | صرف کردہ خوب شد واصل بحق
فانی از خود باقی با حق بالیقیں | شد وصالِ رحمۃ للعالمیں
ایں ہمہ فضلِ خدا جود و عطا | ہست صدقہ مصطفیٰ و مجتبیٰؐ
از برائے گر کسے کرد آں دعا | رد نہ شد از بارگاہِ کبریا
ہمچنیں تائید و تصدیق کلام | اولیائے سابقیں کردند تمام
زیں فزوں تصدیق کے باشد عزیز | قدر ایں داند کسے اہلِ تمیز
من چہ گویم وصفِ آں عالیجناب | رحمتِ حق باد بر آں بے حساب

یاالٰہی از برائے شیرِ حق ! رہ نمائی کن : ہدایت راجحق

ضمیمہ

کتاب معیار السلوک و دافع الاوہام والشکوک

میں نے اس کتاب کے سات باب اور ہر باب میں سات فصلیں لکھی ہیں تاکہ اس کتاب کو قرآن پاک کی سات منزلوں سے اور سات آیت سورۂ فاتحہ سے اور سات دن اور سات رات اور سات زمین اور سات آسمان سے مناسبت ہو، اور یہ باب اور فصلیں ختم ہوچکیں، تو میں نے ضروری باتیں فائدہ خلق کے لیے اس ضمیمہ میں لکھی ہیں، اور اس میں علاوہ کسوٹی اور میزان ضروری باتوں کے آخر میں کچھ تعویذ بھی نفع خلق کے لیے لکھے ہیں، اگرچہ تعویذات کا تعلق علم تصوف سے نہیں ہے، اور نہ ولایت کے قرب و بُعد سے اس کا کچھ واسطہ ہے، لیکن بعض محققین نے بموجب ارشاد اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ کے خلق خدا کو ان تعویذات کی وجہ سے اپنی طرف مخاطب کرنے کا ذریعہ بنا کر خدا کی طرف مخاطب کیا ہے تعویذات میں جو علاوہ عبارت کے ہندسے ہوتے ہیں، وہ بھی آیات قرآن مجید یا اسمائے الٰہی کے ہوتے ہیں، اور تعویذ کا لکھنا حروف میں اور گلے میں ڈالنا سنت ہے، جسکو دیکھنا ہو وہ کتاب حدیث حصن حصین میں دیکھ لے جس کا ترجمہ اور شرح نواب قطب الدین خانصاحب محدث دہلوی نے کی ہے، پہلے میں ۴۹ معیار لکھتا ہوں کہ جس کا تعلق تصوف سے ہے، اس کے بعد میں تعویذات لکھوں گا۔

(۱) معیار، جو خواب یا کشف یا الہام یا آواز غیب ہو اُس کو قرآن و حدیث سے مطابق کرنا چاہیئے، اگر مطابق ہو تو قابل ماننے اور عمل کرنے کے ہے، اور خلاف ہو تو چھوڑ دینے کے

قابل ہے۔ از مؤلف

شاہد و رہبر یہ دونوں ہیں ترے
مونس و غمخوار دونوں ہیں ترے

شاہد و رہبر ہیں قرآن و حدیث
چھوڑا جس نے وہ ہوا بیشک خبیث

(۲) معیار: بھوک اور پیاس میں اور بے سروسامانی میں قناعت و توکل دل میں ہو اور محبت خدا میں وجد و تواجد، جوش و خروش ہو تو یہ قابل اعتبار اور لائق شکر ہے، اور بحالت مرغن کھانے کے اور مال و اسباب موجود ہونے کے قناعت و توکل معلوم ہو یا وجد و تواجد تو یہ نفس کا دھوکا اور ذاتی خیال ہے۔ لمؤلفہ

نفس کے دھوکے بہت باریک ہیں
راستے اس کے بہت تاریک ہیں

مشعل قول ائمہ طریق
سامنے رکھ تا نہو وے تو غریق

(۳) معیار: قرآن پاک قاری خوش الحان پڑھے یا لا مزامیر بڈھا یا جوان حمد و نعت میں اشعار پڑھے، اور اس سے وجد و تواجد یا دل کو راحت نہ ہو، اور عورت یا امرد کے اشعار پڑھنے یا مزامیر کی آواز کیساتھ کیفِ حال طاری ہو تو جان لو کہ یہ حال نہیں بلکہ وبال ہے مؤلف

گر ترا آید خلاف شرع حال
واں کر ایں ظلمیت گمراہی وبال

(۴) معیار: کسی کو کشف ہو، یا طے ارض ہو یا کچھ بھی ہو، اگر خدا کے سوا اس کے دل میں اُمید یا خوف غیر ہے تو نہ وہ ولی خدا ہے، نہ اُسکا سلوک قابل اعتبار۔

ہے یہ معیار ولایت اے عزیز لمؤلفہ
اپنے کھوٹے اور کھرے کی کر تمیز

خواجہ ناصر عندلیب با صفا
ایسا کچھ فرماتے ہیں مرد خدا

ہے اُمید و خوف گر حق کے سوا
ہے وہ بندہ نفس نے بندہ خدا

(۵) معیار: دوسرے لوگ جیسے اسکی خدمت حیاتی اور کفش برداری اور روپیہ پیسہ

سے کرتے ہیں اسکو بھی ویسے ہی اپنے کم درجہ کے لوگوں کی کرنی چاہیئے، یہی عین طریقت ہے،

طریقت بجز خدمت خلق نیست سعدیؒ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(۶) معیار: اپنی تعظیم و تکریم کو درست جان کر منع نہ کرنا۔ اور دوسروں کی تعظیم و تکریم یا خدمت سے بچنا، شانِ اسلام اور شانِ ولایت کے خلاف ہے۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد (فریدالدین عطارؒ) ہر کہ خود را دید او محروم شد

(۷) معیار: خواہشِ کشف و کرامات یا طالب کیمیا و دستِ غیب طالب خدا نہیں ہے،

طالب کشف و کرامت کیمیا! طالب حق نیست اے مرد خدا

(۸) معیار: اپنے عیوب کو پیش نظر رکھنا، اور دوسروں کے پس پشت ڈالنا یا چھپانا یا تلاش نہ کرنا خوبی اور قابل شکر ہے،

کسے نزد من در جہاں عاقلست — زخود ہوشیار و زجہاں غافلست

(۹) معیار، مسائل شرعیہ میں ائمہ طریقت کی تقلید اور مسائل طریقت میں ائمہ طریقت کی تقلید نہایت ضروری ہے، اور اس کے خلاف میں تباہی اور گمراہی ہے۔ سوائے اس شخص کے جو مرتبہ اجتہاد کو علم شریعت یا طریقت میں پہنچ چکا ہے۔ لیکن اگر وہ بھی تقلید ائمہ کرے تو احسن ہے۔

عروۃ الوثقیٰ ہے تقلید امام ہے کلید معرفت رب الانام

راستہ مرضی خدا و مصطفےٰ منکشف تقلید سے ہو برملا لقمانؒ

(۱۰) معیار۔ ذکر قلبی بعض وقت ایسا لطیف ہوتا ہے کہ نہ اُس کا ادراک ہوتا ہے اور نہ فہمید میں آتا ہے اور بعض وقت بوجہ گناہ نہیں ہوتا۔ اسکی معیار یہ ہے کہ اگر دل میں توحید خدا اور محبت حبیبؐ خدا ہے تو جان لے کہ ذکر لطافت کے ساتھ ہے، اور اگر توحید و محبت میں بھی کمی ہے تو یہ قبض بوجہ گناہ ہے، اس لیے استغفار اور گریہ وزاری زیادہ کرنا چاہیئے

بے ندامت اور گریہ فضل رب مؤلف باب رحمت کی کشش وا ہوں سب

حضرت مولاناؒ

کار تو موقوف بر زاری دل ست ــ بے تضرع کامیابی مشکل ست

(۱۱) معیار: جیسے اپنی عورتوں کی پردہ وعصمت کا خیال ہے، ویسا ہی دوسروں کا رکھنا چاہیئے۔

بزرگوں نے ترجمہ حدیث شریف کا یہ کیا ہے، ہرچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

بہتری جو چاہے اپنے واسطے ــ از مؤلف ــ وہ ہی چاہے دوسروں کیواسطے

مومن حق ہے وہ مرد خدا ــ ہے یہ ارشاد محمد مصطفٰےؐ

(۱۲) معیار: غیر عورتوں کی صحبت اور جہاں فحش کلام یا کام ہوتے ہوں، وہاں سے بچنا چاہیئے، ورنہ باعث بدظنی ہوگا۔ حضور کا ارشاد ہے۔ اتقوا مواقع التھم

دور باش از جائے تہمت اے پسر ــ مؤلف ــ ایں چنیں فرمودہ اند خیر البشرؐ

(۱۳) معیار: ایسے عرسوں میں سفر کر کے نہ جانا چاہیئے کہ راستہ میں نمازیں قضا ہوں، یا سود کا روپیہ لیکر جانا ہو، یا اہل حقوق، ماں باپ، بیوی بچے، تکلیف پائیں یا بیمار ہوں۔ اور تو عرس میں جائے، عرس میں شریک ہونا مستحب یا جائز ہے، فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ نہیں ہے اور اہل حقوق کی ادائیگی حق، فرض اور واجب ہو۔ فرض کے مقابلہ میں مستحب قابل ترک ہوتا ہے یہی مسئلہ متفقہ ہے، مگر حج بیت اللہ بھی جب ہی فرض ہے کہ جب اہل حقوق کے حق سے زائد روپیہ ہو، جب بیت اللہ کا حج بھی ایسی حالت میں فرض نہیں ہوتا تو مستحب میں جانا کیسا؟

مستحب جائز کو کرتا ہے ادا! ــ فرض حق کو چھوڑتا ہے ۰ برملا

کب ہوں راضی تجھ سے اے مرد خدا ــ (مؤلف) ــ حضرت حق اور محمد مصطفٰےؐ

(۱۴) معیار: اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے اکل حلال بذریعہ سوداگری یا صنعت و حرفت یا ملازمت کمانا فرض ہے، اور یہ سنت انبیاء علیہم السلام و صحابہ کرام و اولیائے عظام ہے اس کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے، اور پھر خدا پر توکل کرنا چاہیئے،

سب پیمبر اور ولی جملہ امام — کسب کرتے آئے ہیں یہ لاکلام

مردِ کاسب ہے حبیب اللہ ضرور — ہے یہ مضمون حدیث اے ذی شعور

ہے یہی مضمون اندر مثنوی — مثنوی مولوی معنوی

گفت پیغمبر بہ آوازِ بلند — بر توکل زانوئے اشتر ببند

بارِ خود بر کس منہ بر خویش نہ — سروری را کم طلب درویش بہ

(۱۵) معیار: جس وقت سردی میں سرد پانی جسم پر بوقت غسل پڑے یا حاکم کے سامنے پیشی مقدمہ ہوتی ہو، یا مجمع عام میں گفتگو کرتا ہو، یا بیماری سے تکلیف شدید ہو یا بہت خوشی کا موقع ہو یا جس وقت طبیعت میں غصہ زیادہ ہو یا اپنی اہلیہ کے ساتھ وقت خاص ہو، یا بھوک کی تکلیف زیادہ ہو، ان سب حالتوں میں ذکر قلبی کو دیکھے، اگر ذاکر پائے تو شکر کرے اگر غافل پائے تو ندامت و افسوس کرے،

وقت تکلیف و خوشی دل کا خیال — ہے کدھر تو دیکھ مردِ خوشخصال

نفس و شیطاں قال کو کہتے ہیں حال — تو کسوٹی پر لگا، یہ حال و قال

(۱۶) معیار: اچھا کھانے یا اچھا پہننے کا نفس کو عادی نہ بنائے، نہ اچھے کھانے کو بے مزہ کرکے کھائے، نہ اتنا زیادہ کھائے کہ بدہضمی و کسل ہو اور نہ اتنا کم کھائے کہ ضعف پیدا ہو کر خدمت اہل و عیال اور اتباع سنت سے محروم رہے،

نہ چنداں بخور کز دہانت برآید (سعدی) نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

(۱۷) معیار: نہ گفتگو اتنی زیادہ کرے کہ سامعین پریشان اور دل تیرا حیران ہو، نہ ایسی خاموشی اختیار کرے کہ آنیوالے تجھ سے بیزار ہوں، نہ مالداروں اور دنیاداروں کے پاس اتنا بیٹھ کہ دل تیرا مردار ہو، نہ اتنا دور بھاگ کہ دروازۂ ہدایت بند ہو کہ وہ تجھ سے فرار ہوں خیر اوسط میں ہے۔

خیر کے اندر کرے جو کوئی کام — خیر اس میں ہو ضروری لا کلام (مؤلف)
خیر ہے اوسط میں اے مرد خدا — ہے یہ فرمودہ محمد مصطفےٰ

(۱۸) معیار: شب کو نہ اس قدر جاگ کہ دماغ اور اعضا تیرے بیکار ہوں، اور نہ اس قدر سو کہ دنیا وعقبیٰ تیرے برباد ہوں،

سو تو اول شب میں جاگ آخر میں تو (مؤلف) حکم ہے رب کا قلیلاً نصفہٗ

(۱۹) معیار: نہ کسی پر طعن کر، نہ کسی کی غیبت کر، نہ کسی کو اپنے سے بُرا سمجھ، نہ اپنے کو کسی کے مقابلہ میں اچھا جان، نہ کسی کا دل دکھا، یہ سب باتیں حرام ہیں، اور ارشاداتِ طالبِ خدا کے خلاف ہیں اور دنیاداروں کے نزدیک بھی مذموم ہیں۔

نہ بیند مدعی جز خویشتن را — کہ دارد پردۂ پندار در پیش (سعدیؒ)
گرت چشم خدا بینی بہ بخشند — نہ بینی ہیچکس عاجز تر از خویش

مرا پیر دانائے مرشد شہاب — دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر خویش خود بیں مباش — دگر آں کہ بر غیر بد بیں مباش

حضرت حافظ شیرازیؒ

مباش در پے آزار ہر چہ خواہی کن — کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

ہزار گنج عبادت ہزار گنج کرم ہزار طاعت شبہا ہزار بیداری
ہزار روزہ و تسبیح و صد ہزار نماز قبول نیست اگر خاطرے بیازاری

(۲۰) معیار: مزارات متبرک اولیاء اللہ پر باادب اور باوضو حاضر ہو۔ اور ان کی روح مبارک سے فیض حاصل کر۔ اور اُن کی ذات بابرکات کے توسل سے خدا کی جناب میں فتوحات دارین کی دعا کر، طواف اور سجدہ زندہ اولیاء ہوں یا اُن کی قبروں پر کرنا حرام ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو امام طریقہ ہیں، وہ یہاں تک اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" جلد اوّل کتاب الآداب صفحہ ۳۵ مصری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی قبر کی زیارت کرو تو نہ اُس پر ہاتھ رکھو، اور نہ اُسکو بوسہ دو کہ یہ یہودیوں کی خصلت ہے" اور ایسے ہی امام غزالی اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہما بھی فرماتے ہیں۔

مولف

ہست طواف و سجدہ از بہر خدا دیگراں از غیر حق ست ناروا
این طواف و سجدہ از جملہ امام ہست شرک و گمرہی مطلق حرام

(۲۱) معیار: شریعت نسخہ ہے، طریقت دوائی، حقیقت پرہیز ہے، معرفت شفا ہے۔

(۲۲) معیار: شریعت علم ہے، طریقت عمل ہے، حقیقت خلوص ہے، معرفت دیدار حق ہے۔

(۲۳) معیار: شریعت مثل رہنما ہے، طریقت راستہ چلنا ہے، حقیقت مقام مقصود تک پہنچنا ہے، معرفت صاحب مکان سے ملنا ہے۔

(۲۴) معیار: شریعت مثل جسم کے ہے، طریقت مثل جان کے ہے، شریعت عمل ہے، اور طریقت اسمیں خلوص ہے۔

(۲۵) معیار: ہر شخص اپنے کفن گل جانے پر، اور اپنے فضلہ کو دیکھ کر، یاد بوسے اتنا ستغفر

نہیں ہوتا جتنا کہ دوسرے کے تقوکنے سے ہوتا ہے، اسی طرح اپنے اعمال خراب سے اتنی بیزاری نہیں ہوتی جس قدر دوسروں کے بُرے اعمال سے ہوتی ہے۔ یہی بے انصافی اور دھوکہ نفس ہے۔ اس سے بچ، اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا ۔ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے، اور اگر تو اپنے کو صاف گو جانتا ہے، تو اپنے اعمال بد کا اظہار کیوں نہیں کرتا، حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں،

اے ہنرہا نہادہ بر کفِ دست — عیبہا را نہفتہ زیر بغل

تا چہ خواہی خریدن اے مغرور — روزِ درماندگی بسیم دغل

حضرت مولانا رومیؒ،

کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن — بر زمینِ دیگران خانہ مکن

(۲۶) معیار: جبتک صوفی اپنے کو کافر فرنگ، اور کتے خسیس سے بدتر نہ جانے گا، معرفت حق اس پر حرام ہے، اور کیا حال ہو اُس شخص کا، جو اپنے کو بزرگانِ دین کے برابر جانے،

عیب است عظیم برکشیدن خود را — وز جملہ خلق برگزیدن خود را

از مردمکِ چشم بباید آموخت — دیدن ہمہ کس را و ندیدن خود را

(۲۷) معیار: نبوت کیواسطے معجزہ لازمی ہے، ولایت کیواسطے کرامت لازمی نہیں، ولی کو اتباع نبیؐ کی ضروری ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں،

معجزات از بہر قہرِ دشمن است — بوئے جنسیت پئے دل بُردن است

(۲۸) معیار: سلوک صوفیہ سے یہ مقصود نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور الوان و انوار کا معائنہ کریں، یہ باتیں خود لہو ولعب میں داخل ہیں،

غیر حق کے جو تجھے ہوئے عیاں (مؤلف) — لہو ولعب و شعبدہ تو اس کو جان

(۲۹) معیار: جس دل میں محبت مال وجاہ ہے، وہ دل لائق نزول رحمت نہیں نہ

اس دل کو دل کہنا چاہیئے، حضرت حکیم سنائی فرماتے ہیں،

دل یکے منظریست ربانی — حجرۂ دیو را چہ دل خوانی

دل کہ باجاہ ومال دارد کار — آں سگے داں وآں دگر مردار

(۳۰) معیار: جس نے خدا کو پہچانا، اس نے اولیا کو جانا، اور جس نے اولیا کو پہچانا اُس

نے خدا کو جانا، حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں،

چونکہ با حق متصل گردید جاں — ذکر آں اینست ذکر این ست آں

(۳۱) معیار: جس نے پہنچنے کا خیال کرلیا، وہ نہ پہنچا، اور جس نے اپنے کو دور جانا وہ قریب

ہوا، حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے ہیں،

ہنوز ایوان ستغنی بلندست — بفکر ما رسیدن ناپسندست

(۳۲) معیار: ادراک سے عاجز ہونا ادراک ہے، اور جہالت کا اقرار کرنا معرفت ہے،

حضرت خواجہ نقشبندؒ،

عجز از اں ہمراہ ست با معرفت — کو نہ در شرح آید ونہ در صفت

(۳۳) معیار: شریعت کے تین جز ہیں، علم عمل، اخلاص، جب تک یہ تینوں جزو متحق

نہ ہوں، شریعت متحق نہیں ہوتی،

علم ہو اور ہو عمل اور ہو خلوص — تب ہو تصدیق شریعت بالخصوص

(۳۴) معیار: کام کا دارومدار دل پر ہے، اگر دل غیر سے گرفتار ہے تو خراب ابتر

ہے، صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا، اور بلا اعمال صالح بدنی جیکا

شریعت نے حکم دیا ہے، دعویٰ سلامتی دل کرنا باطل ہے،

اے برادر کا دل پہ ہے مدار
زندگی اپنی شریعت پہ گذار

از صراطِ مستقیم شرع پا بیروں منہ
دور شد سوزن ز رشتہ زود خود را گم کند

(۳۵) معیار: علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں، اور اخلاص کا حاصل ہونا طریق صوفیہ پر منحصر ہے کہ جو علم و عمل کی روح ہے۔

علم اعمال از شرع حاصل شود
از طریقت روح ایں حاصل شود

(۳۶) معیار: یاد کرد، طریقت میں ہے، یادداشت حقیقت میں ہے۔

یاد کرن ہے طریقت میں بیاں
یادداشت ہو حقیقت میں عیاں

(۳۷) معیار: تواضع دولتمندوں کے لئے اچھی ہے، اور استغنائی فقرار کو زیبا ہے۔

اغنیار را در تواضع بہتری است
در قناعت مفتقر را بہتری ست

(۳۸) معیار: دل کی سلامتی نسیان ماسوی اللہ بغیر نہیں ہو سکتی۔

ہوتا ہے قلب سلیم بعد فنا
متفق ہیں اس میں جملہ اولیار

(۳۹) معیار: تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے۔ اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔

اتباع سنت کی باعث خیر ہے
اور خلاف اس کے خدا کا قہر ہے

دین و دنیا اپنا جو چاہے حسن
(مؤلف) متبع سنت ہو وہ شاہ زمن

(۴۰) معیار: فقرار کی خاک روبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔

خاک روبی عارفان با خدا
بہتر از صدر نشینی اغنیار

(۴۱) معیار: جو مرنے سے پہلے مرا اسی پر ماتم پرسی ہے، اور جو مرنے سے پہلے مرگیا، اس کا مرنا اس کیلئے باعث خوشی اور دوں کے لیے باعث غم ہے، کیونکہ خیر کا ذریعہ چلا گیا۔

(۴۲) معیار: منازلِ سلوک صرف اس لیے ہیں کہ ایمان حقیقی نصیب ہو جائے،

(۴۳) معیار: طریقہ نقشبندیہ کا مدار دو اُصول پر ہے۔ ایک شریعت کی پیروی استقامت کے ساتھ، دوسرے شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص میں استقامت،

(۴۴) معیار: اللہ تعالیٰ بیچون بیچگون اور ورار الورائے ہے جو کچھ دید و دانش اور شہود و مکاشفہ میں آئے اسکا غیر ہے، اس راہ کے جوزو مویز پر بچوں کیطرح فریفتہ نہونا چاہیئے،

(۴۵) معیار: جبتک خاتمہ بخیر نہ ہو، کسی مبشرات والہام یا کشف وکرامت یا حال پر مطمئن نہو، اور ہمیشہ گریہ وزاری اور بیقراری رہے،

بیرون گور لاف کرامت چہ می زنی ایمان اگر بگور برد و صد کرامت است

(۴۶) معیار: جب تک حیرت وجہالت میں نہ پہنچے، فنا نصیب نہیں ہوتی، جس فنا کو فنا جانا جاتا ہے، یہ خود فنا ہے،

(۴۷) معیار: فقرا کی محبت دنیا وآخرت کا سرمایہ ہے۔

(۴۸) معیار: انسان جامع جمیع موجودات ہے، اس لئے جمیع موجودات سے اس کا تعلق ہے، اگر یہ تعلقات اشیا میں پھنس گیا، تو فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا، اس کے نصیب اور اگر عالم ارواح اور اسماء وصفات اور ذات کیطرف مخاطب ہو گیا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا اس کے نصیب ہے۔

(۴۹) معیار: انسان آئینہ کامل ہے، اگر یہ اپنے آئینہ کا رُخ جہان کیطرف رکھے تو اس میں عکس خراب پڑکر نہایت مکدر اور بدنما ہو جائے گا۔ اور اگر رُخ آئینہ کا حق کی طرف کرے تو سب سے زیادہ مصفا اور خوشنما ہو جائیگا۔

ضروری تعویذات

تعویذ برائے دفع بخار لکھ کر گلے میں ڈالدے اور بھی پینے کو دے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡنَا يٰنَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ

والصلوٰۃ والسلام علی النبی الکریم

٣٠٥	٣١٦	٣١٧	٣٠٢
٣١١	٣٠٨	٣٠٧	٣١٤
٣٠٦	٣١٣	٣١٢	٣٠٩
٣١٨	٣٠٣	٣٠٤	٣١٥

تعویذ برائے امراض چشم وضعف بصارت۔ اور اسی آیت شریف کو، مرتبہ صبح اور ، مرتبہ شام پڑھ کر دم کرے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَكَشَفۡنَا عَنۡكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الۡيَوۡمَ حَدِيۡدٌ

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وسلم

٥٥١	٥٥٣	٥٥٨	٥٤٣
٥٥٧	٥٤٥	٥٥٠	٥٥٥
٥٤٦	٥٦٠	٥٥٢	٥٤٩
٥٥٣	٥٤٨	٥٤٧	٥٥٩

دوسری ترکیب زیادتی روشنی آنکھوں کی نہایت مجرب یہ ہے کہ جس وقت اذان ہو اور اثنائے اذان میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک آئے تو یہ درود شریف پڑھکر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں پہ دم کر کے آنکھوں پر لگائے۔ یہ عمل حدیث غریب یا حدیث موضوع کی بحث سے علیحدہ ہے۔ یہ طریقہ عمل ہے۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ وَسَلَّم

تعویذ برائے حفاظت حمل و حفاظت اطفال و حفاظت مکان و حفاظت از ظلم ظالم و حفاظت از شیاطین و حفاظت زراعت و حفاظت از آتش و حفاظت بزد،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ

۷۸۶

۶۰۴	۶۰۷	۶۱۰	۵۹۶
۶۰۹	۵۹۷	۶۰۳	۶۰۸
۵۹۸	۶۱۲	۶۰۵	۶۰۲
۶۰۶	۶۰۱	۵۹۹	۶۱۱

تعویذ برائے دفع بدخوابی و حفاظت از سحر و شیاطین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ہَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّ الْکَرِیْم

۷۸۶

۱۳۲۳	۱۳۲۷	۱۳۳۰	۱۳۱۶
۱۳۲۹	۱۳۱۷	۱۳۲۲	۱۳۲۸
۱۳۱۸	۱۳۳۲	۱۳۲۵	۱۳۲۱
۱۳۲۶	۱۳۲۰	۱۳۱۹	۱۳۲۱

تعویذ برائے دفع نظر بد بچہ کو یا جانور یا کھیتی کیلئے،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ
وَمِنْ شَرِّ کُلِّ عَیْنٍ اللَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّ الْکَرِیْمِ

تعویذ برائے دفع طاعون وہیضہ مکان کے دروازہ پر چپاں کرے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ از
طاعون نگہدار

تعویذ برائے زیادتی شیر عورت یا جانور یا کسی کا پیشاب یا پاخانہ بند ہو گیا ہو
لکھ کر گلے میں ڈالے،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ، بَیْنَہُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ۝

۷۸۶

۷۸۹	۷۹۷	۷۹۸	۷۸۳
۷۹۲	۷۸۹	۷۸۸	۷۹۵
۷۸۷	۷۹۴	۷۹۳	۷۹۰
۷۹۹	۷۸۴	۷۸۵	۷۹۶

تعویذ بچے کے بڑھنے کے لئے، جو ماں کے پیٹ میں بڑھنے سے بند ہو جاتا ہے
اور جس کے اولاد نہ ہوتی ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو بھی اولاد
دے دیتا ہے،

۷۸۶

۹۳۳	۹۴۳	۹۴۴	۹۳۰
۹۳۸	۹۳۶	۹۳۵	۹۴۱
۹۳۴	۹۴۰	۹۳۹	۹۳۷
۹۴۵	۹۳۱	۹۳۲	۹۴۲

تعویذ برائے ترقی رزق۔ اور انہی تینوں اسمائے الٰہی کو بعد نماز صبح دو سو (۲۰۰) سرسٹھ (۲۶۷) مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔

۷۸۶

معطی	باسط	اللہ
۲۶	۸۹	۱۵۲
۱۱۲	۱۰۶	۴۹

تعویذ برائے دردِ زہ۔ لکھ کر گلے میں باندھا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاَلْقَتْ مَافِیْھَا وَتَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ

اھیًا اشر اھیًا

۷۸۶

۱۲۲	۱۱۸	۱۲۱	۱۱۵
۱۲۰	۱۱۶	۱۲۱	۱۱۹
۱۱۷	۱۲۳	۱۱۶	۱۲۰
۱۱۷	۱۱۹	۱۱۸	۱۲۲

۷۸۶

۸	۴	۷	۱
۶	۲	۷	۵
۳	۹	۲	۶
۳	۵	۴	۸

تعویذ برائے ہر مرض و ہر درد پینے کے واسطے دیا جائے

۷۸۶

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

یہ تعویذ پندرہ (۱۵) کا تمام تعویذات کی اُم ہے ۔ اور یہ تعویذ اسم ذات غیب الغیب کا ہے ، اکثر لوگوں میں جو مشہور ہے کہ یہ نقش حوا کا ہے ، غلط ہے ۔ اس کی اگر شرح کی جائے تو طوالت ہوگی ، یہ نقش تمام حروف اور تمام اسماء جلال وجمال سے تعلق رکھتا ہے ۔

وظیفہ ترقی رزق کے واسطے نہایت مجرب ہے

روزمرہ بلاناغہ سورۂ مزمل شریف گیارہ مرتبہ ۔ اور گیارہ سو مرتبہ یامغنی پڑھنا چاہیئے اور اوّل اور آخر درود شریف ،

وظیفہ دفع دشمن اور اُس کے شر سے بچنے کیلئے

سورۂ لایلٰف ایک سو ایک بار پڑھنا نہایت مجرب ہے ،

وظیفہ جس مریض کے علاج سے حکیم عاجز آکر ناامید ہوگئے ہوں ، اس کے پڑھنے سے خدا شفا دیتا ہے ، بہت سے آدمی مل کر پڑھیں یا ایک آدمی ،

اسم یاسلامُ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ پڑھنا چاہیئے ۔

وظیفہ ، ادائیگی قرض کے واسطے نہایت مجرب ہے ۔ بعد نماز صبح ستّر مرتبہ پڑھنا چاہیئے ،

اللّٰھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک

وظیفہ ، ہر درد ، ہر مرض اور ہر حاجت کیلئے ۔ بعد نماز مغرب اکیانوے ۹۱ مرتبہ الحمد شریف پوری پڑھنا چاہیئے ۔

جب مقام نستعین آیا کرے ، تو دل میں اپنے مطلب کا خیال رکھنا چاہیئے ۔ اس کے پڑھنے سے ایمان بھی نہایت قوی ہوتا ہے اور مرض بھی لاحق نہیں ہوتے ، حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی مرض نہیں جس کا علاج الحمد شریف نہ ہو ، یہ وظیفہ حضرت سید صاحب کے زمانہ سے برابر جاری ہے ۔ نہایت بابرکت ہے ، حضرت صاحب ہمیشہ چالیس برس سے پڑھتے

رہے، اور کبھی قضا نہیں کیا۔

وظیفہ دفع مرض اور ضعف دور ہونے کیلئے

تین سو تیرہ ۳۱۳ مرتبہ اسم یا اللہ یا سلام یا قوی روز پڑھنا چاہیئے۔

یہ تعویذات اور وظائف جو میں نے اوپر لکھے ہیں، میری طرف سے ہر مومن کو اجازت ہے بشرطیکہ وہ حق کے ساتھ ہو۔

اب میں آخر کتاب میں شجرہ سلسلہ حضرات طریقت کو تبرکاً لکھ کر کتاب کو ختم کرتا ہوں۔

شجرہ طیبہ حضرات سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

منظومہ

مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ وفات	جائے مرقد		
۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	مدینہ منورہ	فضل کر یارب محمد مصطفیٰ کے واسطے	آل پاک و چار یار با صفا کے واسطے
۲۲ ر سنہ ۱۳ھ	۔	ہو مرا ایمان کامل دے مجھے صدق و صفا	حضرت صدیق اکبر باوفا کے واسطے
۱۰ رجب المرجب سنہ ۳۳ھ	مدائن	پاک کر دے میرے دل کو ہر خطا و عیب سے	کمل اصحاب سلمانؓ باخدا کے واسطے
۲۴ جمادی الاول سنہ ۱۰۱ھ	۔	دور رکھ دوزخ سے مجھ کو اور جنت کر نصیب	حضرت قاسمؒ امام اولیا کے واسطے
۱۵ رجب المرجب سنہ ۱۴۸ھ	جنۃ البقیع	استقامت دے شریعت اور طریقت میں مجھے	حضرت جعفرؒ امام اتقیا کے واسطے
۱۴ شعبان سنہ ۲۶۱ھ	بسطام	دامن حلم و کرم سے حشر میں لینا چھپا	عارف حق بایزیدؒ بے ریا کے واسطے
۱۵ رمضان سنہ ۴۲۵ھ	خرقان	دین و دنیا کے مرے سب کام آ کر دے درست	بوالحسنؒ محبوب شاہ دوسرا کے واسطے

۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ - طوس	زندہ رکھ اور مار تو اپنی محبت میں مجھے	بوعلی فارمدی پیشوا کے واسطے
۲۷ رجب المرجب ۵۳۵ھ مرو	کر مجھے مقبول عالم خاص بندوں کی طرح	یوسف ہمدانی مقبول خدا کے واسطے
۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ - غجدوان	ماسوا سے کر جدا اور اپنا بندہ لے بنا	عبد خالق غجدوانی رہنما کے واسطے
یکم شوال ۶۱۶ھ - ریوگر	نور سے معمور کر دے اس دل رنجور کو	حضرت عارف محمد حق نما کے واسطے
۱۷ ربیع الاول ۷۱۷ھ - واکنی	خیر بھر دے میرے دل میں دور کر دے جملہ شر	حضرت محمود محبوب خدا کے واسطے
۲۷ رمضان ۷۱۵ھ - خوارزم	اس دل مردہ کو زندہ کر کے بس کر دے عزیز	حضرت خواجہ عزیزاں رہنما کے واسطے
۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ - سماسی	نعمت دیدار سے محروم مت کیجنا مجھے	حضرت بابا سماسی دلربا کے واسطے
۱۵ جمادی الآخر ۷۷۲ھ - سوخار	مست کر توحید سے ہشیار رکھ تصدیق میں	خواجہ میر کلال باصفا کے واسطے
۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ - بخارا شریف	نقش غیر حق مٹا اور نقش یاد خود جما	پیشوائے دیں بہاالدین ضیا کے واسطے
۲۰ رجب المرجب ۸۰۲ھ - چغانیہ	دل مرا بیمار ہے عصیاں سے رہتا ہے ملول	دے شفا اس کو علاؤالدین ضیا کے واسطے
۵ صفر المظفر ۸۵۱ھ - بلغتون	کر لے شیدا اپنا اور اپنے رسول پاک کا	حضرت یعقوب چرخی باخدا کے واسطے
۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ - سمرقند	روز محشر بخش بر داری عبید اللہ کی	کر عنایت شافع روز جزا کے واسطے
یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ - وخش	زہد و تقوی کر عنایت مجھ کو اپنے فضل سے	خواجہ زاہد محمد بے ریا کے واسطے
۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ - اسفرار کش	کر مجھے درویش اپنے در کا اور دل ریش بھی	خواجہ درویش محمد باخدا کے واسطے
۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ ...	خصلتیں اور خلق دے اپنے حبیب پاک کا	خواجہ امکنگی محمد با رضا کے واسطے
۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ - دہلی	فانی و باقی منازل کر مجھے کامل نصیب	فانی فی اللہ باقی با مقتدا کے واسطے
۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ - سرہند شریف	الف ثانی کے مجدد شیخ احمد نام پاک	بخشدے اس عاجز کو پیشوا کے واسطے
۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ - سرہند شریف	نیکوں کے ساتھ کر دے سب گناہوں کا بدل	خواجہ معصوم شاہ اولیا کے واسطے
۷ جمادی الثانی - سرہند شریف	قاسم رحمت بخشے کر مسعود تھے جس طرح	بوسعید خازن الرحمت عطا کے واسطے

۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۶ھ - سرہند شریف	نہ ہو دنیا کی غم و شادی کا کچھ دل میں خیال	خواجہ عبدالاحد اہل رضا کے واسطے
یکم صفر المظفر سنہ ۱۱۳۲ھ - بامیاں	کر تجلی سے مجلّٰی اس دل افسردہ کو	حضرت خواجہ حنیف باخدا کے واسطے
سنہ ۱۱۴۳ھ - انکی لانفی عرب	مشکل نزع و قبر و حشر و میزان و صراط	سہل کر حضرت زکی پارسا کے واسطے
۹ ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۹ھ - مکہ معظمہ	دے قناعت اور توکل صبر و تسلیم و زہد و علم	مظہر شیخ محمد باخدا کے واسطے
۴ ذی قعدہ سنہ ۱۱۸۰ھ - لوہاری شریف سندھ	دام دنیا اور مکر و نفس شیطاں سے مجھے	لے بچا خواجہ زمان پیشوا کے واسطے
سنہ ۱۲۲۳ھ - قاضی کی کوٹ (سندھ)	لب پہ ہو مدح نبیؐ اور دل میں ہو ذکر خدا	حاجی احمد نائب خیر الوریٰ کے واسطے
۷ صفر سنہ ۱۲۴۳ھ - رتر چھتر (پنجاب)	نام کو ہے جس کے نسبت با حسینؓ و با علیؓ	مغفرت فرما خدا اس پیشوا کے واسطے
۱۳ شوال سنہ ۱۲۸۲ھ " "	نام میں جس کے امامؓ آیا علیؓ کے ساتھ ہے	رحم کر اس مقتدائے باصفا کے واسطے
۲۷ صفر سنہ ۱۳۱۶ھ - کالا افغاناں پنجاب	سوز دل اور استقامت بر شریعت کر عطا	حضرت شیر محمد حق نما کے واسطے
۳۰ محرم سنہ ۱۳۲۵ھ - یوم جمعہ جے پور	کر ہدایت کر عنایت چشم تر اور درد دل	مرشدی حضرت علی شیر خدا کے واسطے
	مجھ کو اور میرے احبا کو ہدایت کر نصیب	انبیائے مرسلینؐ اور اولیا کے واسطے
	امت احمدؐ کی کر دے مغفرت از فضل خویش	اس حبیب شافع روز جزا کے واسطے

یادداشت

یہ کتاب میں نے سنہ ۱۳۴۵ھ میں لکھی ہے۔

۱؎ سید میراں حسین علی شاہ صاحبؒ ۲؎ حضرت سید امام علی شاہ صاحبؒ۔

مناجات بجناب قاضی الحاجات

لمؤلفہ

اے خدا ذات تو بے نام و نشاں | پاک ہست از شش جہت ظاہر نہاں
اے خدا اے سر بلند از ہر صفت | ہیچ کس نے داں و نے بیند رخت
اے خدا بیروں از علم و قال و حال | اے خدا بیروں ہمہ کشف و کمال
اے خدا بیروں ز اوقات زماں | اے خدا بیروں ز ادراک و بیاں
صد ہزاراں انبیاء صاحب کمال | آرزو دارند دیدند آں جمال
در شب معراج ختم الانبیاء | دید حق را نستہ رب جل و علا
یافت از حق تاج مازاغ البصر | قاب قوسین دنیٰ خیر البشر
راز دار واقف وحی خدا | حضرت اعلیٰ محمد مصطفٰے
با وجود ایں قرب و دیدار خدا | مَا عَرَفْنَا گفت و لَا اُحْصِی ثَنَا
گردش افلاک و خورشید و قمر | شکر از نے چوب را دادی ثمر
قادر از قدرت عیان است و نہاں | از شجر سنگ و زمین و آسماں
از شجر برگ و گل و خوشبو و رنگ | از حجر یاقوت و لعل رنگ رنگ
ایں خزان و فصل و ایں لیل و نہار | روشنی خورشید و مہ ابر و بہار
قطرہ آب را تو انساں کردہ | باز او را خود خلیفہ کردہ
علم دادی عقل دادی داد کل | از صفتہا جملہ مخلوقات کل
خواہش شاہ و گدا باید درست | ایں سبب دانند تو قادر درست

این همه اسباب‌ها معلوم شد   پیش صانع قادر محکوم شد
وین همه اسباب ظاهر بیگمان   می نشان دادند ذات بی‌نشان
نحن اقرب گفته‌ای تو قادر است   علم ما در این معمه قاصر است
در حدیث قدسی تو گفتی خدا   رحمت من غالب است بر غضبها
جای دیگر در کلام الله گفت   خواهند از من استجب خوب گفت
باز گفت لا تقنطوا از رحمتم   جمله عصیان بندگان عفو کنم
این کرم این فضل وین رحمت شما   بر درت آورد ما را ای خدا
از درت دیگر ندارم هیچ در   هیچ بهتر نیست از تو دادگر
مثل من عاصی نباشد در جهان   مثل تو رحمن نباشد در زمان
مثل من خاطی کجا در خلق تو   مثل تو بخشش کجا در خلق تو
گرچه بسیار است بار مجرمی   چیست پیش رحمت این مجرمی
پیش رحمت تو همه بار گناه   نیست باران همه مثل گیاه
از درت ناشاد نی آید کسی   می شنیدم دانم و بینم بسی
زین سبب امید دارم ای خدا   عفو کن از من همه جرم و خطا
جز تو دیگر نیست غفار و کریم   جز تو دیگر نیست رحمن و رحیم
محو کن جمله خطا ستر و عیان   از برای پیشوای مرسلان
خوب می دانم که از بهر خدا   نی کنم کاری، کنم با صد ریا!
صرف شد عمرم بعصیان ای خدا   من پشیمانم، دریغا، حسرتا
می شنیدم ضد ز ضد ظاهر شود   ضد عصیان رحمت ظاهر شود

گر نبودم مجرم و خاطی بسے | پیش رب کے باشدم یار بسے
بارِ عصیاں بر سر دارم بسے | جز تو دیگر نیست بخشندہ کسے
مصلحت این بود عصیان و خطا | عفو بیند بندہ از فضلِ خدا
یا الٰہی از برائے مصطفیٰؐ | آلِ اطہر اہلِ بیتِ مجتبیٰ
از برائے جملہ اصحابِ رسولؐ | باکرم خود این دعا گرداں قبول
وقتِ مردن کن مرا ایماں نصیب | یا رءُوفُ یا وَدُودُ یا مُجِیب
یا الٰہی خیر باشد خاتمہ ! | از برائے آلِ پاک فاطمہؓ

دین و دنیا کن عنایت را حسن
از طفیل حضرت شاہ زمن:

در نعت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات

بہتر و بہتر ز مخلوقات کل | مجتبیٰؐ و مصطفیٰؐ شاہِ رسل
باعثِ خلق جہاں رحمت خدا | مونسِ مسکیں شفیعِ روزِ جزا
منبعِ جود و کرم خلقِ عظیم | آلِ محمدؐ، احمدؐ و حامدؐ، رحیم
تاجدارِ قابِ قوسین و دنیٰ | وصفِ آں ما زاغ البصر شد و ماطغیٰ
صاحبِ حلم و سخا جود و عطا | سورۂ طٰہٰ و یٰسٓ والضحیٰ
قاسمِ کوثر و خاتم انبیاء | گفت حق نشرح، مزمل، ہل اتیٰ
یا مدثر گفت در وصفت شما | خالقِ مخلوق آں قادر خدا
در کتبہائے سماوی وصفِ تو | کرد خالق پیش تو در کشف تو

کے تواند خلق در وصف شما	چونکہ خالق می کند وصف شما
راز او حق کے رسد با ہر نبیؐ	راز ہائے لی مع اللہ یا نبیؐ
شد حبیبِ حق و شاہ مرسلان	ایں کمال مجمع در ذات شان
من منم تو رحمۃ للعالمیں	گفت حق من خالق و رب عالمیں
یا رسول اللہ حبیب کبریا	یا رسول اللہ محمد مصطفیٰ
یا رسول اللہ محب مسکیں گدا	یا رسول اللہ شفیع روز جزا
یا رسول اللہ خلیل حق توئی	یا رسول اللہ حبیب حق توئی
یا نبیؐ یا رحمۃ للعالمیں	یا رسول اللہ امام المرسلینؐ
نیست شد کفر و جہالت کافراں	از نگاہ تو شدہ روشن جہاں
دور شد بو شرک و ظلم جاہلاں	از وجود تو معطر شد جہاں
آں شدہ بعد نبی خیر البشر	چوں کرم کردی بحال بوبکرؓ
نور شد آں ذات والا سر بسر	چوں نگاہ لطف کردی بر عمرؓ
باب علم یک شد و دیگر غنی	چوں اشارہ کرد بر عثمانؓ علیؓ
بر ہدایت کن تو اے شاہ امم	آرزو دارم کہ آں لطف و کرم
لیک در امت شمایم یا نبیؐ	گرچہ ابتر عاصیانم یا نبیؐ
نیست جز تو در صفت خلق عظیم	نیست جز تو شافع و ہادی رحیم
دستگیری تو برائے خاطیاں	ہست شفاعت تو برائے عاصیاں
چہ کنم دیگر نہ دارم من زباں	لائق عرض نہ دارم من زباں
بہر من طالح شد نہ نیست حق	چونکہ فرمودی کہ صالح بہر حق

زیں سبب عرض است از تو مصطفیٰ — ازبرائے حق و از آلِ عبا

ازبرائے چار یار با صفا — ازبرائے اہلبیت با حیا!

ازبرائے جملہ خاصانِ خدا — دستگیری کن مرا روزِ جزا

خود شما انصاف فرمائید جناب — کیست رحمت شافعِ روزِ حساب

حق شما را صدر کردہ کائنات — بر شما تسلیم باشد و الصلوٰۃ

چونکہ صدر و بدر کردہ حق شما — رحمتِ عالم شفیعِ روزِ جزا

ہمچنیں فرمودہ در شانِ شما — ہست مطیعِ احمد مطیعِ جل و علا

ہیچکس را ایں مراتب کے نصیب — اَنْتَ مولائی طبیبی یا حبیب

خلقِ خالق جانبِ روئے شما! — بیند و رقصند در کوئے شما

چوں نہ بیند خلق روئے را شما — روئے حق ہست جانبِ روئے شما

قاعدہ اینست رسول اللہ عام — فرع بیند اصل، اصل با فرع ام

ہر کرا آئینہ پیشِ خود نہد — روئے اصلی پیشِ فرع خود کند

ہمچنیں روئے شما جانبِ ما — گر شود عینِ کرم صاحبِ لوا

من چہ گویم وصفِ آں والا جناب — وصفِ آں خالق کند با صد خطاب

من چہ گویم من چہ دانم حالِ شاں — عارفند حیران ساکت مرسلاں

من چہ فہمم چہ نویسم شانِ شاں — ہست قاصر علم و فہمِ قدسیاں

علم و فہم و وہم جملہ کائنات — نرسند آنجا رسند سرِ کائنات

زیں سبب ہر کس بعلمِ خود شناخت — مرتبہ آں سیدِ والا صفات

از حقیقت حال آگاہی نیافت — اسپِ علم ہیچ کس آنجا نتاخت

چوں قلم اینجا رسد سر او شکست | چوں خیال آنجا رسد محجوب گشت
به ز احمدؐ کے کند حمد خدا | نعت احمدؐ کے کند به از خدا
به ز احمدؐ کے شناسد ذات حق | مصطفیٰؐ را کے بداں بهتر ز حق
جز بخاموشی نه دانم به ادب | بے ادب محروم ماند از فضل رب
از دانم اسم شان گفتن خطاست | چه کنم راه نجاتم ایں بجاست
از خدا خواہم کہ در محشر مرا | در صف سگہا مدینہ کن مرا
اے خدا ایں نعت سرور کائنات | تو برائے من بکن حجت نجات
عفو کن از ما ہمہ جرم و خطا | چونکہ بخشش عام تست جود و عطا

نعت احمد ختم کن برایں دعا
بر محمد صلے و صل علیٰ

نعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیا صورت کیا خلق، ہے کیا شان محمدؐ | مخلوق بھی خالق بھی ثنا خوان محمدؐ
رتبہ کا بیاں اُنکے عیاں اُسپہ بیاں ہے | جبرئیل امیں خادم و دربان محمدؐ
تھا عرش کو دعوئی جو بزرگی و بلندی کا | سب جاتا رہا دیکھ کے ایوان محمدؐ
دین سب ہوئے منسوخ اور ناسخ ہوا اُنکا | کیا حق نے دیا مرتبہ کیا شان محمدؐ
جو علم و ہنر حکمت و منطق میں تھے یکتا | عاجز ہوئے وہ دیکھ کے برہان محمدؐ
توریت و زبور اور جمیع انجیل و صحائف | قطرہ ہیں یہ پیش سترح قرآن محمدؐ
اوصاف جو توریت اور انجیل میں آئے | پھر اُسپہ گواہ ہو گیا فرقان محمدؐ

موسیٰ متعجب تھے تو عیسیٰ متحیر — دیکھی شب معراج میں جب شان محمدؐ
یہ عرش و فلک شمس و قمر جملہ جہاں بھی — قربان ہیں سو جان سے بر جان محمدؐ
کل سابقہ انوار نبوت و ولایت — سب چھپ گئے پیش رخ لمعان محمدؐ
ہیں رحمت عالم تو شفیع روز جزا بھی — مانے ہوئے مخلوق سب احسان محمدؐ
روشن ہیں جو یہ شمس و قمر جملہ جہاں میں — ہے ان میں چمک پرتو چشمان محمدؐ
جو اہل عرب گونگا بتاتے تھے جہاں کو — گنگ ہوئے جب سن لیا فرقان محمدؐ
قرآن کے شارح ملک و جن و بشر میں — قرآن ہے شارح رخ رخشان محمدؐ
ہے معرفت کل سے ورا ذات الٰہی — مخلوق کے علموں سے ورا شان محمدؐ
صدیقؓ و عمرؓ حضرت عثمانؓ و علیؓ سب — یہ پھول معطر ہیں گلستان محمدؐ
اولاد نبی پاک کی اور زوجہ طاہرہ — یہ سب ہیں گل و رنگ گلستان محمدؐ
ہیں چار ائمہ شریعت اور چار طریقت — سب میں ہے یہی بو چمنستان محمدؐ
کس منہ سے ہو تعریف محمد عربیؐ کی — کرتا ہے خدا جبکہ بیاں شان محمدؐ

جاں لاکھ ہدایت کو عنایت ہوں الٰہی
کرتا رہوں قربان سگ دربان محمدؐ

اشعار در منقبت اولیائے کبارؒ

(مؤلف کی عاجزانہ پیشکش)

نیست خوف و غم برائے اولیاء — ایں چنیں فرمود حق جل و علا
ہمچنیں فرمود حضرت مصطفیٰ — باعث رحمت شفیع روز جزا

اولیا امت نشیند با خدا — ہست ایں فضل و کرم جود و عطا

از طفیل اولیا از آسماں — حق رساند رزق و بارش بیگماں

ہمنشین و دوستدار اولیاء — نے شقی باشد نہ باشد بے نوا

ہست قائم ایں زمیں از اولیاء — نیست باشد گر نہ باشد اولیاء

از وجود اولیاء خیر الانام — ہر بلا را رد کند رب الانام

مثل بارش ہست کلام اولیاء — قلب مردہ زندہ گردد بر ملا

گر قسم خورند بر رب جہاں — حق کند از فضل خود شے راعیاں

حق شدہ راضی و آں حق با رضا — راضی شد حاضرین کے رد شد دعا

تو چہ دانی حال خاصان رسولؐ — لب بہ بند خاموش شو اے بوالفضول

خوب گفتہ مولوی معنوی — با زبان پہلوی در مثنوی

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

از ہدایت استجب ہذا دعا — یا الٰہی خالق ارض و سما

از برائے اولیاء و انبیاء — حشر کن با اولیاء و انبیاءؑ

فتوح الحرمین

فی

مبشرات رسول الثقلین

زیارتِ حرمین شریفین کے موقع پر الحاج حضرت مولانا شاہ ہدایت علی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کے مکشوفات اور واردات قلبی نیز رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضرت
شاہ صاحبؒ پر عنایات واکرام جس کے مطالعہ سے ایمان میں تازگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے محبت قلبی پیدا ہوتی ہے، حضور کی محبت ہی کمال ایمان ہے۔ اور آپ کی ذات بابرکات ہی
معیت قبر اور حشر کا بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ حج کے سلسلہ میں حضرت کی تعلیمات وارشادات
اصلاح باطن کیلئے اکسیر ہیں

قیمت صرف آٹھ آنہ

(ملنے کا پتہ)

محمد الیاس پریڈ کانپور

دُرِّ لاثانی

جانِ طریقت روحِ روحانیت۔ مکتوباتِ محبوبِ سبحانی۔ قطبِ صمدانی۔ امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ علم تصوف کی فارسی زبان میں وہ گرانمایہ کتاب ہے جسکی مثال آجتک نہو سکی: ہر ہر مکتوب گرامی حقائق شریعت، اسرار و رموز الٰہی کا خزانہ، خدارسی کا زینہ اور قانون تصوف ہے جسکے مطالعہ سے لاکھوں تاریک، غافل قلوب ذکر و فکر الٰہی سے منور اور ہزارہا انسان قرب حق سے مشرف ہوگئے اہل علم نے اس مقدس کتاب سے ہمیشہ کسب فیض کیا ہے، اور اب تک اپنے معمولات میں رکھتے آئے ہیں۔ —

اُمتِ مرحومہ کی عام نفع رسانی کی خاطر مجدد ملت حامی سنت قامع بدعت عالم علمی فاضل لوذعی شریعت پناہ حقیقت آگاہ واقف اسرار خفی وجلی صوفی سینہ صاف یادگار صوفیائے اسلاف سیدی وآقائی مرشدی ومولائی حاجی الحرمین الشریفین مولانا شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی جے پوری نور اللہ مرقدہٗ نے نہایت بامحاورہ سلیس اور عام فہم اُردو میں ترجمہ وشرح فرماکر گنج مخفی کو ایسا ظاہر وباہر فرمادیا ہے کہ اب ہر معمولی استعداد کا آدمی بھی اس بحر ذخار میں غوطہ زن ہوکر گوہر نایاب اور درِ لاثانی حاصل کرکے فائز المرام ہوسکتا ہے۔ اسیواسطے اس مفید مبارک تالیف کا نام اعلیحضرتؒ نے درِّ لاثانی تجویز فرمایا ہے،

جسکے تین حصے ہیں اوّل۔ دوّم۔ سوّم۔ ضخامت حصہ اول ۱۶۳ صفحات۔ حصہ دوم ۱۰۰ صفحات۔ حصہ سوم ۱۲۰ صفحات۔ طباعت وکتابت دیدہ زیب ودلفریب ہے۔ الغرض یہ کتاب حسن ظاہری وبرکت معنوی کا مرقع ہے۔ ہر ۳ حصص کے ہدیے دو دو روپے ہیں۔

سالکان راہ طریقت وطالبان رموز شریعت پتہ ذیل سے طلب فرمائیں

محمد الیاس۔ پریڈ۔ کانپور